

جمہ حقیت محفوظ

برتر از اندیشہ عسوی و دنیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی (اقبال)

۱۴۵۵

تاریخ اسلام

MSD
Isa
Date

جلد ۲

تالیف

غلام قادر فصیح

مکتبہ فصیح لاہور



۱۹۴۴ء

قیمت: ۴۰/-

بید

۲۹۷۵۹

ت ۴۰ ت

۰.۲

20631

SECTION

عرض حال

۱۔ یہ مفید سلسلہ اس غرض سے شروع کیا گیا ہے کہ اہل اسلام کو اپنی عجیب و غریب، حیرت انگیز اور بے نظیر تاریخ سے واقفیت پیدا ہو، جس سے وہ تقریباً نا آشنا ہو گئے ہیں اور یہ نہایت ہی قابل افسوس بات ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں سے میں نے تیرہما صرف پانچ واقعات انتخاب کر لیے ہیں۔ اس سے آگے خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت سے واقعات مسلسل قلمبند کیے ہیں۔

۳۔ مختلف روایات کا مقابلہ کرنے کے بعد واقعات حتی الامکان نہایت صحت کے ساتھ درج کیئے ہیں اور مندرجہ ذیل تاریخیں پیش نظر رہی ہیں۔

۱۔ تاریخ طبری

۲۔ تاریخ واقدی

۳۔ تاریخ اہل عرب مصنفہ سید امیر علی، بوتاریخ ابن

اثیر، ابن ہشام اور دیگر تواریخ سے ماخوذ ہے۔

۴۔ مورخین کی تاریخ عالم

۵۔ عروج و زوال سلطنت روم مصنف ایڈورڈ گلین

۶۔ اہل عرب مصنف آرثر گلین

۷۔ تاریخ اہل عرب مصنف سائمن اوکلے

۸۔ تاریخ عرب مصنف ایڈریو کرکٹن

۹۔ محمد اور ان کے جانشین مصنف ڈاٹنگٹن ہارونگ

۱۰۔ تاریخ و فتوحات اہل عرب مصنف ای ہی زمین

۱۱۔ محمدی خاندان مصنف ٹینڈے لین پول

۱۲۔ پرشیا مصنف ڈبلیو بچمن

۱۳۔ خلافت، اس کا عروج و زوال و سقوط مصنف ڈبلیو بچمن

۱۴۔ مطالعہ اسلام مصنف جان پول

۱۵۔ محمدی مذہب مصنف بی اسمتھ

۱۶۔ اسپرٹ آف اسلام مصنف سید امیر علی

وغیرہ

۴۔ واقعات کی ترتیب میں مورخین کا جزوی اختلاف ہے، مگر حالات

و نتائج پر سب متفق ہیں۔ جو ترتیب میں ملحق رکھی ہے، میرے نزدیک

سچی بہتر ہے۔

فصل

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
	جنگ یرموک کا پہا بچوانِ وطن	۱۲
	فتح بیت المقدس	۱۵
	جنگِ حلب	۱۶

تفصیل

مکتبہ فصیح ڈاکٹر سر محمد اقبال کا از حد ممنون ہے کہ آپ
نے از رو کرم "باتگِ خدا" سے اپنی شہرہ آفاق نظم
"جنگِ یرموک کا ایک واقعہ" تاریخ اسلام، جلد دوم
میں نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

DATA ENTERED

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا
 الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
 وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ
 (الجزء ۱، سورۃ الحج، آیت ۴۱)

یہ لوگ (یعنی شروع شروع کے مسلمان ہیں تو مظلوم، لیکن

اگر حاکم وقت بنا کر، ہم زمین پر ان کے پاؤں جما دیں،

تو راپھی ہی اچھے کام کریں گے یعنی نماز پڑھیں گے

اور زکوٰۃ دیں گے اور (لوگوں کو) اچھے کام کے لیے کہیں گے

اور بُرے کاموں سے منع کریں گے اور سب چیزوں کا

انجام کار تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
 مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ سَلَامٌ
 وَرَبِّهِمْ اَعْلٰی سَلَامٌ

۱۔ خلافت فاروقی کا آغاز

قائد بن ولید کا قاصد فتح دمشق کی خوش خبری بیٹے ہوسے
 مدینہ منورہ میں پہنچا۔ اُس کے پہنچنے سے چند یوم پہلے خلیفہ
 اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تقریباً ڈھائی سال کی خلافت کے بعد
 ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳ھ ہجری کو اس جہان فانی سے رحلت فرما
 چکے تھے اور اُن کی جگہ حضرت عمرؓ بن خطاب خلیفہ ثانی نامزد ہو
 چکے تھے۔ دمشق کا قاصد خط لینے ہوئے حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی
 کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے انہیں پر مرحوم و مغفور خلیفہ

سے مؤرخین کی تاریخ عالم، جلد ۸، صفحہ ۱۲۱ میں لکھا ہے کہ خلیفہ
 اول نے اسی دن وفات پائی، جس دن دمشق فتح ہوا۔
 ۳ھ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 آٹھویں پشت میں تھے ہیں۔ کعب کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا
 نام نضر تھا، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شاخیں چلیں۔ دوسرے کا نام عدی تھا۔
 عدی کا بیٹا زراح، اُس کا بیٹا قحط، اُس کا بیٹا دیاح، اُس کا
 بیٹا عبد العزی، اُس کا بیٹا نعلین، اُس کا بیٹا
 خطاب اور خطاب کے بیٹے حضرت عمر فاروق تھے۔

اول کا نام پڑھا، تو فرماتے لگے: "خليفة اول تو وفات پا چکے ہیں اور خلافت کا گراں بوجھ ضعیف عمر پر ڈال گئے ہیں۔ عدالت کروں گا۔ تو نجات پاؤں گا۔ کسی امر میں قصور کروں گا، تو ہلاک ہوں گا۔" اس کے بعد آپ نے خط پڑھا اور خوش ہوئے۔ پھر جمعے کی نماز کے بعد وہ خط حاضرین کو سنایا اور فرمایا: "میں خالد بن ولید کو لشکرِ اسلام کی امارت سے معزول کر کے ابو عبیدہ بن جراح کو امیر مقرر کرتا ہوں۔" اس پر خالد بن ولید کی قوم بنی مخزوم میں سے ایک نوجوان شخص بولا: "اے خلیفہ الرسول! کیا آپ ایسے شخص کو امارت سے معزول کرتے ہیں، جس نے ملکِ شام میں اسلام کا نام روشن کیا، دشمنوں کے دل میں بیبتا الہی ڈال دی، ان کے کئی قلعے فتح کر کے عرب کی سلطنت وسیع کی اور رومیوں کے بے شمار لشکر کو ہر ایک موقع پر شکست پر شکست دے کر عرب کی شجاعت اور بہادری کا دشمنوں کے دلوں پر سکہ جما دیا؟" خلیفہ اول کے وقت میں بھی بعض نے اسے وی تھی کہ خالد بن ولید کو امارت سے معزول کیا جائے، مگر انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی تلوار (سیف اللہ) نیام نہیں کرنا چاہتا، جس نے دینِ اسلام کی تائید کی ہے اور دشمنوں پر اہل اسلام کو غالب کیا ہے۔ پھر آپ اسے امارت سے کیوں معزول کرتے ہیں؟ خلیفہ ثانی نے اس کے جواب میں فرمایا: "میں نے امارت کا بڑا بھاری

بوجھ اٹھایا ہے اور میں چرواہے کے مثل ہوں۔ اگر چرواہا غفلت کرے، تو اس سے باز پُرس کی جاتی ہے۔ اگر مجھ سے کوئی قصور ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کرنی پڑے گی۔ خلیفہ اول کو خالد بن ولید پر زیادہ اعتماد تھا۔ اس لیے انہوں نے اسے لشکرِ اسلام کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ مجھے ابو عبیدہؓ پر زیادہ اعتماد ہے اس لیے میں اسے امیر مقرر کرتا ہوں اور لشکرِ اسلام اس کی حفاظت و نگرانی میں چھوڑتا ہوں، کیونکہ وہ امین الامت ہے اور مجھے اس پر کامل اطمینان ہے۔ اس پر وہ مخزومی نوجوان خاموش ہو گیا اور خلیفہ ثانی نے ابو عبیدہ بن جراح کے نام یہ خط لکھا:

”اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں، جو بڑا حسد بان ہے۔ نہایت رحم والا ہے۔ یہ نخط اللہ کے بندے، مومنوں کے سرور اور مسلمانوں کے خدمت گزار عمر کی طرف سے ابو عبیدہ بن جراح کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔“

واضح ہو کہ میں مسلمانوں کی قیادت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم اس سے شرمانا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ وہی باقی ہے اور اُس کے سوا سب مٹا دیے ہیں۔ اُس نے تمہیں کفر و گمراہی سے نکال کر ایمان و ہدایت بخشی۔

خالد کے بجائے تمہیں سردار مقرر کیا جاتا ہے۔ لشکر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لو۔ مالِ غنیمت کی امتیاز میں مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالنا، جماعتِ کثیر کے مقابلے میں تھوڑی جمعیت نہ بھیجنا۔ مسلمانوں سے یہ تمہیں کہنا کہ میں تمہارے غلبے کی امید رکھتا ہوں، کیونکہ غلبہ تدبیر پر موقوف ہے اور بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہیے۔ تمہیں احتیاط رکھنا اور مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔ دنیا کی طرف سے آنکھیں بند اور طمع دنیا سے دل خالی رکھنا۔ جس طرح پہلے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں، کہیں تم اس طرح ہلاک نہ ہو جانا۔ اپنے دورانِ سفر میں تم نے ان ہلاک ہونے والوں کی بستیاں دیکھی ہوں گی اور تم ان کے پوشیدہ حالات سے واقف ہو۔ تمہارے اور عالمِ آخرت کے درمیان کا پردہ نہایت باریک ہے۔ تمہارے بزرگ اُس عالم کی طرف پیشتر جا چکے ہیں اور تم ایسے مقام سے کوچ کرنے کو تیار بیٹھے ہو، جس کی

شگفتگی اور تازگی جا چکی ہے۔ لہذا لوگوں کو ترغیب دو کہ اس گھر کا خیال چھوڑ کر اُس گھر کی طرف کوچ کی فکر کریں جس کا زادِ راہ پر سبز گاری ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کی نیکبانی کرو۔

جو گیہوں اور جو تھیں و مشق سے ملے ہیں، وہ مسلمانوں

کا حق ہے۔ جو سونا چاندی ملا ہے، اس میں سے بیتہ البرال کے پینے خمس (پانچواں حصہ) نکال کر باقی اشکریوں میں تقسیم کرو۔

فتح و مشق کے بارے میں تمہارے اور خالدؓ کے

اختلاف کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ فتح صلح سے ہوتی،

قتال سے نہیں، کیونکہ اب تمہیں وہاں کے سردار اور

حاکم ہو۔

تم پر اور سب مسلمانوں پر سلامتی ہو!

یہ خط لکھ کر خلیفہ ثانی نے عامر بن ابی وقاص کے سپرد کیا، اور

انہیں تاکید کی کہ جلد و مشق پہنچ کر سردارانِ لشکر کو جمع کر کے خط

سنادیں اور شداد بن اوس کو عامر کے ہمراہ اس غرض سے بھیجا کہ

خلیفہ ثانی کی طرف سے لشکریوں سے بیعت لیں۔

جب عامر بن ابی وقاص شداد بن اوس کے ہمراہ خالد بن ولید

کے پاس پہنچے، تو انہوں نے کہا: "خلیفہ اول وفات پا چکے

ہیں اور ان کی جگہ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی مقرر ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایک خط بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جائے۔ اس سہیلنے آپ سب سرداروں کو یہاں جمع کرویں تاکہ وہ خط سن لیں اور ساتھ ہی شہزاد بن اوس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

خالد بن ولید اور ان کے ہمراہی خلیفہ اول کی وفات سے دلگیر ہوئے اور سب نے ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کی پھر سب سردار جمع ہو گئے۔ اور عامر نے خلیفہ ثانی کا خط پڑھ کر سنایا سب نے آمتا و صدقاً کہا اور ابو عبیدہ نے شکر اسلام کی امارت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر سب نے شہزاد بن اوس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خالد بن ولید نے اپنی معزولی کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور کہا: "میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا ہے، مجھے امارت یا سرداری کی خواہش نہیں۔ میں ایک سپاہی کی حیثیت سے اسلامی علم کے نیچے لڑوں گا۔ خواہ وہ علم کسی کے ہاتھ میں ہو۔ مجھے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی مطلوب اور میدان جنگ میں شہادت پانے کی تمنا ہے خدا مجھے نصیب کرے!" بعض آدمیوں کا خیال تھا کہ خالد بن ولید معزولی کے بعد آئندہ لڑائیوں چنڈال حصہ نہ لیں گے، مگر انہوں نے آئندہ معرکوں میں جاں بازی اور جاں نشاری دکھا

کر یہ خیال غلط اور اپنا قول سچا ثابت دکھایا، جیسا کہ آئندہ لڑائیوں کے مطالعے سے صاف واضح ہو جائے گا۔ واقعی خالد بن ولید محض اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کو مقدم سمجھتے تھے، اور اسلام کی تائید میں آنھوں نے کسی موقع پر بھی جان دینے میں دریغ نہیں کیا۔ ایسے ہی لوگ تھے، جنھوں نے اسلام کو اس عروج تک پہنچایا کہ دنیا کی آنکھیں، اُس کا جاہ و جلال اور حیرت انگیز ترقی دیکھ کر خیرہ ہو گئیں، اور اُن کے منہ سے بے اختیار حیرت اور استعجاب کے نعرے بلند ہوئے۔

جب ابو عبیدہؓ نے لشکرِ اسلام کی امارت اپنے ہاتھ میں لے لی، تو یہ فکر کرنے لگے کہ اب کس طرف کوچ کریں۔ کبھی تو وہ خیال کرتے تھے کہ بیت المقدس پر چڑھانی کریں اور کبھی یہ چاہتے تھے، کہ انطاکیہ پر حملہ کریں کہ اتنے میں ایک شخص نے، جو اہل دمشق میں سے تھا، ابو عبیدہؓ کو خبر دی کہ یہاں قریب ایک قلعہ موسوم بہ حصین ابی القدس ہے۔ وہاں زیادہ فوج بھی نہیں۔ اگر تھوڑا سا لشکر بھی وہاں پہنچ جائے، تو قلعہ مسخر ہو جائے گا۔ اس مقام پر سال بسال ایک بڑا بازار لگتا ہے، اور گرد و نواح کے ہزاروں اشخاص وہاں خرید و فروخت کرتے ہیں۔

ابو عبیدہؓ نے پوچھا: "وہ کتنی دُور ہے اور کس طرف ہے؟" مخبر

نے کہا: ”یہاں سے دس فرسنگ کے فاصلے پر ہے، اور عرق اور
 طرابلس کے درمیان ہے۔“ اس پر ابو عبیدہؓ نے اپنے سرداروں
 کو جمع کر کے کہا: ”حضرت ابنی القدس کی مهم پر کون جانا چاہتا ہے؟“
 کسی نے جواب نہ دیا اور سب خاموش ہو گئے۔ ابو عبیدہؓ نے دوبارہ
 یہ سوال کیا اور ان کا منشا دراصل خالد بن ولید کو مخاطب کرنے
 کا تھا، مگر حیا کے باعث براہ راست ان سے نہ کہہ سکے۔ پھر بھی
 کسی نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر انہوں نے یہی سوال کیا،
 اس وقت ایک خوبصورت نوجوان اٹھا اور اس نے عرض کی:
 ”حکم ہو، تو میں اس مهم پر جاؤں۔“ یہ نوجوان عبداللہ بن جعفر
 طیار تھے۔ حضرت جعفر طیار حضرت علیؓ کے حقیقی اور رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کے چچرے بھائی تھے، اور جنگ موتہ میں داؤ
 شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ عبداللہ ان دنوں حسرت
 سال تھے۔ جب وہ جوان ہوئے، تو وہ بھی لشکر شام میں آئے،
 ابھی تک وہ کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے تھے۔ ابو عبیدہؓ نے
 جو اس خوبصورت ہاشمی نوجوان کو دیکھا، تو بہت خوش ہوئے اور
 کہنے لگے: ”اے رسول خدا کے بھتیجے! تم واقعی اس سرداری کے
 لائق ہو۔ پانچ سو سوار لے لو اور اس مخبر کے ہمراہ جا کر حضرت ابنی
 القدس کو تسخیر کر آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نصرت کرنے والا ہے۔“ ابو عبیدہؓ
 نے ایک نشان عبداللہ بن جعفر کو دیا اور پانچ سو سوار منتخب کر کے ان

کے ہمراہ رکھے۔ جب یہ سردار تیار ہو گئے، تو رہبران کے آگے ہو لیا۔
اور حضرت ابی القدس کی طرف لے چلا۔

یہ روانگی رات کے وقت ہوئی۔ رات چاندنی تھی، سواروں کو
راستے میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ صبح ہونے کے قریب تھی کہ
وہ دامن کوہ میں پہنچے۔ اور رہبر کے کہنے پر وہاں ٹھہر گئے۔ اُس
نے کہا: "آپ سب یہاں سستا لیں، میں قلعے کی طرف جاتا
ہوں تاکہ معلوم کروں کہ وہاں کیا حالت ہے؟" راہبر کو واپس
آنے میں کچھ دیر ہو گئی، اور مسلمان اُس پر بدگمانی کرنے لگے۔ بعض
نے کہا کہ شاید ہم سے دعا کی گئی ہے، اور راہبر نے ہمیں کسی
پھندے میں پھنسا دیا ہے، مگر ابوذر غفاری نے کہا: "بلا وجہ
بدظنی نہیں کرنی چاہیے۔ عبر سے کام لو اور دیکھو، کیا نتیجہ نکلتا ہے؟"
اتنے میں راہبر واپس آ گیا، مگر وہ بڑا ترسا اور ہراساں تھا
عبداللہ بن جعفر نے پوچھا: "کہو، کیا خبر لائے؟ پریشان کیوں
ہو؟" راہبر نے کہا: "خدا کی قسم! جب میں نے حضرت ابی القدس
کا سپہ سالار لشکر کے پاس ذکر کیا تھا، تو مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ
یہاں ایسی آفت اور مشکل پیش آئے گی۔ مجھے یہی خیال تھا، کہ
قلعے میں تھوڑی سی فوج ہوگی یا شہری لوگ ہوں گے۔ زیادہ
سے زیادہ بازار کی خرید و فروخت کرنے والے عوام الناس ہونگے
اور قلعے پر باسانی قبضہ ہو جائے گا۔ مگر اب جو میں نے دیکھا، تو

ہمارے کی صورت ہی اور ہو گئی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ میری نسبت بدظنی کریں گے۔" عبداللہ بن جعفر نے کہا: "ہم تمہاری نسبت بدظنی نہیں کرتے۔ تم اصل حالات سے ہمیں اطلاع دے دو۔"

اس پر راہبر نے کہا: "آج یہاں بازار لگے گا۔ ہزار ہا آدمی یہاں آئے ہوئے ہیں، مگر بڑی خطرناک بات ہے کہ طرابلس کے حاکم کی لڑکی کی شادی ایک قریب کے امیر کے ساتھ قرار پائی ہے، اور دستور کے موافق حضرت ابی القاسم میں شادی کی رسوم ادا کرنے آئے ہیں، کیونکہ یہ مقام ان کے نزدیک بڑا متبرک ہے اور جب کبھی اس پاس کے امرا میں شادی ہوتی ہے، تو وہ یہیں آکر رسوم ادا کرتے ہیں۔"

عبداللہ بن جعفر نے کہا: "یہ تو کوئی ڈراؤنی بات نہیں۔ تم کیوں گھبرا رہے ہو؟" راہبر نے کہا: "اس میں ڈراؤنی بات یہ ہے کہ ان سرداروں کے ہمراہ پانچ ہزار مسلح جوان ہیں، جو ان کی حفاظت کے لیے آئے ہیں، کیونکہ جب سے آپ نے ملکِ شام پر حملہ کیا ہے، تمام سردار چوکنے ہو گئے ہیں اور بڑی حفاظت کے ساتھ کہیں آتے جاتے ہیں۔ مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ یہاں شادی کی رسوم ادا ہونے والی ہیں، ورنہ میں آپ کو یہاں ہرگز نہ لانا، کیونکہ آپ کے ہمراہی بہت تھوڑے ہیں، اور آپ لوگ ہرگز ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ واپس

تشریف لے جائیں، کیونکہ اتنی بڑی جماعت سے مقابلہ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔“ عبداللہ بن جعفر کے چند ہمراہی فوراً بول اُٹھے: ”راہبر کا قول درست ہے۔ بلاشبہ ہمیں جان ہلاکت میں نہیں ڈالنی چاہیے، کیونکہ خدا کا حکم ہے کہ اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔ خلیفہ ثانی کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر ابو عبیدہ کو دشمنوں کی کرتوت کا علم ہوتا، تو وہ کبھی اتنے تھوڑے آدمی یہاں روانہ نہ کرتے۔“

عبداللہ بن جعفر نے کہا: ”یہ بات تو درست ہے کہ ہمیں ہلاکت میں نہیں پڑنا چاہیے، مگر یہ صورت اس وقت ہو سکتی تھی جب ہم کسب میں تھے۔ اب ہم عزم جنگ کر کے یہاں آ پہنچے ہیں اور یہ اتفاقی بات ہے کہ دشمن ہماری امید سے بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں۔ اب ہمارا اس جگہ سے واپس جانا بمنزلہ بھاگ جانے کے ہے۔ اب تو ہمیں خلیفہ اول کی نصیحت پر عمل کرنا ہے کہ دشمنوں کی کثرت دیکھ کر گھبراتا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر یہاں سے پھر گیا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھانگنے والوں میں شمار کرنے کا اور میں روز قیامت اپنے چچا کو کیا منہ دکھائوں گا؟ میں تو واپس جانے کا نہیں۔ ہاں، جسے دشمن کا خوف ہے اور جان پیاری ہے، وہ واپس چلا جائے۔“

عبداللہ بن جعفر کے یہ شجاعانہ کلمات سن کر ان کے ہمراہی سخت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے: ”ہم آپ کے ہمراہ جان دینے

کو تیار ہیں۔ ہم نے تو احتیاطاً کہا تھا، ورنہ ہم موت سے نہیں ڈرتے
 لیکن اس میں کیا ہرج ہے کہ ہم سپہ سالارِ لشکرِ اسلام کو اصل حالات
 کی اطلاع بھیج دیں تاکہ اگر وہ مناسب سمجھیں، تو کمک بھیج دیں، جو
 آڑے وقت میں ہمارے کام آئے۔ عبداللہ بن جعفر نے یہ بات تسلیم
 کر لی اور فوراً ایک قاصدِ دمشق کو روانہ کر کے آپ جنگ کے لئے
 تیار ہو گئے۔

۲- ریح ابی القدس

جب عبداللہ بن جعفرؓ کا قاصد بڑی تیز رفتاری سے ابو عبیدہؓ سے سہ سالار لشکر اسلام کے پاس پہنچا اور ابی القدس کی جمعیت کا حال انہیں معلوم ہوا، تو وہ بڑے اندوہگین ہوئے اور کہنے لگے: ”مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ ابی القدس میں اتنے جنگجو ہوں گے۔ میں نے تو راہبر کے اطمینان والے پرکے وہاں تھوڑی سی فوج رہتی ہے، عبداللہ بن جعفر کو صرف پانسو سوار دے کر اس طرف روانہ کیا تھا، اس خیال سے کہ اتنا لشکر اس قلعے کی تسخیر کے لیے کافی ہوگا۔“

پھر انھوں نے قاصد سے پوچھا: ”عبداللہ بن جعفر کے ہمراہی کس کا انتظار کریں گے یا انتظار کے بغیر ہی لڑائی شروع کر دیں گے؟“ قاصد نے کہا: ”ان کا ارادہ تو فی الفور لڑائی شروع کرنے کا تھا، اگرچہ بعض آدمیوں نے ان کو صلاح دی تھی کہ واپس ہو جائیں، مگر عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ ہم جنگ کا عزم کر کے آئے ہیں، اب اگر وہ نہیں واپس چلے گئے، تو بھاگنے والوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔“

اس پر اُن کے ہمراہی بھی مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ مجھے احتیاطاً لڑکے کے ریلے روانہ کر دیا۔ معلوم نہیں کہ لڑکے کا وقت پر پہنچ بھی سکے گی یا نہیں کیونکہ لڑائی تو اب شروع ہو گئی ہوگی۔

ابو عبیدہؓ یہ سن کر اور بھی دلگیر ہوئے اور کہنے لگے: "امارت ہاتھ میں لے کر میں نے یہ پہلا لشکر بھیجا ہے۔ اگر اس لشکر کو خدا نخواستہ گزند پہنچا، تو میں اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا۔ اور خلیفہ ثانی نہیں گے، تو کیا کہیں گے؟ اُن کا تاکید حکم ہے کہ کثیر جماعت کے مقابلے پر تھوڑا سا لشکر نہ بھیجا کرو تاکہ اہل اسلام ہلاک نہ ہوں۔ اب کیا کرنا چاہیے؟" آخر انہوں نے خالد بن ولید کو بلایا اور سب حال سنا کر کہا: "اے ابا سلیمان! اس میدان کے مرد تمہیں ہر جلد اپنے بھائیوں کی کمک کو پہنچو۔ میرا پہلے بھی یہی ارادہ تھا کہ تم اس مہم پر جاتے، مگر میں حیا سے صاف لفظوں میں کہہ نہ سکا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید تم جانا پسند نہ کرو، کیونکہ خلیفہ ثانی نے فوج کی کمان میرے سپرد کر دی، اس سے تمہاری دشمنی ہوئی ہوگی" خالد بن ولید نے کہا: "خدا گواہ ہے، مجھے خلیفہ ثانی کا حکم بسر و چشم منظور ہے۔ میری دل شکنی نہیں ہوئی۔ میں تو اللہ کے راستے میں جان دینے پر ہر وقت تیار ہوں۔ مجھے امارت

۱۔ خالد بن ولید کی کنیت ابو سلیمان تھی۔

وغیرہ سے کیا سروکار؟ آپ تو ہم میں ٹھیکہ زندگی اور بلند مرتبے کے آدمی
 ہیں۔ اگر خلیفہ ثانی ایک طفل نوخیز کو لشکر اسلام کا امیر بنا دیں۔
 تو میں اُس کے ماتحت بھی اسلام کی خدمت دل و جان سے کرونگا،
 جیسے اب تک کرتا رہا ہوں۔ جس شخص کو ہر جنگ کے موقع پر یہی
 خواہش رہتی ہے کہ میدان جنگ میں شہادت نصیب ہو، وہ
 امارت اور سرداری کا کب خیال کر سکتا ہے؟ اللہ نے چاہا، تو میں
 عنقریب امیر المؤمنین اور دیگر اہل اسلام پر ثابت کر دوں گا، کہ
 میں ناموری، شہرت، عزت یا رتبہ حاصل کرنے کے لیے شمشیر زنی
 نہیں کر رہا ہوں، بلکہ محض اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم کی رضامندی اور اُن سے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے۔
 آپ سخت سے سخت اور خطرناک سے خطرناک مہم پر جانے کا بلا
 تامل حکم دیں، آپ مجھے کبھی پس و پیش کرتے نہ پائیں گے۔ میں
 نے کبھی امارت یا سرداری کی خواہش نہیں کی۔ خود ہی خلیفہ اول نے
 امیر کر دیا تھا۔ مستدر ہونے کی کوئی خواہش نہ تھی، معزول ہونے کا
 کوئی غم نہیں۔ ابو عبیدہؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا: ”مرحبا
 جزاک اللہ! تم اپنا لشکر، جو عراق سے لائے تھے، ہمراہ لے کر
 ابی القدس کو نہایت تیز رفتاری سے جاؤ۔ خدا کرے، وقت پر پہنچ جاؤ
 اور اہل اسلام کو ہلاکت سے بچالو۔“
 خالد بن ولیدؓ اسی وقت اپنے خیمے میں گئے اور مسیلمہؓ کو اب

کی زدہ، جو فتح یمامہ میں ملی تھی، زیب تن کی، سر پر خود رکھا اور مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اپنا سیاہ علم، جس کا نام رایتہ العقباب تھا، ہاتھ میں لے لیا اور اپنے لشکر کو جو لشکر زحف کے نام سے موسوم تھا، تیار ہونے کا حکم دیا۔ شکر بن خالد بن ولید کو مسلح دیکھ کر فی الفور تیار ہو گئے۔ ضراء بن ازور، رافع بن عمیرہ اور دیگر جنگجو بہادروں نے زریں پہن لیں اور تلواریں اور نیزے سنبھال کر جنگی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ خالد بن ولید نے کہا: ہمیں ابی القدس پہنچنا ہے، جو یہاں سے دس فرسنگ ہے۔ گھوڑوں کو تیز چلاؤ تاکہ ہم دن ہوتے ہوتے منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ہمارے بھائی وہاں کثیر دشمنوں سے لڑائی میں مشغول ہیں، ایسا نہ ہو کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے مغلوب ہو جائیں۔ یہ سنتے ہی سب کے دل جوش سے بھر گئے اور گھوڑے ایسے سرپٹ چھوڑ دیے کہ ہراسے بھی آگے جانے لگے۔ جب عبداللہ بن جعفر نے صبح ہونے سے پیشتر قاعد کو ابو عبیدہؓ کے پاس بھیج دیا، تو راہبر سے پوچھا: "لڑائی کس وقت شروع کریں؟" راہبر نے کہا: "میری صلاح مانو، تو ملک آنے تک لڑائی موقوف رکھو۔ میں ڈرتا ہوں کہ تمہارا گروہ قبیل اور جماعت کثیر ہے۔ تم ان پر غالب نہیں آسکو گے۔" طرابلس کا حاکم بڑا شجاع اور بہادر جنگجو ہے۔ اور اس کے ہمراہی بڑے دلیر اور زدہ پوش ہیں۔" عبداللہ بن جعفر نے کہا:

"ہم کمک کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ہم ابھی لڑائی کے لیے تیار ہیں، کیونکہ ہم خاص طور پر اسی کام پر بھیجے گئے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے فرائض کی بجا آوری میں سستی کی، تو ہم عتاب کے سزاوار ہونگے اور ہمارا سپہ سالار نہیں ملامت کرے گا اور دیگر سردار بھی یہ بات ناپسند کریں گے۔ میں ہاشمی ہوں، میرے آبا و اجداد، میرے چچا

مشہور تیغ زن تھے۔ میرے باپ بھی بڑے شجاع تھے، اور میدان

جنگ میں شہید ہوئے۔ میرے چچا علی بن ابی طالب ہیں۔ میرے

چچا خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دشمن کی کثرت دیکھ کر میں

کیونکر لڑائی سے منہ پھیر سکتا ہوں؟ نبی ہاشم نے کبھی میدان جنگ

سے پیٹھ نہیں پھیری۔ تم یہ بتلاؤ کہ کس وقت ہمارا حملہ کرنا فائدہ مند

ہوگا؟" راہبر نے کہا: "اگر آپ لڑائی پر ایسے ہی تلے بیٹھے ہیں، تو

آپ کی مرضی۔ میں الزام سے بری ہوں، کیونکہ میں نے آپ کو

پیش از وقت خطرے سے مطلع کر دیا۔ اچھا، اس وقت تو سب

لوگ یکجا ہیں۔ میری رائے میں یہ بہتر ہوگا کہ آپ کچھ دن چڑھے

تک اسی جگہ مقیم رہیں۔ جب صبح کو بازار لگے گا اور لوگ خرید و

فروخت کرنے لگیں گے، تو اس وقت حملہ کرنے کا ٹھیک موقع ہوگا۔

طلابیس کا امیر اور اس کے ہمراہی بھی دیر میں شادی کی رسوم ادا

کرنے میں مصروف ہوں گے۔ آپ کا حملہ اچانک ہوگا۔ شاید

ان کے دل میں دہشت بیٹھ جائے اور آپ کو باسانی فتح حاصل

ہو جائے، گو مجھے باور نہیں آتا کہ ایسی صورت ہو، کیونکہ آپ کی تعداد بہت قلیل ہے۔

جب صبح ہوئی، تو عبداللہ بن جعفر ہمراہیوں سمیت جنگ کے لیے تیار ہوئے۔ جب شہر کے قریب پہنچے، تو پانسو سواروں کے پانچ دستے بنائے اور ہر ایک دستے پر ایک ایک افسر مقرر کیا۔ ایک دستہ اپنے ہمراہ رکھ لیا اور ان سے کہا: "مختلف سمتوں سے شہر میں داخل ہونا، لیکن بازار لوٹنے کی طرف مطلق توجہ نہ کرنا، بلکہ سب کے سب دیر کی طرف رخ کر لینا۔ اگر بازار میں کوئی مزاحم ہو، تو لڑنا، ورنہ دیر میں پہنچ کر جمع ہو جانا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا، تو ہمارے جمع ہونے کی جگہ دیر ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر ملیں گے۔" تمام سوار عبداللہ بن جعفر کے کہنے پر تکبیریں کہتے ہوئے شہر پر لوٹ پڑے۔ لوگ شہر میں بکثرت خرید و فروخت کر رہے تھے اور ان میں اکثر مسلح تھے۔ چونکہ انہوں نے تکبیر کا نعرہ سنا، سب جمع ہو کر مسلمان سواروں کے مزاحم ہوئے۔ تلوار چلنے لگی۔ ہزاروں قتل ہوئے، مگر ان کی جگہ اور آجاتے تھے۔ حاکم طرابلس کے کچھ ہمراہی بھی لڑائی کا شور مچا کر بازار میں آئے اور مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مسلمان دو دستی تلوار چلا رہے تھے اور عبداللہ بن جعفر کی شجاعت کا تو کچھ بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ ابوذر غفاری حالانکہ سال خور وہ تھے، مگر اس شجاعت سے

لڑے کہ نوجوان کیا لڑیں گے؟ اور بھی جتنے بدری صحابی تھے، جان توڑ کر لڑے اور دشمنوں کو بار بار کر گرا دیا۔ مگر شامی برابر انھیں گھیرے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن جعفر کی تلوار ٹوٹ گئی۔ انھوں نے دوسری لے لی۔ ان کا گھوڑا بھی خستہ ہو رہا تھا، مگر علم بدستور ان کے ہاتھ میں تھا اور تلوار برابر چل رہی تھی۔ شامیوں کا زیادہ تر ہجوم بھی عبداللہ بن جعفر کے گرد تھا، کیونکہ ان کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔ ابوذر غفاری نے عبداللہ بن جعفر کی پوری رفاقت کی، ایک دم کے لیے بھی ساتھ نہ چھوڑا اور ہمیشہ بائیں شامیوں کو گرا کر عبداللہ بن جعفر کا راستہ صاف کرتے رہے۔ اہل اسلام کے بازو تلوار مارتے مارتے سشل ہو گئے۔ شہادت ان کو دکھائی دے رہی تھی، مگر شوق شہادت میں تلوار پر چلائے جاتے تھے۔ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اسی سر زمین میں قبریٰ ہونگی۔

دن ڈسل گیا اور لڑائی ابھی تک زور پھرتی۔ اہل اسلام متفرق جگہوں میں لڑ رہے تھے۔ ایک دستے کو دوسرے کی خبر نہ تھی، مگر اسلامی علم سب کو نظر آ رہا تھا اور اس سے مظاہرین کہتے کہ کم از کم عبداللہ بن جعفر تو ابھی تک زندہ ہیں۔ مسلمان اپنی جانوں سے بایوس ہو گئے تھے، کیونکہ ان کے بازو تھک گئے تھے اور دن غروب ہونے کے قریب تھا کہ خالد بن ولید اور ضرار بن ازور اپنے لشکر کے آگے بڑھے ہوئے لڑائی کے موقع پر پہنچ گئے، اور معاً

تکبیر کا نعرہ بلند کر کے میدان جنگ میں شریک ہو گئے۔ انہوں نے اسلامی علم دیکھ کر سمجھ لیا کہ عبداللہ بن جعفر اسی جگہ ہوں گے۔ اس لئے ضرار بن ازور اور خالد بن ولید نے اسی طرف کا رخ کیا، مگر شامیوں کی دیوار ان کے درمیان حائل تھی۔ ضرار بن ازور کا نیزہ اپنا کام کرنے لگا، اور لحظہ بھر میں راستہ صاف کر کے ضرار بن ازور عبداللہ بن جعفر تک پہنچ گئے۔ عبداللہ بن جعفر کی حالت اس وقت بہت نازک ہو چکی تھی، قریب تھا کہ وہ گھوڑے سمیت گر پڑیں کہ ضرار بن ازور کے پہنچ جانے سے انہوں نے خوشی کا نعرہ بلند کیا اور کہا: "مسلمانو! خوش خبری ہو کہ خالد بن ولید اور ضرار بن ازور آہنچے۔ تھوڑی دیر اور استقامت کرو، اب کوئی شامی زندہ نہ بچ سکے گا!"

شامیوں کے سر پر پہلے ہی موت سوار تھی، مگر مسلمانوں کی جماعت قلیل دیکھ کر دباٹے جاتے تھے۔ اب تو ان کے چھکے پھوٹ گئے اور خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں نے ایسا دبا دیا کہ وہ ہٹتے ہٹتے دیر کے قریب پہنچ گئے، وہاں باقی ماندہ سپاہی، جو حاکم طرابلس اور اس کی لڑکی کی حفاظت کے لیے دیر میں رہ گئے تھے، شکر اسلام پر حملہ آور ہوئے اور پھر لڑائی زور سے شروع ہوئی۔ خود حاکم طرابلس میدان میں اتر آیا، اور مقابلہ کرنے لگا۔ میدان میں آتے ہی وہ شمیر کی طرح گر جا۔ معاً ضرار بن ازور

ویسے ہی گرختے ہوئے اُس کے مقابل ہوئے۔

بطریق یعنی حاکم طرابلس نے ضرار پر وار کیا۔ ضرار نے گھوڑا پھیر کر وار خالی دیا، مگر زمین ناہموار تھی، گھوڑا اٹھو کر کھا کر گر پڑا۔ ضرار فی الفور زمین سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ڈھال سامنے رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

بطریق نے ضرار کو قتل کرنے کے لیے گرز اٹھایا۔ ضرار نے نیزے کی انی اُس کے گھوڑے کی گردن میں چبھو دی، جس سے اس کا گھوڑا سینخ پا ہو گیا۔ اور گرز کا وار بطریق کے اپنے گھوڑے کے سر پر پڑا۔

گھوڑے کا سر پاش پاش ہو گیا اور بطریق سمیت زمین پر آ رہا۔ بطریق اپنے گھوڑے کے پیچھے سے نکلنے نہ پایا تھا کہ ضرار نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ مگر اس کی زدہ پر تلوار نے کچھ اثر نہ کیا۔ ہزارہ اس کی چھاتی پر

چڑھ بیٹھے اور ایک چھوٹے سے مینی خنجر سے سر کاٹ دیا۔ بطریق کے مارے جانے پر شامیوں کی چیخیں نکل گئیں اور سب کے سب دیوانہ

وار ضرار پر ٹوٹ پڑے۔ مگر اتنے میں عبداللہ بن جعفر، خالد بن ولید اور رافع بن عمیرہ ضرار کے قریب پہنچ گئے اور شامیوں کو تلوار پر رکھ

لیا۔ آخر شامی ہمت ہار کر بھاگ نکلے۔ خالد بن ولید نے ان کا تعاقب کیا۔ بہتوں کو راستے میں مار کر گرا دیا اور بہت سے اسیر کیے۔ حاکم

طرابلس کی لڑکی خواصوں سمیت گرفتار ہو گئی۔ اور اس قدر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ دن بھر کی مشقت اور تکلیف بھول گئے۔

ضرار بن ازور نے بطریق طرابلس کا گھوڑا اور اُس کا اسباب لے لیا۔

یہ اسباب بڑا قیمتی تھا اور بہرے اور جو اہرات اس میں جیسے ہوئے تھے۔
 جب کامل فتح ہو گئی، تو خالد بن ولید اور عبد اللہ بن جعفر قیدی اور
 مالِ غنیمت لے کر خوش خوش واپس ہوئے۔ راستے میں عبد اللہ
 بن جعفر نے خالد بن ولید کا شکر یہ ادا کیا کہ آپ عین وقت پر پہنچے،
 ورنہ ہم تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ خالد بن ولید نے کہا: اتنے
 عرصے تک مقابلے پر اڑے رہنا اور اتنی تھوڑی جمعیت کے ساتھ
 اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا اور لخطہ بھر کے لیے بھی ہمت نہ ہارنا واقعی
 آپ ہی کا حصہ ہے اور یہ بنی ہاشم ہی کا دل گروہ ہے۔ آپ نے ان
 شامیوں سے اپنے بہادر اور شہید باپ کا خوب ہی بدلہ لیا۔ آفرین اعد
 آفرین! "عبد اللہ بن جعفر نے کہا: "یہ محض اللہ تعالیٰ کی تائید تھی اور
 بس۔ میری یہ پہلی لڑائی تھی اور اللہ کا احسان ہے کہ میں اس میں اللہ
 تعالیٰ اور اپنے چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُرخرو ہوا۔ خالد
 بن ولید نے کہا: "بسم اللہ تو اچھی ہوئی ہے۔ خدانے چاہا تو آپ کا
 فولادی بازو اسلام کی تائید میں عجب جوہر دکھائے گا۔" جب خالد بن
 ولید اور عبد اللہ بن جعفر مظفر و منصور مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لیے
 ہوئے ابو عبیدہ کے پاس آئے، تو وہ بڑے خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ
 کا شکر بجالائے، کیونکہ ان کو اس بات کی بڑی فکر تھی کہ اگر خدا نخواستہ مسلمان
 ہلاک ہو گئے، تو خلیفہ ثانی کو کیا جواب دیں گے، مگر ان کی نیک نیتی
 اچھا پھل لائی اور ان کا غم خوشی سے بدل گیا۔ جب مالِ غنیمت

ابو عبیدہؓ کے سامنے رکھا گیا، تو انہوں نے بطریق طرابلس کا سب سامان
نزار بن ادور کو دے دیا اور کہا: "یہ تمہارا حق ہے۔" غرار وہ سامان اپنی
بن خود کے پاس لے گئے اور ان کے حوالے کر دیا۔ اس میں ہمیر سے
اور جو اہرات جڑے ہوئے تھے۔ خود نے وہ ہمیر سے اور جو اہرات نکال
کر اپنی بھڑی خواتین میں تقسیم کر دے۔ وہ سب کی سب یہ ہدیہ لے کر
بڑی خوش ہوئیں۔

پھر عبداللہ بن جعفر نے کہا: "بطریق طرابلس کی لڑکی مجھے دے دی جائے"
ابو عبیدہؓ نے کہا: "جب تک خلیفہ ثانی کا حکم نہ آئے، یہ کام میں اپنی
مرضی سے نہیں کر سکتا، گو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمہارا حق ہے اور تم
اس کے نزاوار ہو، مگر پھر بھی امیر المؤمنین کی رائے دریافت کرنی
ضروری ہے، کیونکہ وہ ایک ذرہ سی غلطی پسند نہیں کرتے، عدل ان
کا شیوہ ہے، بلکہ یوں کہتا چاہیے کہ وہ مجسم عدل ہیں۔ تم ان کا حکم
آنے تک انتظار کرو، کیونکہ یہ کوئی معمولی قیدی نہیں۔" ابو عبیدہؓ نے
اس لڑائی کا حال مفصل لکھ کر خلیفہ ثانی کی خدمت میں ارسال کیا اور
مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھی بھیج دیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ فتح خالد بن ولید
کے طفیل ہوئی۔ اور انہیں کی جانبازی اور جاں نثاری سے اتنے
مسلمانوں کی جانیں بچیں اور اس قدر مال غنیمت اور قیدی پانچ آئے
یہ بھی اطلاع دی کہ عبداللہ بن جعفر حاکم طرابلس کی لڑکی کے خوشگوار
ہیں۔ خلیفہ ثانی یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور ابو عبیدہؓ کی تحریروں

سے اتفاق کیا اور حاکم طرابلس کی لڑکی عبداللہ بن جعفر کو دے دینے کا حکم صادر فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر بہت ہی خوش ہوئے اور وہ لڑکی بھی بڑی خوش ہوئی، کیونکہ اسے کنیری میں زندگی بسر کرنے کے بجائے عرب کے ایک والا حسب شہزادے کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہوا۔

اہل اسلام کا رعایائے شام کے ساتھ نرم سلوک بالکل بے نظیر تھا۔ اس سے پہلے کسی فاتح قوم نے ان کے ساتھ ایسا مشفقانہ سلوک نہ کیا تھا۔ ان کے اپنے حاکم بھی ان پر نہایت تشدد کرتے تھے اور ہمیشہ لوٹتے رہتے تھے۔ مگر اہل عرب سوائے خراج کے، جو نہایت منصفانہ طور پر مقرر ہوتا تھا، رعایا کی ایک چیز بھی نہ چھیڑتے، بلکہ ان کے جان و مال کی حفاظت کرتے، زیر دست اور زیر دست کو برابر سمجھتے اور کمزوروں کا حق زور آور سے دلاتے تھے۔ اس وقت کے آئین جنگ میں مفتوح قوم پر تشدد اور سختی جائز سمجھی جاتی تھی اور اب بھی ہمدرد گورنمنٹیں کسی حد تک جائز قرار دیتی ہیں۔ مگر اہل عرب نے آئین جنگ کا بھی فائدہ نہ اٹھایا ابھی چند ہی سال گزرے تھے کہ اسی ملک شام میں شاہ ایران نے حملہ کر کے تمام علاقہ شام کو تاخت و تاراج کیا تھا اور ۶۱۳ء میں دمشق اور ۶۱۵ء میں یرشلم فتح کر کے ان شہروں کی اینٹ

سے اینٹ بجادی تھی حتیٰ کہ یروشلم کے بڑے پادری کو صلیب اعظم سمیت گرفتار کر کے ایران لے گیا تھا۔ پھر ہرقل شاہ روم نے ایران سے بدلہ لینے کے لئے ۶۲۳ء میں ایران پر چڑھائی کی اور ایرانیوں کا مقدس مقام لوط کرمان کا بڑا لشکر مسمار کیا اور ایرانی رعایا کو بھی خوب لوٹا۔

غرض، ان دنوں فاتح اور مفتوح کے باہمی سلوک اس قسم کے تھے، جنہیں اہل عرب نے مشفقانہ، بردارانہ اور دوستانہ تعلقات میں تبدیل کر دیا اور اسلامی تلوار کو شام، عراق، الجزائرہ اور مصر وغیرہ کی رعایا کے لیے رحمتِ الہی ثابت کر دکھایا۔

۳۔ اہل قیسین کا قریب

دمشق کے قریب جوارد پر بخوبی تسلط کر کے ابو عبیدہ بن جراح سپہ سالار لشکر اسلام اور عامل شام نے صفوان بن عمرو کو دمشق اور اس کے گرد و نواح کا گورنر مقرر کیا اور پانسو عرب سوار ان کے ماتحت کر دیئے اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ کوچ کا حکم سنتے ہی سب سردار اور سپاہی سامان حرب درست کرتے ہیں مصروف ہوئے، اور سب تیاری مکمل ہو چکی، تو ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو لشکر زحف اور علم رایتہ العقاب دے کر اسلامی لشکر کے آگے روانہ کیا اور باقی ماندہ لشکر نے خالد بن ولید کے بعد روانہ ہوئے۔ جب مقام بقیع کے قریب پہنچے، تو وہاں قیام کیا اور خالد بن ولید کو حکم دیا کہ تم مع اپنے لشکر کے حمص کی طرف جاؤ اور میں بعلبک کو روانہ ہوتا ہوں۔

اس وقت میں جو سیہ کا سردار ابو عبیدہ کے پاس آیا اور کہنے لگا :
 ”آپ ہم سے کامل ایک سال کے لئے صلح کر لیں۔ اس شرط پر
 کہ اگر آپ نے بعلبک اور حمص پر قبضہ کر لیا، تو ہمیشہ کے لئے
 آپ کی حفاظت میں آسائیں گے۔ ایک سال کا جو کچھ خراج مقرر

کیجئے، ہم دینے کے لئے حاضر ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے فی الفور یہ درخواست منظور کر لی اور ایک سال کے لیے جو سپہ سے مصالحت کر لی۔
 خالد بن ولید حمص کی طرف روانہ ہوئے اور ابو عبیدہ بعلبک کی طرف جانے کو تیار تھے۔ کہ اسی وقت ایک ناقہ سوار خلیفہ ثانی کا خط لیے ہوئے پہنچا۔ ابو عبیدہ نے خط کھول کر پڑھا۔ اس میں یہ حکم تھا کہ اور شہروں کا خیال چھوڑ کر پہلے حمص پر چڑھائی کرو اور اسے فتح کرنے کے بعد انطاکیہ پر حملہ کرو۔ اگر یہ دونوں مقام جو بڑے ضروری ہیں، تمہارے ہاتھ آگئے، تو پھر باقی شہر اور قلعے خود بخود مطیع ہو جائیں گے۔ اس پر ابو عبیدہ بعلبک کا قصد چھوڑ کر خالد بن ولید کے پیچھے حمص کو روانہ ہوئے۔ خالد بن ولید حمص کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ابو عبیدہ بھی جا شامل ہوئے۔ جب حمص کے حاکم نے اسلامی لشکر کو ڈیرا لگائے دیکھا، تو اس نے شہر کے محرزین کو جمع کیا اور کہا: "میری صلاح یہ ہے کہ بجائے لڑنے کے ہم مسلمانوں سے صلح کر لیں اس شرط پر کہ اگر وہ شاہ ہرقل پر غالب آجائیں، تو ہم ان کی حفاظت میں آجائیں گے اور صلح کی بیجا و ایک سال قرار دی جائے۔ اس عرصے میں ہم اہل عرب کے غم سے محفوظ رہیں گے۔" اہل شہر نے یہ بات تسلیم کر لی اور فی الفور ایک رومی لشکر اسلام میں بھیجا گیا۔ ابو عبیدہ نے شرائط منظور کر لیں، ایک سال کے لیے اہل حمص سے صلح کر لی اور ایک سال کا خراج ان سے پیشگی

وصول کر لیا۔

اس کے بعد خواصم، مسرات، سمعان وغیرہ شہروں کی طرف توجہ کی۔ ان سب نے بھی مصالحت کر لی۔ یہ میدان صاف کر کے قنسرین کے علاقے میں پہنچے۔ قنسرین کا حاکم ایک دلیر سردار تھا، اور شاہ ہرقل کا منظور نظر۔ اس کے پاس دس ہزار مسلح سپاہی تھے۔ جب اسے لشکر اسلام کی آمد کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اہل قنسرین کو جمع کر کے کہا: "تمہارا کیا ارادہ ہے؟" اہل عرب جس مقام پر گئے۔ اسے بزورِ شمشیر فتح کر لیا اور شاہی لشکر کو بھی پے در پے شکستیں دی ہیں۔ عجب نہیں کہ ہمارا شہر بھی جلد فتح کر لیں۔ ہماری یہ توجہ ہے کہ ان سے مصالحت کر لیں، کیونکہ انہوں نے ہر ایک شہر کے ساتھ بڑا نیک سلوک کیا ہے۔ وہ عہد کے بڑے پابند ہیں، اور جو کچھ شرط کر لیتے ہیں، اسے پورا کرتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے ہیں، عدل اور انصاف قائم کرتے ہیں، اور کسی کو دکھ اور ایذا نہیں دیتے۔" یہ سن کر حاکم قنسرین نے کہا: "میں بھی تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں، لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اہل عرب سے ہمیشہ کے ریٹے صلح کر کے ان کی حفاظت میں آجائیں، بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ سرورست اس بلا کو ٹال دوں۔ پھر بادشاہ سے کمک کی درخواست کروں اور اس عرصے میں سامانِ حربہ درست کر لوں۔ جب بادشاہ کی طرف سے کمک

آجائے گی۔ تو پھر ہم دل کھول کر اہل عرب کا مقابلہ کریں گے، کیونکہ
میں بادشاہ کا معتاد سردار ہوں اور جب تک بادشاہ موجود ہے، تب
تک میں اہل عرب کی اطاعت نہ کروں گا۔ بہتر ہے کہ ہم سر دست
ایک سال کے بیٹے مصالحت کر لیں اور جو کچھ خراج ایک سال کے
لئے اہل عرب ہم سے مانگیں، ان کو دے دیں۔“

اس پر حاکم تفسیرین نے ایک خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا، کہ
ہمارا شہر بڑا مضبوط اور ہمارے پاس رسد اور سامان بہت ہے۔ اگر
چالیس سال تک محاصرہ کیئے رہو گے، تب بھی ہم پر فتح نہ پاسکو گے،
لیکن ہم نوحی ریزی نہیں چاہتے۔ بہتر ہے کہ آپ ہم سے میعادوی
صلح کر لیں تاکہ ہم دیکھیں کہ انجام کار فتح تمہیں حاصل ہوتی ہے یا
روحی لشکر کو، کیونکہ شاہ روم کی طاقت ابھی ٹوٹ نہیں گئی۔ صرف
چند شہر تمہارے قبضے میں آئے ہیں اور شاہ روم تمہارے مقابلے
کے لئے لشکر کثیر فراہم کر رہا ہے۔ اگر تم نے لشکر روم کو بھگا دیا،
اور شاہ روم کے ایشیائی دارالخلافہ انطاکیہ پر قبضہ کر لیا، تو ہم ہمیشہ
کے لئے تمہاری حفاظت میں آجائیں گے۔ لیکن ابھی صلح کی میعاد
ایک سال ہوگی۔ اس وقت تک تم ہمارے علاقے میں زیادتی نہ
کرو گے اور جو کچھ خراج مقرر کرو گے، اسی پر اکتفا کرو گے۔ ایک
سال کی مدت گزرنے کے بعد جیسی صورت بنا ہوگی، دیکھا جائے گا۔ ہم
تفسیرین کی سرحد پر ایک نشان کھڑا کر دیں گے تاکہ اس نشان کے

اندر کوئی عرب سوار دست برد نہ کرے! یہ خط لکھ کر اُس نے ایک عالم شخص اصطخر کے حوالے کر دیا اور اُسے خط کے مضمون سے آگاہ کر کے کہا: "سروار لشکر اسلام کے پاس جاؤ اور ایک سال کے بیٹے اُس سے مصالحت کی دستاویز لے لو، دیکھو اگر وہ نہ مانے، تو چکنی چپڑی باتوں سے اس کو منالینا۔ اگر تم کامیاب آئے، تو تم کو بہت سا انعام دیا جائے گا۔"

جب اصطخر خط لینے ہوئے اسلام لشکر میں پہنچا، تو ابو عبیدہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ اُس وقت ابو عبیدہ کے پاس خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن ابی بکر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ خالد بن ولید نے پوچھا: "تو کون ہے اور کسی لیے آیا ہے؟" اصطخر نے کہا: "میں حاکم قنسرین کا ایلچی ہوں۔ کیا آپ ہی اس لشکر کے سردار ہیں؟" خالد بن ولید نے کہا: "میں سردار نہیں، بلکہ ایک سپاہی ہوں۔ ہمارے سردار یہ بیٹھے ہیں" اس پر اصطخر رومی دستور کے موافق ابو عبیدہ کو سجدہ کرنے کے لیے جھکنے لگا، مگر ابو عبیدہ نے اُسے روک دیا اور کہا: "ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور سجدہ عرف اللہ تعالیٰ کو سردار ہے۔ کوئی بندہ اس لائق نہیں کہ دوسرا بندہ اس کو سجدہ کرے" اصطخر رک گیا اور آگے بڑھ کر حاکم قنسرین کا خط پیش کیا۔ وہ دل میں حیران تھا کہ یہ کیسی قوم ہے کہ اس کا سردار اس قدر متکبر المزاج ہے اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایسے بے تکلف بیٹھا ہوا ہے کہ ان

میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ عجیب سا وہ مزاج اور غریب طبیعت ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے خط پڑھ کر خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو کوستایا۔ اس پر خالدؓ نے کہا: حاکم قیسرین نے یہ خط نیک نیتی سے نہیں لکھا۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے اور وہ کوئی مکر اور فریب کرنا چاہتا ہے۔ آپ ہرگز اس کی درخواست منظور نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس پر چڑھاؤ کر دیں۔ خدا نے چاہا، تو ہم بزورِ شمشیر اس کا قلعہ فتح کریں گے، جس کے استحکام پر اس نے اس قدر یقین ترائی کی ہے اور اس قدر شیخی بگھاری ہے۔“

ابو عبیدہ نے کہا: ”اے اباسلیمان! خدا صبر کرو۔ دیکھو، حاکم قیسرین نے خود بخود صلح کی درخواست کی ہے۔ غیب کا علم صرف خدا کو ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کل کیا پیش آنے والا ہے۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اس کی صلح کی درخواست رد کروں، کیونکہ صلح میں بہتری ہوتی ہے۔“ خالدؓ بن ولید نے کہا: ”وہ نیک نیتی سے صلح کرے، تو ہم تیار ہیں۔ لیکن ایک طرف تو وہ ہمیں دھمکاتا ہے، اور اپنے قلعے کی مضبوطی کا ہمیں خوف دلاتا ہے اور دوسری طرف میعاد کی صلح کرتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ وقت ٹالنا چاہتا ہے۔ اگر وہ نیک نیت ہے، تو ہمیشہ کے لیے ہماری حفاظت میں آجائے۔“ حضرت خالدؓ بن ولید کی یہ تقریر سن کر کانپ گیا اور اس نے نہایت مؤدبانہ طور سے پوچھا: ”آپ کا اہم گرامی؟“

خالد نے کہا: "میرا نام خالد بن ولید ہے۔" اس پر اصطفیٰ نے کہا: "آپ کا نام تمام روم اور شام میں مشہور ہو گیا ہے۔ آپ بڑے جوان مرد اور بہادر ہیں۔ آپ ہی نے زور بازو سے شاہی لشکر کو شکستیں دی ہیں۔ بیشک ہم لوگ آپ کے نام سے کانپتے ہیں، لیکن ہم نے آپ کی یہ تعریف بھی سنی ہے کہ جیسے آپ میدان جنگ میں سخت ہیں، ویسے ہی آپ دل کے نیک، مزاج کے نرم، طبیعت کے سخی اور طبیعت کے رحیم ہیں اور جو لوگ آپ سے امان مانگیں، آپ ان کو امان دیتے ہیں۔ پھر آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں صلح کرتے؟" خالد نے کہا: "ہمارے حاکم کے خط سے مترشح ہوتا ہے کہ جب بادشاہ کا لشکر ہمارے مقابلے کے لیے آئے گا، تو تم صلح کو بالائے طاق رکھ کر لشکر میں مل جاؤ گے اور ہم سے لڑو گے۔ اگر تم یہ عہد کر لو کہ سال کے اندر تم کسی لڑائی میں ہمارے خلاف امداد نہ دو گے، تو ہم صلح کیے لیتے ہیں، ورنہ نہیں!" اصطفیٰ نے کہا: "ہاں! ہاں! ہم عہد کرتے ہیں کہ جب تک سال گزر نہ جائے، ہم آپ سے سرگزنہ لڑیں گے۔" اس پر خالد بن ولید نے ابو عبیدہ سے کہا: "آپ ان کو یہ دستاویز لکھ دیں کہ سال کے اندر جو شخص ان میں سے ہم سے لڑے گا، اس سے ہماری صلح برقرار رہے گی، لیکن جو عہد توڑے گا، اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گے، جو عہد شکن لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔" اصطفیٰ نے یہ بات منظور کر لی اور ابو عبیدہ نے مقررہ خراج پر مصالحت کی دستاویز ایک سال کے

لئے اُسے لکھ دی۔ وہ خوش خوش واپس گیا اور چند دن کے اندر جو کچھ
جنس اور نقدی بطور یکسالہ خراج مقرر ہوئی تھی، لشکرِ اسلام میں پہنچا
دی گئی۔

تفسیرین کی حد پر ایک ستون کھڑا کیا گیا اور اہل اسلام کو ہدایت کی
گئی کہ اس حد سے تجاوز نہ کریں۔ اس طرح ابو عبیدہؓ حمص اور تفسیرین
کے درمیانی علاقے میں بہت عرصہ پڑے رہے اور سنن، شیرز وغیرہ
کے لوگوں سے اس قسم کی میعاد می صلح کرتے رہے کہ اتنے میں خلیفہ
ثانی کا ایک خط پہنچا، جس میں لکھا تھا: "تم میعاد می صلحوں میں وقت
ضائع کر رہے ہو اور کوئی نمایاں اور نچتہ کام نہیں کیا۔ ان صلحوں کا کیا
اعتبار؟ جب ہر قتل کی طرف سے ان کو ادا پہنچے گی، تو وہ سب کے
سب صلح بالائے طاق رکھ کر اہل اسلام سے لڑائی شروع کر دیں گے
اور اس عرصے میں سامانِ رسد وغیرہ جمع کر کے اپنے آپ کو اچھی طرح
محفوظ کر لیں گے۔" جب یہ خط ابو عبیدہؓ نے پڑھا، تو ان کی آنکھوں میں
آنسو بھر آئے اور سردار ان لشکر کو جمع کر کے کہا: "خلیفہ ثانی میری اس کارروائی
کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اب تم مجھے مشورہ دو۔ کہ کیا کارروائی کرنی چاہیے جس سے خلیفہ ثانی خوش
ہوں۔ کیا ہم حلب پر چڑھائی کریں یا یہاں سے سیدھے انطاکیہ پر حملہ کریں؟"
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سعید بن عامر جو قبیلہ ین میں ایک ممتاز
آدمی تھے، ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: "آپ کس
مقام پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں؟ یہاں نزدیک ہی ایک بڑا معرکہ

پیش آنے والا ہے، کیونکہ حاکم قیس بن نے آپ سے دشمنی ہے اور اس نے شاہ ہرقل سے مکہ منگوائی ہے۔ وہ مکہ قیس بن کو جا رہی ہے اور اس مکہ کا سردار جبلہ بن ابیم غسانی ہے اور اس کے ہمراہ عمویہ کا حاکم بھی ہے۔ یہ خبر سن کر سب چوکنے ہو گئے اور سعید بن عامر سے کہا: اس کی کل کیفیت سے ہمیں جلد آگاہ کرو۔

جبلہ بن ابیم قوم غسانی کا بادشاہ تھا، جو شام میں آباد تھی۔ بنی غسان اہل مین کے قبائل میں سے تھے اور عرب اور شام کی سرحد میں آباد ہو گئے۔ وہ شام میں بڑے زبردست اور طاقتور سمجھے جاتے تھے۔ جب ان کا بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ خلیفہ ثانی کے ابتدائی دورِ خلافت میں حج بیت اللہ کے لئے بڑے کروفر کے ساتھ گیا تھا۔ طواف کعبہ کرتے ہوئے ایک غریب آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر پڑا۔ جس کی وجہ سے اس کی چادر اتر گئی۔ جبلہ نے غصے میں آکر اس آدمی کے منہ پر اس نور سے تھپڑ مارا کہ غریب کے چار دانت لوٹ گئے۔ پچارہ خلیفہ ثانی کے پاس، جو حج کعبہ کے لئے نکلتے ہیں آئے ہوئے تھے، گیا اور فریاد کی۔ خلیفہ ثانی نے اسی وقت جبلہ کو بلایا اور اس سے کہا: یہ شخص تم پر فریاد ہے۔ تم نے کیوں اس کے دانت توڑ دیے؟ جبلہ نے کہا: اس نے میری چادر پر پاؤں رکھ دیا تھا، جس کی وجہ سے میری بے حرمتی ہوئی۔ میں نے غصے میں آکر اس کے تھپڑ مارا اور اس کے دانت لوٹ گئے۔ فریاد نے کہا: میں نے عمداً اس کی چادر پر پاؤں نہیں رکھا تھا۔ طواف کرتے ہوئے

اتفاق یہ طور پر میرا پاؤں اس کی لٹکتی ہوئی چادر پر پڑ گیا۔ میرا اس میں
 قصور نہیں۔ مگر اس نے میرے چار دانت توڑ دیے۔" خلیفہ ثانی نے
 کہا: "اے جیلر! اگر یہ شخص تمہیں معاف کر دے، تو اور بات ہے، لیکن
 اگر اس نے معافی نہ دی، تو میں قصاص لوں گا۔ کیونکہ اسلام کا قانون
 یہی ہے کہ دانت کے بدلے دانت۔" جیلر نے کہا: "میں غسان کا بادشاہ
 ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے۔ میں اس سے معافی نہیں مانگ سکتا
 اور نہ اس کے دانتوں کے بدلے اپنے دانت نکلا سکتا ہوں۔ آپ
 کو میری شان اور رتبے کا لحاظ کرنا چاہیے۔ اسلام میں نے قبول کر لیا،
 تو کیا ہوا؟ میری شان و شوکت میں تو فرق نہیں آیا۔ ایسے ایسے
 میرے ہزاروں غلام ہیں۔" خلیفہ ثانی نے کہا: "یہ شخص گوعام
 آدمیوں میں سے ہے، مگر مسلمان ہے اور اسلام میں سب برابر ہیں۔
 امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، رئیس، رعایا سب یکساں ہیں اور سب کے
 حقوق مساوی ہیں۔ اسلام نے یہی تو کہاں کیا ہے کہ اونٹنے اٹلے کی
 تمیز ہی اڑا دی اور سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ میرے نزدیک یہ عام
 آدمی اور تم غسان کے بادشاہ برابر ہو۔ مجھے عدالت کرنی ہے۔ اگر یہ
 شخص تمہیں اپنی رضا و رغبت سے معاف نہ کر دے گا، تو میں ضرور تم
 سے قصاص لوں گا۔" جیلر یہ سن کر گھبرا یا اور اس نے عرض کی: "اچھا
 اگر آپ کی ہی عدالت ہے، تو مجھے ایک دن کی مہلت دیجیے کہ اس
 عرصے میں یا تو میں اس شخص کو راعی کر لوں تاکہ مجھے معاف کر دے۔ یہ

یائیں قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاؤں“ خلیفہ ثانی نے کہا: ”مہلت بھی جی دے سکتا ہوں، جب تمہارا فریادی منظور کرے اور دلی خوشی سے اجازت دے“ فریادی نے اجازت دے دی اور جبکہ بنی ایہم راتوں رات اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نکل کر ملکِ شام کو روانہ ہو گیا۔

اہل مین کے عربوں کی یہ ایک شاخ ملکِ شام میں آباد تھی، جو غسان کے نام سے مشہور تھی۔ ان لوگوں کی طرزِ رہائش اور معاشرت بالکل اپنے برادران مین کی سی تھی اور یہ بھی ایسے ہی سرکش اور جنگجو تھے، جیسے کہ اہل مین۔ اگر اہل مین شیر تھے، تو یہ بھی ان سے کچھ کم نہ تھے۔ فرق اتنا تھا کہ اہل مین کو اللہ تعالیٰ نے توریہ ایت بخش کر سینے صاف کر اور متور کر دیے تھے اور شام کی قوم غسان ابھی تک عیسوی شرک و جہالت میں مبتلا تھی۔ جبکہ بنی ایہم مکے سے بھاگ کر اپنی قوم میں آ گیا، اسلام کو خیر باد کہا اور آئندہ کے بیٹے اسلام کا دشمن بن گیا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے ابو عبیدہ اور ان کے ماتحت سرداروں کو جبکہ بنی ایہم کے اس واقعے سے مطلع کر دیا تھا تاکہ اگر جبکہ ملکِ شام میں ان سے دو چار ہو جائے، تو وہ سمجھ لیں کہ جبکہ مرتد ہو گیا ہے اور ایک مسلمان کا قصاص اس کی گردن پر باقی ہے۔

جب سعید بن عامر نے جبکہ بنی ایہم کا نام لیا، تو ابو عبیدہ نے پوچھا: ”تمہیں یہ حال کس طرح معلوم ہوا ہے“ سعید بن عامر نے کہا: ”جب سے آپ نے حکم دیا ہے کہ جلانے کے لیے لکڑی نزدیک کے نخلستان سے

نہ لائی جائے تاکہ پھل اور درخت نہ کاٹے جائیں، اس دن سے دور جا کر جنگل سے ہمارے غلام لکڑی لاتے تھے۔ کل میرا غلام لکڑی لینے کے بیٹے مع اور چند غلاموں کے جنگل میں گیا، مگر واپس نہ آیا۔ مجھے تشویش ہوئی اور میں اس کی تلاش میں گیا۔ بہت دور جا کر میں نے اسے جنگل میں اپنا لہان پایا۔ اس سے پوچھا: ”تمہارا یہ حال کس نے کیا؟“ اس نے کہا: ہم جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہے تھے کہ ایک نخت چند سواروں نے ہم کو گھیرا۔ میرے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا۔ میں نے ان کا مقابلہ کیا۔ تو مجھے گھائل کر کے یہاں چھوڑ گئے۔“

میں نے غلام کو اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا اور چاہتا تھا کہ کمپ میں واپس آؤں کہ اتنے میں کئی سو سواروں نے مجھے بھی گھیر لیا اور کہنے لگے: ”ہمارا سردار ایک عربی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم نے چند غلام گرفتار کیے تھے، مگر ہمارا افسر خوش نہیں ہوا۔ اس نے پھر ہم کو حکم دیا ہے، کہ کسی خاص عربی کو میرے پاس لاؤ۔ تم اپنی خوشی سے چلو، تو بہتر ورنہ ہم تم کو مشکیں باندھ کر بھی لے جائیں گے۔“ میں نے پوچھا: ”تمہارا سردار کون ہے؟“ انہوں نے کہا: ”ہمارا سردار جبلہ بن ابیم ہے، جو قوم شتان کا بادشاہ اور رئیس ہے۔“ یہ سن کر میں چسپ چسپ ان کے ہمراہ چل دیا۔

۴۔ جنگِ قسریں

سعید بن عامر نے ابو عبیدہ بن جراح سے عرض کی کہ جب سوار
 مجھے گھیرے ہوئے جبلہ کے دو بروئے گئے، تو اس نے مجھے بیٹھنے کا
 اشارہ کیا اور میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا: "میرا نام سعید بن عامر انصاری
 ہے۔" پھر اُس نے پوچھا: "تم کس قبیلہ عرب سے ہو؟" میں نے کہا:
 "مسنی ہوں۔" اس پر جبلہ نے کہا: "اس نسبت سے تم میرا قریبی ہو۔"
 نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ میں عرب کا حال تم سے دریافت کروں۔"
 چنانچہ اس نے کئی آدمیوں کی بابت پوچھا، جن میں سے ایک حسان
 بن ثابت تھے۔ میں نے اس سے کہا: "حسان بن ثابت بخیریت ہیں
 اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں۔" جبلہ نے کہا: "میں
 اچھی طرح جانتا ہوں۔" اُس نے ایک دفعہ ایک قصیدہ میری تعریف
 میں بھی لکھا تھا، جس کو سن کر میں بہت خوش ہوا تھا۔" پھر میں نے جبلہ
 سے کہا: "اے سردار! تم مسلمان ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں
 اگر اللہ کی رحمت اور فضل کے سزاوار ہو گئے تھے۔ پھر تم کیوں راہِ ہدایت
 چھوڑ کر ظلمت میں پھنس گئے؟" اس پر جبلہ نے کہا: "بے شک میں اسلام
 لایا تھا، مگر تمہارا مذہب میرے موافق نہیں آیا۔ تمہارے مذہب رئیس

کی کوئی عزت نہیں اور نہ اُس کی شان کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے۔ دیکھو تو
 سہی، تمہارا خلیفہ ایک حقیر اور ادنیٰ شخص کا مجھ سے قصاص لیا چاہتا
 تھا اور اس کے دانتوں کے بدلے میرے دانت توڑنا چاہتا تھا میں کیونکر
 یہ ذلت گوارا کر لیتا؟ میں غسان کا بادشاہ تھا اور میرا مسلمان ہونا اسلام کے
 لئے باعثِ فخر تھا۔ تمہارے خلیفہ نے اس بات کو غنیمت نہ سمجھا، اور
 مجھے ایک ناچیز آدمی کی خاطر ذلیل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر میں نے اسلام
 کو دور ہی سے سلام کیا اور بہانہ کر کے شام میں چلا آیا۔ شاہ ہرقل نے
 میری از حد قدر کی اور میرا رتبہ اور شان بہت بڑھا دی۔

یہ سن کر میں نے جواب دیا: ”اے سردارِ اسلام میں یہی تو خوبی ہے
 کہ اس میں اونے اور اعلیٰ سب برابر ہیں۔ جو شخص مسلمان ہوتا ہے
 وہ ذلیل نہیں رہتا۔ بلکہ شریف بن جاتا ہے۔ اسلام میں کوئی ذلیل
 نہیں۔ سب شریف ہیں۔ اس میں کوئی حقیر نہیں، سب محترم ہیں
 اس میں کوئی اونے نہیں، سب اعلیٰ ہیں۔ حضرت عمرؓ خلیفہٴ ثانی
 بڑے عادل اور منصف مزاج ہیں۔ انھوں نے شریعتِ اسلام کو
 زبردست ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ وہ خلافت کی نگرانی کرتے ہیں۔ کمزور
 کا حق زور آواز سے دلاتے ہیں اور خلافت کی امانت کو پورے طور پر ادا
 کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تم سے قصاص لینے کا ارادہ کیا۔“
 اس پر جلد نے کہا: ”میں ایسی عدالت کا قائل نہیں، جو رئیسوں
 اور بادشاہوں کے مرتبے اور شان کا کچھ لحاظ نہ کرے، اچھا۔ اس بات

کہ جانے دو۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس طرف کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا:
 "میں لشکرِ اسلام کے ہمراہ ہوں اور ہمارا ارادہ حلب اور اطلاہ کیہ ہے۔
 چڑھائی کرنے کا ہے۔" اس پر جلد نے ہنس کر کہا: "حلب اور اطلاہ کیہ
 تک تم کو کون پہنچنے دیتا ہے؟ مجھے شاہِ ہرقل نے تمہاری سرکوبی کے
 لئے روانہ کیا ہے، اور حاکمِ عمودیہ کو میرے ہمراہ بھیجا ہے، کیونکہ حاکمِ قنسرین
 نے بادشاہ کو مسالحت کا حال لکھ کر کمک طلب کی تھی۔ حاکمِ قنسرین
 نے تمہیں دھوکا دیا ہے اور تم ایسے سادہ لوح ہو کہ اس کے فریب
 میں آگئے۔ میں یہ جرار فوج لے کر قنسرین جا رہا ہوں۔ حاکمِ قنسرین
 شہر سے کچھ فاصلے پر میرے استقبال کو آئے گا اور ہمیں ہمراہ لے کر
 قنسرین جائے گا۔ وہاں پہنچ کر جو قرار پائے گا، اس پر عمل کیا جائیگا۔
 میرے خیال میں بہتر ہو کہ تم اپنے سردارِ لشکر سے کہو کہ واپس چلا
 جائے، کیونکہ میرے ہمراہ قومِ غسان ہے اور لشکرِ اسلام میں اہلِ یمن،
 میں پسند نہیں کرتا کہ ہم بھائی بند ایک دوسرے کا گلا کاہیں۔ نیز
 غسان قوم بڑی لڑاکا اور جنگجو ہے اور اپنے یعنی بھائیوں سے کسی طرح
 کم نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ ان میں قتال کا بازار گرم نہ ہو۔ تم جا کر
 اپنے سردار کو اچھی طرح سمجھاؤ کہ ایسی خوں ریزی سے باز آجائے، اور
 اپنے ہمراہیوں کو لے کر واپس چلا جائے۔ ورنہ تمہاری جان کی خیر
 نہیں۔"

یہ سن کر میں نے کہا: "اے سردار! جو کچھ تم نے کہا ہے، میں

سب کچھ اپنے سردار کی خدمت میں عرض کر دوں گا۔ آئندہ ان کو اختیار ہے،
جو چاہیں، کریں۔“

جلد نے مجھے لباسِ فاخرہ دے کر رخصت کیا۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار
ہو کر اور اپنے زخمی غلام کو کمپ میں اتار کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں
جو کچھ میرے ساتھ گزرا، میں نے بے کم و کاست عرض کر دیا۔

ابو عبیدہؓ حاکمِ قسریں کا فریب سن کر بڑے زنجیدہ ہوئے اور خالد بن
ولید نے کہا: میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ حاکمِ قسریں وقتِ نال دہا ہے
اور ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اگر آپ میری صلاح پر عمل کرتے اور اسی وقت
قسریں پر چڑھائی کر دیتے، تو ہم بزورِ شمشیر اُسے فتح کر لیتے۔“

ابو عبیدہ نے کہا: ہماری نیت نیک ہے۔ جو شخص ہم سے دغا اور فریب
کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے سزا دے گا اور ذلیل و رسوا کرے گا۔ بناؤ باب
کیا تدبیر کرنی چاہیے؟“

خالد بن ولید نے کہا: حاکمِ قسریں نے ہم سے دغا کی ہے۔ میں چاہتا
ہوں کہ اُس کو فریب کا مزہ چکھاؤں اور اس کو قابو میں لا کر قتل کروں، تاکہ
دوسروں کو عبرت ہو اور ہمارے ساتھ دھوکا اور فریب کرنے کی کسی کو جرأت
نہ پڑے۔ میری تجویز یہ ہے کہ میں دس چیدہ آدمی، جنہیں موت کا کوئی خوف
نہ ہو، ہمراہ لے کر جاؤں۔ جب قسریں کا حاکم جلد کے استقبال کو نکلے گا،
تو میں اُسے گھیر کر قتل کر دوں گا۔ آپ بھی قسریں پر دغا کرنے کی تیاری
کریں۔ اور ہمارے پیچھے جلد پہنچیں تاکہ اگر ہم دشمنوں میں گھس جائیں، تو

ہماری ادا کر سکیں اور جبکہ اور اس کے ہمراہی لشکر کو قنسرین میں داخل نہ ہونے دیں اور کھلے میدان ہی میں ان کو شکست دیں۔ اس طرح پورے قنسرین پر ہمارا قبضہ آسانی ہو جائے گا۔

ابو عبیدہ نے یہ تجویز پسند کی اور خالد بن ولید سے کہا: "جن سواروں کو ہمراہ لے جانا چاہتے ہو، جن لوگ خالد بن ولید نے مندرجہ ذیل جوان منتخب کیے، جن میں سے ہر ایک، ہزار آدمی کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ عیاض بن غنم، عمرو بن سعد، سہیل بن عامر، رافع بن عمر، سعید بن عامر، عمرو بن معدی کرب، عبدالرحمن بن ابی بکر، ضرار بن ازور، مسیب بن نجبه، اور قیس بن مہیرہ،

یہ مشہور شہسواران عرب اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی خالد بن ولید کے اشارے پر مسلح ہو کر تیار ہو گئے۔ خالد بن ولید نے اپنے غلام ہمام کو بھی ہمراہ لے لیا، جو لڑائی میں بڑا شجاع اور بہادر تھا۔ یہ بارہ آدمی ایک خطرناک مہم پر روانہ ہوئے، مگر کسی کے دل میں خوف و ہراس نہ تھا، بلکہ سب خوش تھے۔ ابو عبیدہ نے ان کے حق میں دُعا کی خیر کی اور اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔

جب خالد بن ولید اپنے ہمراہیوں سمیت اس خطرناک مہم پر روانہ ہوئے، تو انھوں نے سعید بن عامر انصاری سے کہا: "ہمیں اس راستے پر لے چلو، جس سے جبکہ قنسرین کو جانا ہے تاکہ ہم اس کے لشکر میں مل جائیں" سعید بن عامر ان کے آگے ہوئے اور تمام رات چلتے رہے۔

جب صبح ہوئی، تو وہ اس شاہراہ پر پہنچے، جو سیدھی قنسرین کو جاتی تھی۔ اس جگہ وہ ٹھہر کر ایک پوشیدہ مقام میں چھپ گئے اور نمازِ صبح ادا کی۔ اتنے میں لشکر کی آمد کا شور سنائی دیا۔ خالد بن ولید نے کہا: جب جبہ کا لشکر ہمارے پاس سے گزرے گا، تو ہم چپ چاپ اُس کے لشکر میں مل جائیں گے اور کسی سے بات چیت نہیں کریں گے۔ چونکہ جبہ کے ہمراہ عثمان قوم ہے، اس لیے وہ سمجھیں گے کہ ہم بھی انہیں میں سے ہیں جب حاکم قنسرین جبہ کے استقبال کو آگے بڑھے گا، تو ہم گھوڑے سے دوڑا کر جبہ کے لشکر سے نکل جائیں گے اور حاکم قنسرین کو پکڑ لیں گے۔ کوئی ہم پر شبہ نہ کرے گا۔ حاکم قنسرین یہی سمجھے گا کہ ہمیں جبہ نے اس کی تعظیم کے لیے آگے بھیجا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ معاملہ بڑا خطرناک ہے۔ جانِ ستیلی پر رکھ لو، میری تو ہمیشہ یہی خواہش اور آرزو رہی ہے کہ میدانِ جنگ میں شہادت نصیب ہو اور میں تمہیں بھی اس نعمت کا حقدار بنانے کے لیے ہمراہ لے آیا ہوں۔ کہو، کیا صلاح ہے؟" سب نے بڑی گرم جوشی سے اس تجویز سے اتفاق کیا اور جبہ کے لشکر میں چپ چاپ جا ملے۔ جب جبہ کا لشکر قنسرین سے تھوڑے فاصلے پر پہنچا، تو انہیں حاکم قنسرین ہمراہیوں سمیت آتا دکھائی دیا۔ معاً خالد بن ولید اور ان کے ہمراہی گھوڑوں کو ایڑے لگا جبہ کے لشکر سے نکل کر ہوا ہو گئے۔ حاکم قنسرین نے جو ان کو آتے دیکھا، تو سمجھا کہ جبہ کے ماتحت سردار اُس کی تعظیم کو آرہے ہیں۔ وہ بھی اپنے ہمراہیوں سے نکل کر آگے بڑھا اور مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ

بڑھایا۔ خالد بن ولید نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہی اس زور سے جھٹکا دیا، کہ
 حاکمِ قنسرین گھوڑے سے الگ ہو گیا۔ اسی وقت خالد اور ان کے ہمراہوں
 نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ دونوں لشکر یہ واقعہ دیکھ کر مبہوت ہو گئے۔ خالد
 بن ولید نے حاکمِ قنسرین سے کہا: "میں خالد بن ولید ہوں اور تمہیں فریب کی
 سزا دینے آیا ہوں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔" حاکمِ قنسرین نے کہا: "اگر
 تم مجھے قتل کرو گے، تو تم سب مارے جاؤ گے۔ زندہ رکھو گے، تو تم بھی
 زندہ رہو گے۔" لشکرِ قنسرین اپنے سردار کو گرفتار دیکھ کر آگے بڑھا، اور
 جبلہ بھی مع عمرو بن لخطہ بھڑی ہوئی۔ اس طرح خالد بن ولید
 اور ان کے ہمراہی گھر گئے، مگر دشمنوں نے ان پر حملہ نہ کیا اس خوف سے کہ
 وہ ان کے سردار کو قتل نہ کر ڈالیں۔ خالد بن ولید نے حاکمِ قنسرین کو اپنے
 غلام ہمام کے حوالے کیا اور آپ تلوار کھینچ کر اپنے ہمراہیوں کے آگے
 ہو گئے۔

حاکمِ عمرو بن لخطہ نے جبلہ سے کہا: "یہ عرب بڑے دلیر ہیں اور حیرت ناک
 کام کرتے ہیں۔ اگر ہم نے ان پر تلوار چلائی، تو یہ حاکمِ قنسرین کو مار ڈالنے
 حاکمِ قنسرین ہم میں بڑا ممتاز شخص ہے اور بادشاہ کا رشتے دار ہے۔ تم ان
 عربوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ حاکمِ قنسرین کو چھوڑ دو، تو ہم انہیں
 بلا زور ٹوک چلا جانے دیں گے۔ جب یہ لشکر سے نکل جائیں گے، تو
 میں ان کا تعاقب کر کے ان کو مار ڈالوں گا۔ مجھے بڑا غصہ آرہا ہے، مگر
 مجھے حاکمِ قنسرین کی جان کا خوف ہے۔"

یہ سن کر جبلہ آگے بڑھا اور خالد بن ولید کے قریب آکر پوچھنے لگا: "تم کون ہو؟" خالد بن ولید نے کہا: "میں خالد بن ولید بنی مخزوم قبیلے سے ہوں، یہ عبدالرحمن بن ابی بکر قبیلہ تمیم سے ہیں اور یہ رافع بن عمیرہ قبیلہ اظہ سے۔ غرض، ہم سب مختلف قبیلوں کے آدمی ہیں اور ہم سب کے سب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین اور صحابی ہیں۔ تم بتاؤ، کون ہو؟" جبلہ نے کہا: "میں غسان کا بادشاہ ہوں۔" خالد نے کہا: "وہی جو اسلام لا کر مرتد ہو گیا اور دشمنی پاکر تاریکی میں جا پڑا۔" جبلہ نے کہا: "میں نے بزرگی کو ذلت پر اختیار کیا ہے۔" خالد نے کہا: "نفس نے تجھے دھوکا دیا ہے اور تو بلند مرتبے سے قعرِ مذلت میں گر گیا ہے۔ اب بتا، مجھ سے کیا چاہتا ہے؟" جبلہ نے کہا: "تم نے شرارت تو اتنی بڑی کی ہے کہ تمہاری سزا موت ہے، مگر میں حاکمِ قنسرین کی خاطر تم پر رحم کرتا ہوں۔ اگر تم اُسے چھوڑ دو، تو میں بھی تمہیں چھوڑ دوں گا، ورنہ تم سب کو اسی جگہ قتل کر دوں گا۔ تم صرف بارہ آدمی ہو اور ہماری جماعت کثیر۔ بوٹی بوٹی بھی جھٹے نہ آئے گی۔" خالد بن ولید نے کہا: "بے شک ہم صرف بارہ آدمی ہیں اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو، لیکن میں حاکمِ قنسرین کو نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے اپنی موت کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میں تو اسے قتل کر کے عبرت کی مثال قائم کروں گا۔ خواہ یہ مثال قائم کرنے میں ہم سب کی جانیں قربان ہو جائیں۔ اگر تم حاکمِ قنسرین کو بچانا چاہتے ہو، تو ایک ایک کر کے ہمارے مقابلے پر نکلو اور ہمارے ایک ایک جوان سے لڑو۔ تم ہم پر غالب آگے اور ہم کو قتل کر

دیا، تو حاکم قنسرین آزاد ہو جائے گا اور اگر تم ہمارے ہاتھ سے قتل ہو گئے، تو پھر تم کو حاکم قنسرین کی قسمت سے کچھ سروکار نہ رہے گا۔ مرد میدان ہو، تو اس طرح ہمارا مقابلہ کرو۔ جبکہ یہ کلام سن کر حاکم عمرویہ کے پاس گیا اور اس کو اصل حال سے آگاہ کیا، حاکم عمرویہ نہایت آشفتمند ہوا اور کہا: اچھا ہم ایک ہی ایک کر کے مقابلہ کرتے ہیں۔ جبکہ پھر خالدؓ کے پاس آیا، اور کہنے لگا: "مقابلہ کے بیٹے جس کو بھیجنا ہو، میدان میں نکالو۔ خالد بن ولید نے خود میدان میں جانے کا ارادہ کیا، مگر عبدالرحمنؓ نے ان کو روک کر کہا: "پہلے مجھے جانے دیجیئے۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت دے اور میں اپنے بزرگ باپ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔"

خالد بن ولید نے عبدالرحمن کو دعا دی اور کہا: جاؤ اور دشمنوں کو اسلام کی شجاعت دکھاؤ، عبدالرحمنؓ کا گھوڑا بڑا تیز تھا۔ پہلے انہوں نے میدان میں گھوڑے کو چکر دیا۔ جب اس کی تیزی کچھ کم ہو گئی، تو دشمنوں کو لٹکار کر کہا: "میں عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ہوں۔ جسے مقابلے کی خواہش ہو، میدان میں نکلے۔" حاکم عمرویہ کے ہمراہیوں میں سے ایک جنگجو نکلا اور عبدالرحمنؓ کے بالمقابل ہوا۔ عبدالرحمنؓ نے نیزے کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ رومی عبدالرحمنؓ کی سبک دستی و بچھ کر بہت حیران ہوئے۔ پھر دوسرا جنگجو نکلا۔ اس کو بھی عبدالرحمنؓ نے گھائل کر کے گرا دیا پھر تیسرا نکلا۔ وہ بھی چشم زون میں خاک پر لوٹا نظر آیا۔ اسی طرح پانچ رومی سردار

عبدالرحمن نے قتل کئے۔

جبکہ یہ دیکھ کر سخت غضب ناک ہوا اور خود گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا اور عبدالرحمن سے کہا: "تم بڑے شوخ اور گستاخ ہو۔ تم نے حد سے زیادہ تجاوز کیا ہے اور بڑی رعونت دکھائی ہے۔ اب تمہاری سزا کا وقت قریب آگیا۔" عبدالرحمن نے کہا: "بسم اللہ! ہتھیار سنبھال لو اور مقابلہ کرو۔" جبکہ نے کہا: "میں تم سے لڑنے نہیں آیا، کیونکہ میرے رتبے اور شان کے لائق نہیں ہو۔ میں اس واسطے آیا ہوں کہ اگر ہمارا کوئی جوان تمہیں مغلوب کرے، تو تمہارے ہمراہی ادا کو نہ پہنچ سکیں۔" عبدالرحمن نے کہا: "تم مجھے باتوں میں لگاتے ہو اور غافل کر کے وار کرنا چاہتے ہو۔ تم کو علم نہیں کہ میں حیدر کرار، صاحب ذوالفقار علی مرتضیٰ کا تربیت یافتہ اور فنِ جنگ میں اسد اللہ الغالب کا شاگرد ہوں۔ مجھے تم میدانِ جنگ میں غافل نہ پاؤ گے۔ میں تمہاری باتوں میں آنے والا نہیں، حوصلہ ہو تو مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔ اگر تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے، تو ایک جنگجو اور بلاؤ اور دونوں ہل کر مقابلہ کرو۔ خدا نے چاہا، تو دونوں کے لیے کافی ہوں گا۔"

جبکہ یہ گفتگو سن کر حیران ہوا اور کہنے لگا: "واقعہ تم بہادر نوجوان ہو۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ تم کو قتل کروں۔ اسلام چھوڑ دو اور ہماری طرف آ جاؤ۔ میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دوں گا، تمہیں ہمیشہ اپنا بیٹا سمجھوں گا۔ ہر قلعہ و قصبہ روم سے کہہ کر تمہیں کسی زرخیز علاقے کا بادشاہ بنوادوں گا۔" عبدالرحمن نے کہا: "اے جبکہ! تو کیسی بے وقوفی کی باتیں

کرتا ہے۔ میں ہدایت یافتہ ہوں اور تو مجھے گمراہی کی طرف بلا رہا ہے۔ میں تمہاری دولت اور شہمت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہشت کی نعمتوں کا حقدار بنایا ہے، ہماری نظریں دنیا کی نعمتیں سمیٹیں۔ یہ لغو باتیں چھوڑ متقابلہ کرنا ہے تو مرووں کی طرح سامنے آئے جبکہ یہ سن کر طیش میں آیا، اور نیزہ تان کر عبدالرحمن پر حملہ کیا۔ عبدالرحمن پانچ سو ارسل سے لڑتے لڑتے تھک گئے تھے، مگر انھوں نے حوصلہ نہ ہارا اور جبکہ کا وار خالی دے کر تان کر نیزہ ہارا۔ جبکہ نے ڈھال پھینک دیا۔ نیزہ لڑ گیا۔ عبدالرحمن نے جھبٹ تلوار کھینچ لی۔ اتنے میں جبکہ نے پھرنے کا وار کیا۔ عبدالرحمن نے تلوار سے اس کا نیزہ دو ٹکڑے کر دیا۔ جبکہ نے بھی تلوار کھینچ لی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کا وار کیا۔ عبدالرحمن کی تلوار جبکہ کی ڈھال کاٹ کر خود پر پڑی اور جبکہ کے سر میں زخم آیا جبکہ کی تلوار عبدالرحمن کے شانے پر پڑی اور زرو کاٹ کر شانہ زخمی کر گئی جبکہ سر تھامے ہوئے اپنے لشکر میں چلا گیا اور عبدالرحمن بھی زخمی ہو کر اپنے ہمراہیوں سے جا ملے۔

خالد بن ولید نے عبدالرحمن کو زخمی دیکھا، تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور انھوں نے کہا: "خدا کی قسم عبدالرحمن کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے ایک ایک آدمی کا خون بہاؤں گا۔" اسی وقت عبدالرحمن کا زخم مضبوط کر کے باندھا گیا اور خالد بن ولید نے اپنے غلام ہمام کو تاکید کی کہ عبدالرحمن کی حفاظت کرے، اور آپ حاکم قنسرین کو پیکر

کر تلوار سے اس کا سر کاٹ دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر رومی لشکر کی چھین نکل گئیں اور
 خستہ کھا کر دونوں لشکر ان چند شیرانِ عرب پر ٹوٹ پڑے۔ خالد بن ولید نے
 اپنے ہمراہیوں سے کہا: "حلقہ باندھ لو، منہ دشمنوں کی طرف کر کے عبدالرحمنؓ
 کو درمیان میں رکھ لو اور اپنی جگہ سے نہ ہلو۔ جو رومی آگے آئے، اُسے نیزے
 پر لے لو۔ اب تلوار چلنے لگی۔ ہر چند رومیوں نے زور شور سے حملے کیئے، مگر
 ہر مرتبہ نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے۔ انھوں نے اس اسلامی حلقے کو توڑنے
 کی ہر چند کوشش کی، مگر وہ چھوٹا سا عربی قلعہ نہ ٹوٹ سکا۔ رومی مقتولوں سے
 میدان بھر گیا اور زمین ان کے خون سے لال ہو گئی۔ پھر بھی جملہ اور مالکِ عمومیہ
 بار بار اپنے لشکر کو حملے کے لیے بھیجتے تھے، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا،
 اور مسلمانوں کے بازو تلوار چلاتے چلاتے ٹھک گئے۔ رافعؓ نے خالدؓ سے
 کہا: "اے اباسلیمان! ایک تو ہمارے بازو رومیوں کو قتل کرتے کرتے ٹھک
 گئے ہیں، دوسرے ہم کو پیاس کی شدت نے تنگ کر رکھا ہے۔ یہ رومی
 ختم ہونے میں نہیں آتے۔ چلو، ہم ان کو چیر کر نکل چلیں۔ یا تو صاف
 نکل گئے، یا شہادت پا گئے۔" خالدؓ نے کہا: اسی طرح جیسے لڑتے رہو، شہادت
 نصیب میں ہے تو اسی جگہ مل جائے گی اور پیاس کی کچھ پرواہ نہ کرو۔
 حوض کوثر پر چل کر پیاس بجھائیں گے اور پیالے بھر بھر پیئیں گے۔ جب
 تک دم میں دم ہے، تلوار چلائے جاؤ۔ تکبیر کا نعرہ بلند کرو۔" سب نے تکبیر
 کا نعرہ بلند کیا۔ معاً اسی وقت میدان کا رزار اللہ اکبر کے نعروں سے گونج
 اٹھا، کیونکہ ابو عبیدہؓ بن کو اسلامی بہادروں کی جان کی پڑی تھی، یلغار کرتے

ہوئے میدان میں پہنچ گئے اور رومیوں کو آگے رکھ لیا۔ اب رومیوں کو دونوں طرف رخ کرنا پڑا۔ خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں نے جب اسلامی لشکر کی تکبیر سنی، تو بڑے خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجلائے ابو عبیدہ اور ان کے ہمراہی اس جگہ پہنچنا چاہتے تھے۔ جہاں عرب کے شیرزغے میں پھنسے ہوئے تھے، مگر راستے میں ہزار ہا آدمی حائل تھے۔ اسلامی لشکر نے دائیں بائیں تلوار چلائی شروع کی اور ہزار ہا رومی قتل کر ڈالے۔

آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور مسلمان جنگجو میدان صاف کرتے ہوئے خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں تک پہنچ گئے۔ ان کو صحیح سالم دیکھ کر اللہ کا شکر بجلائے۔ جبکہ اسلامی لشکر کی کثرت دیکھ کر بھاگ نکلا اور حاکم عمرویہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بہتوں کو ایسر کیا۔ ان کا سب سامان رسد وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

ابو عبیدہؓ خالد بن ولید سے ملے، تو کہنے لگے: "اے ابا سلیمان! تمہاری ہمت اور جرأت پر آفرین ہے۔ تم نے اپنے آپ کو سخت ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔ مجھے تمہاری بڑی فکر تھی۔ اس بیٹے میں آدھا لشکر لے کر جلدی چلا اور باقی لشکر ساز و سامان کے ہمراہ چھوڑ دیا، جو آہستہ آہستہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ خالدؓ نے کہا: "ہم تو شہادت کے امیدوار ہو چکے تھے اور اپنی جانوں سے یا یوس ہو گئے تھے کہ اچانک آپ پہنچ گئے اور

آپ کی تکبیر سن کر ہم میں پھر تو انائی اگئی اور ہم جوش سے بھر گئے۔
 اس کے بعد خالد بن ولید نے کہا: "اب یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہریے،
 بلکہ قنسرین پر حملہ کیجیے۔" جب اہل قنسرین نے اپنے لشکریوں کو بغیر حاکم
 کے بھاگتے ہوئے آتے دیکھا اور ان کے پیچھے اسلامی لشکر کی تلواریں
 اور نیزے ان کو دکھائی دیے، تو وہ ننگے سر امان! امان! پکارتے ہوئے
 باہر نکل آئے۔

رحمِ دل اور خلدِ ترس ابو عبیدہ نے جو رُحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ رسولِ کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے خلیقِ عظیم کا ایک سچا نمونہ تھے، اہل قنسرین کو باوجود اس کے
 کہ انہوں نے بد عہدی اور عہد شکنی کی تھی اور کسی طرح بھی نرم سلوک کے
 سزاوار نہ تھے، فراخ دلی سے امان دے دی اور ان کو اپنی حفاظت کے
 سائے میں لے لیا۔

۵۔ فتح بعلبک

جب قنسرین فتح ہو گیا اور اہل اسلام نے اس پر پورا تسلط جما لیا، تو ان کے ضروری انتظام سے فراغت پا کر ابو عبیدہؓ نے بعلبک پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ بعلبک کی سرحد میں لشکر اسلام نے قدم رکھا ہی تھا کہ انہیں ایک قافلہ دکھائی دیا، جو بعلبک کی طرف سامان رسد پہنچا رہا تھا۔ لشکریوں نے ابو عبیدہؓ کو اس حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "چند سوار قافلے کے قریب جائیں اور ان سے دریافت کریں" "سوار یہ خبر لائے کہ وہ قافلہ انطاکیہ سے شاہ ہرقل نے بعلبک کی امداد کے بیٹے روانہ کیا ہے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "یہ مال غنیمت ہے۔ قافلے کو پکڑ لاؤ" "مسلمان فی الفور قافلہ پکڑ لائے اور اونٹوں سے سامان رسد اتار لیا۔ اس میں علاوہ اور اجناس کے بہت سی شکر تھی۔ سب سامان اہل لشکر میں تقسیم کیا گیا۔ لشکر اسلام نے خوب علوسے پکا کر کھائے اور بہت خوش ہوئے۔

لشکر اسلام نے وہیں ڈیرہ لگا دیا۔ ابو عبیدہؓ نے عالم بعلبک کو اس مضمون کا خط لکھا کہ ہم تمہاری سرحد پر آ پہنچے ہیں اور تم کو صلح کا پیغام بھیجتے ہیں۔ اگر تم لڑے بغیر ہماری حفاظت میں آ جاؤ، تو تمہارے لئے اچھا ہو، کیونکہ اس صورت میں ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

جیسے کہ ہم نے ان شہروں کے ساتھ کیا ہے، جو برضا و رغبت ہماری حفاظت میں آگئے ہیں۔“

بعلبک کا حاکم ہرزین نامی ایک بہادر سردار تھا۔ اس کو قلعہ بعلبک کی مضبوطی پر بڑا ناز تھا اور اس کو یقین تھا کہ بعلبک اہل عرب سے فتح نہ ہو سکے گا۔ جب ہرزین نے ابو عبیدہ کا خط پڑھا، تو اس نے معززین بعلبک کو بلا کر خط سنایا اور ان کی رائے پوچھی۔ اہل بعلبک نے کہا: ”سپہ سالار لشکر اسلام راستی پر ہے۔ وہ اپنی خوشی سے ہم سے مصالحت کرنا چاہتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن شہروں سے انہوں نے مصالحت کر لی ہے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے۔ کسی قسم کی ان کو تکلیف نہیں دی اور سالانہ خراج کے سوا ایک ذرا سی چیز بھی نہیں چھینی۔ ان کے بال بچوں اور عورتوں کو ذرا دق نہیں کیا اور ان پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔ کیا ہرج ہے کہ ہم بھی ان سے مصالحت کر لیں اور ان کی حفاظت میں آجائیں؟“ ہرزین نے کہا: ”میں تمہاری رائے سے اتفاق نہیں کرتا، میں ڈر پوک نہیں کہ عربوں کے حملے سے ڈر جاؤں۔ یہ بڑی نامردی کی بات ہے کہ ہم قیصر روم سے روگرداں ہو کر بغیر جنگ کیے ان سے مصالحت کر لیں۔ قیصر کو خیال ہوگا کہ بعلبک کا حاکم اور اس کے ہمراہی ایسے بزدل ہیں کہ صرف عربوں کی آمد کی خبر ہی سن کر ان کے مطیع ہو گئے۔ میں جنگجو آدمی ہوں۔ میں کبھی ان سے صلح نہ کروں گا۔ جب تک دو دو ہاتھ نہ کر لوں۔“

اہل بعلبک نے جواب میں کہا: ”کئی حاکموں نے اہل عرب سے

”وودو ہاتھ رکھے، مگر سب نے منہ کی کھائی۔ اجنادین میں تقریباً ایک لاکھ رومیوں نے شکستِ فاش کھائی۔ اہل دمشق نے آخر رور و کران سے صلح کر لی اور باوجودیکہ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام نے بزورِ شمشیر قلعہ فتح کیا اور اس کے ماتحت سردار نے اسی وقت بطورِ خود ان سے صلح کر لی تھی، پھر بھی ان کو امان دی گئی اور ان کا جان و مال محفوظ رکھا گیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی سے کوئی عہد کر لیتا ہے، تو سب اُس کے پابند ہو جاتے ہیں۔ دُور کیوں جاتے ہو؟ حاکم قنسٹرین ہی کا حال دیکھ لو۔ اُس نے ان کے ساتھ دغا کی، تو صرف بارہ عربوں نے دو لشکروں کے درمیان اس کو گرفتار کر کے تمام لشکر کے زور و قتل کر ڈالا۔ اس سارے لشکر سے بارہ عرب بھی مغلوب نہ ہو سکے۔ جبکہ جیسے پہلو ان شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ ہمارے پاس نہ تو اتنی فوج ہے اور نہ اتنے پہلو ان۔ پھر ہم کس برتے پر ان کا مقابلہ کریں؟“

ہرزیس نے کہا: ”میں عربوں کی دلیری اور شجاعت تسلیم کرتا ہوں، مگر میں بھی اپنے آپ کو ان سے کم نہیں سمجھتا۔ ایک دفعہ مجھے ان کا مقابلہ کر لینے دو، پھر دیکھو، کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تم گھبراتے کیوں ہو؟ صلح کرنا تو ہر وقت ہمارے اختیار میں ہے۔ ایک مقابلہ تو ہونے دو۔ کیا عجب ہے کہ میں ان کو مار مار کر بھگا دوں اور جس قدر مال غنیمت انہوں نے فراہم کیا ہے، سب کا سب چھین لوں۔“

اس پر اہل بعلبک نے کہا: ”اچھا، تم شہر کے حاکم ہو۔ ہم تمہاری حکم

عدولی نہیں کر سکتے۔ تم نے ہماری رائے پوچھی تھی، ہم نے صاف صاف ظاہر کر دی۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ جو چاہو کرو۔ تم بھی اہل عرب سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔“

ہرزیس نے اسی وقت خط پھاڑ کر پھینک دیا اور قاصد سے کہا: اپنے سردار سے جا کر کہہ دے کہ ہم نامرد نہیں ہیں کہ یونہی صلح کر لیں۔ ہم تمہارا مقابلہ کریں گے۔ پھر جو کچھ نتیجہ ہوگا، دیکھا جائے گا۔“

ادھر قاصد واپس گیا، ادھر ہرزیس نے قلعے پر فوج متعین کی اور ہر طرح سے اُس کو محفوظ کر کے پانچ ہزار سوار چن کر الگ کر لیے اور ان کو حکم دیا: لڑائی کے لیے تیار رہو۔ میرا ارادہ ہے کہ اہل عرب کو راستے ہی میں روک کر ان پر اچانک حملہ کروں اور ان کو سنبھلنے نہ دوں۔“ جب قاصد ابو عبیدہ کے پاس پہنچا، تو اُس نے جو کچھ دیکھا سنا تھا، عرض کر دیا اور کہا: ”اہل بعلبک کے دو گروہ ہو گئے ہیں، ایک صلح چاہتا تھا، مگر ہرزیس اور اس کے سپاہی لڑائی پر آمادہ ہیں۔“ ابو عبیدہ نے کہا: ”یہ حال نیک ہے۔ چلو، ہم بعلبک پر چڑھائی کریں۔“ اسی وقت لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

ادھر لشکر اسلام بعلبک کو جا رہا تھا، ادھر ہرزیس پانچ ہزار مسلح سوار لے کر آیا تھا۔ راستے میں اہل اسلام کے پیش رو دستے سے ہرزیس دوبارہ ہٹا اور بڑی شدت سے حملہ کیا۔ مگر وہ اور اس کے ساتھی اہل عرب کے پیشرو دستے کے سامنے کیا تھے، جس میں عرب کے منتخب شیر موجود تھے؟

انہوں نے رومیوں کو نیزوں کی نوکوں پر لیا اور دائیں بائیں زخمیوں کے
ڈبیر کر دیئے۔ تھوڑی ہی دیر میں رومی لشکر بھاگ نکلا۔ ہرگز بھی کسی
معرکہ میں زخمی ہوا اور باقی ماندہ ہمارے ہوں کے ساتھ جس تیری سے آیا تھا
اس سے وگنی تیز رفتاری کے ساتھ واپس قلعے میں جا داخل ہوا۔
معززین بعلبک اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اے سردار! عرب
کے قیدی کہاں ہیں اور وہ مالِ غنیمت کہاں ہے جو تم لوٹ کر
لائے ہو؟" ہرگز بھی نے ناراض ہو کر کہا: "تم میرا تمسخر اڑاتے ہو، حالانکہ
میرے ہمراہی قتل ہوئے اور میں خود بھی زخمی ہو گیا! ہماری تعداد تھوڑی
تھی اور دشمن زیادہ تھے۔ لڑائی میں ایسا ہوتا ہی ہے۔ کبھی فتح، کبھی
شکست۔ میں تمہاری طرح ناموس تو نہیں ہوں کہ ان کی خبر سنتے ہی صلح
کر لوں۔ اب تم قلعے کی حفاظت اچھی طرح کرو۔ دیکھیں، عرب کب تک
محاصرہ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں" اہل شہر نے کہا: "ہم قلعے کی حفاظت
تو ضرور کریں گے، مگر اس سے حاصل کیا ہوگا؟ بہتر ہے کہ اہل عرب سے
مصالحت کر لو۔ اگر انہوں نے بزورِ شمشیر قلعہ فتح کر لیا، تو ہم اس نیک
سلوک کے حقدار نہیں رہیں گے جو صلح کی حالت میں ہمارے ساتھ کیا
جائے گا۔ پھر تو از روئے قاعدہ جنگ ہم اور ہمارے بال بچے سب
عربوں کے غلام ہوں گے، ہمارا تمام مال و اسباب ان کا حق ہوگا اور
ہماری زمینوں اور جائیدادوں کے وہ مالک بن جائیں گے، سالانہ خراج
دینا قبول کر لو اور جان و مال بچاؤ۔"

ہر بیس نے کہا: تم بے صبر کیوں ہوتے ہو؟ کھانے پینے کا سامان ہمارے پاس کافی ہے۔ قلعے پر سے لڑنے کا سامان بکثرت موجود ہے۔ جتنی بار وہ قلعے پر حملہ کریں گے، اتنی ہی بار ان کے آدمی قتل ہوں گے۔ ہمارا کیا نقصان ہوگا؟ قلعہ ہمارا مضبوط ہے، اس کو فتح کرنا کوئی آسان کام نہیں، تم اطمینان کے ساتھ گھر بیٹھے رہو اور قلعے کی حفاظت میں ادا دو۔“

اہل بعلبک پھر خاموش ہو کر چلے گئے اور ہر بیس قلعے کے انتظام میں مصروف ہوا۔ ابو عبیدہ نے بعلبک کے پار طرف لشکر اتار کر اس کو محصور کر لیا۔ دوسرے دن ان کو حملے کا حکم دیا، مگر قلعے والوں نے تیرا اور پتھر پڑھا کر مسلمانوں کو پسپا کر دیا اور کئی مسلمان زخمی کیے۔ دوسرے دن پھر حملہ ہوا۔ اور مسلمان پھر پسپا ہوئے۔ تیسرے دن پھر مسلمانوں نے بھالیں سر پر رکھ کر قلعے کا قصد کیا، مگر قلعے والوں نے تیروں اور پتھروں سے پھر مٹا دیا۔ اہل عرب کو قلعے کا محاصرہ کرنے میں بڑی وقت پیش آتی رہی، کیونکہ ان کے پاس انجن نہیں تھے، جن سے رومی بڑے بڑے پتھر چلا کر قلعوں کی دیواریں توڑا کرتے تھے۔ وہ سینہ سپر ہو کر حملہ کرتے تھے۔ اس لیے ان کو قلعے والے پسپا کر دیتے تھے۔

ابو عبیدہ نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا: "اس طرح قلعہ فتح نہ ہوگا۔ قلعے والے ہمارے زور سے محفوظ ہیں اور ہمارے آدمی ہر روز زخمی ہوتے ہیں۔ ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ قلعے والے میدان میں نکلیں۔" اس پر بعد مشورہ

یہ قرار پایا کہ کل مسلمان لڑائی کے لیے نہ نکلیں اور کچھ فوج دائیں اور بائیں
دور فاصلے پر بھیج دی جائے۔ جب اہل قلعہ ہم کو عاجز سمجھ کر ہم پر حملہ کریں
تو دائیں اور بائیں سے ہماری فوج دشمن اور قلعے کے درمیان حائل ہو جائے
اور ہم ان کے دُور ہوں گے، اور ہماری فوج عقب میں ان پر حملہ
کرسے گی۔ اس طرح وہ نرغے میں پھنس جائیں گے اور واپس قلعے تک نہ
پہنچ سکیں گے۔

یہ تجویز ابو عبیدہ نے پسند کی اور اسی وقت ایک ہزار سوار منتخب کر کے اس
کے دوڑتے کیے۔ ایک پر ضرار بن ازور کو اور دوسرے پر سعید بن زید کو فسر
متر کیا اور ان کو حکم دیا: "تم دائیں طرف چلے جاؤ" ضرار سے کہا: "تم بائیں طرف
دور فاصلے پر جا کر کھیرو۔ جب ہم ہمارے کیمپ سے بہت سا وضو اٹھتا
دیکھو، تو اس وقت فی الفور گھوڑے دوڑا کر میدان میں آ جاؤ اور قلعے اور
رومی لشکر کے درمیان حائل ہو کر قتل کا بازار گرم کر دو" یہ تجویز کر کے
ابو عبیدہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ کل عمدہ عمدہ کھانے پکاؤ اور
خوب کھاؤ۔

دوسرے دن ایسا ہی ہوا۔ کوئی آدمی لشکر اسلام میں سے میدان
جنگ میں نہ نکلا۔ ہرگز نہیں نے کچھ عرصہ انتظار کر کے خیال کیا کہ اہل عرب
ہر روز بے سود حملوں سے تھک کر لڑائی موقوف کر بیٹھے اور بھاگ جانے کا
اہادہ رکھتے ہیں۔ اس پر اس نے اپنے تمام سپاہیوں کو، جو لڑائی کی تائید
رکھتے تھے، حکم دیا کہ قلعے سے باہر نکلو اور عربوں کے کیمپ پر حملہ کر دو۔

لیکن یہ عہد کر لو کہ تم واپس نہیں پھرو گے جب تک ان کو قتل کر کے ان کا مال اسباب اپنے قبضے میں نہ کر لو گے۔ گزشتہ لڑائی کی طرح بزدلی نہ دکھانا میدان جنگ میں قتل ہونا بھاگ جانے سے زیادہ اچھا ہے۔ کیا محب ہے کہ جو غلبہ کسی اور شہر کو حاصل نہیں ہوا، وہ ہمیں نصیب ہو جائے، کیونکہ ہمارا قلعہ بڑا مضبوط ہے۔

ہر بیں کے یہ کلمات سن کر سپاہیوں کے چہرے تمٹھا اٹھے اور وہ جوش سے بھر گئے۔ ہر بیں میدان عاف دیکھ کر کئی ہزار آدمی لے کر شہر سے باہر نکلا اور میدان میں آکر اپنے لشکر کی صفیں درست کیں، مگر لشکر اسلام میں سے کوئی سامنے نہ آیا۔ اس پر اس نے جرات کر کے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اسلامی کمپ کے قریب پہنچ گیا، وہاں بن کے شیر عمرو بن معدی کرب، مالک اشتر، ذوالکلاع جمیری اور دیگر سردار اپنی اپنی قوم بہت پراباندھے ہوئے موجود تھے۔ تلوار چلنے لگی۔ رومی بھی خوب جم کر لڑے۔ اتنے میں باقی لشکر جو کھانا پکانے میں مصروف تھا، لڑائی کا شور سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کا کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا، اس نے وہیں چھوڑا۔ جس کا پک گیا تھا، اس نے دو تھمے منہ میں ڈالے اور سب ہتھیار سج کر میدان میں آگئے۔ لڑائی بڑے زور شور سے شروع ہوئی کہ اتنے میں اسلامی کمپ میں آگ روشن ہوئی اور دھواں بلند ہوا۔ سعید بن زید اور ضرار بن ازور اپنے اپنے سواریلے دائیں بائیں سے آہنی اور رومیوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔ رومی نرغے میں پھنس گئے۔ نہ وہ آگے بڑھ سکتے تھے، نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔

ہرہیں نے اپنے لشکر کو آگے پیچھے سے گھرا ہوا پایا، تو سخت گھبراہٹ
 اس نے بائیں طرف کو سیدھا رخ کیا اور باقی ماندہ سپاہیوں کو جن کی تعداد
 باوجود اتنے مقتولوں کے ہزاروں تھی، ہمراہ لے بھاگا۔ سعید بن زید نے
 اپنے دستے سمیت اس کا تعاقب کیا۔ ہرہیں سپاہیوں کو لے کر ایک پہاڑی
 پر، جہاں ایک غیر آباد قلعہ تھا، چڑھ گیا اور سعید بن زید نے اس کو محاصرے
 میں لے لیا۔

ہرہیں جب اس طرح محاصرے میں آ گیا، تو اپنے ہمراہیوں سے کہا:
 "یہ عرب عجیب قوم ہیں! میدان جنگ میں شیروں کی طرح لڑتے ہیں پھر
 فن جنگ بھی خوب جانتے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ وہ عاجز آگئے ہیں، لیکن
 حمل میں یہ ان کی چال تھی۔ ہم کو وہ قلعے کی حفاظت سے دور لانا چاہتے
 تھے۔ دیکھو، کس طرح ان کا ایک دستہ ہمارے عقب پر حملہ آور ہوا اور
 قلعے سے ہمارا تعلق منقطع کر دیا۔ اب ہم یہاں محصور ہیں، نہ ہمارے پاس
 کھانے کو کوئی چیز ہے اور نہ پانی۔ کب تک ہم یہاں ٹھہر سکیں گے؟
 مشکل ایک دن کاٹ سکیں گے۔ دوسرے ہی دن بھوک سے مر جائیگی
 بے شک ہم ان عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے ہر شہانہ پر
 غالب آنے کی کوشش کی، مگر وہ میرے استاد نکلے۔ میں تسلیم کرتا ہوں
 کہ میں ہار گیا۔ میری یہ رائے ہے کہ صلح کر لیں۔ اگر وہ ہمیں اور اہل شہر
 کو امان دے دیں اور جنگ کے قاعدے سے ہمارے ساتھ سلوک نہ
 کریں، تو ہمارا کوئی ہرج نہیں۔ بناؤ، تمہاری کیا صلح ہے؟ اس کے

ہمراہیوں نے کہا: "جو کچھ آپ کریں، ہمیں منظور ہے۔ لڑاؤ گے، تو لڑیں گے اور صلح کر لو گے، تو صلح پر بھی تیار ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم شجاعت اور فن جنگ میں ان عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ قوم کہاں سے پیدا ہو گئی اور ان میں ایسی جرات کیسے آگئی؟ ہم تو انہیں ہمیشہ ضعیف سمجھتے تھے۔ ہمارے ہاں سوداگری کے لیے آیا کرتے تھے، اور کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے تھے۔"

ہرزیس نے کہا: "اچھا، جو ہو، سو ہو۔ صلح کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اگر ہم قلعے تک پہنچ جاتے، تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ قلعے کے اندر رہ کر کئی عینے ان کا مقابلہ کر سکتے تھے، مگر یہاں ہم دو دن میں مرجا میں گے۔ چلو، کھیل ختم ہوا، ہم ہار گئے۔ اور شہر بھی تو ان کی حفاظت میں آٹھ ہوئے ہیں، ہم آجائیں گے تو ہمیں کیا ندامت ہوگی؟" یہ فیصلہ کر کے ہرزیس نے ایک سوار سعید بن زید کے پاس بھیجا۔ اس نے سعید بن زید سے کہا: ہمارا سردار اپنے اور اہل شہر کے لیے امان مانگتا ہے۔ تم اپنے سپہ سالار کے پاس جاؤ، اور ان سے دریافت کرو، کہ آیا وہ ہم کو امان دینے پر راضی ہیں یا نہیں؟"

سعید بن زید اسی وقت ابو عبیدہ کے پاس گئے اور کہا: "ہرزیس اپنے اور اہل شہر کے لیے امان طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر ہمارے ساتھ نیک سلوک کرو اور صلح کر لو، تو ہم تیار ہیں۔" ابو عبیدہ رحمہم دل آدمی تھے انہوں نے فوراً منظور کر لیا۔ ہرزیس خود ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور کہا: "ہمارا جان و مال بالکل محفوظ رہے اور اہل عربیوں سے کوئی شخص ہمارے شہر میں داخل نہ ہو۔ جو سردار آپ اپنی طرف سے ہم پر مقرر کریں وہ شہر کے باہر کپ لگائے رکھے، ہم اس کے ہمراہیوں کو کھانے پینے کی چیزیں خود بھیجتے رہیں گے۔"

ابوعبیدہ نے یہ سب باتیں منظور کر لیں اور سالانہ خراج مقرر کر کے اہل بعلبک کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ قلعے کے دروازے کھل گئے اور اہل بعلبک نے اسلامی لشکر میں آکر بازار لگا دیا، جو کچھ خراج مقرر ہوا تھا، وہ ادا کر دیا گیا اور ابوعبیدہ نے اسی وقت خلیفہ ثانی کو فتح بعلبک کی خوش خبری لکھ بھیجی اور لشکر اسلام نے چند روز بعلبک کے باہری قیام کیا۔

بعلبک ان دنوں بڑا آباد تھا اور وہاں کی تجارت بڑی رونق پر تھی۔ باشندے بڑے مالدار اور آسودہ تھے۔ قدیم عمارتیں بعلبک استادہ تھیں اور یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان کا دروازہ مخالف بھی شہر بعلبک تھا۔

فتح حمص

ابو عبیدہ زافع بن عبد اللہ کو بعلبک کا نگران مقرر کر کے حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جو گاؤں، قلعہ وغیرہ ملا، سب کو مطیع و منقاد بنا لیا اور بڑے جاہ و جلال کے ساتھ حمص کی سرحد پر پہنچے۔ اہل حمص سے ایک سال کے لیے مصالحت ہوئی تھی۔ اس کی میعاد گزر چکی تھی۔ اب ضروری تھا کہ اہل حمص سے اس بات کا فیصلہ کیا جاتا کہ آیا وہ سابقہ مصالحت بحال رکھ کر سالانہ خراج ادا کرنے پر تیار ہیں یا جنگ پر آمادہ ہیں۔ اس وقت حمص کا حاکم نامی شہسوار مرسل تھا۔ اس نے رسد اور سامان حرب وغیرہ بھی خوب جمع کر لیا تھا، کیونکہ اسے امید تھی کہ اہل اسلام بعلبک وغیرہ فتح کر کے حمص کی طرف ضرور آئیں گے اور سالانہ خراج کا ضرور مطالبہ کریں گے۔ اس کی نیت مصالحت قائم رکھنے کی نہ تھی، کیونکہ اسے علم تھا کہ شاہی لشکر عنقریب اہل عرب کی سرکوبی کے لیے انطاکیہ سے آنے والا ہے، اور اس کا ارادہ تھا کہ جب تک شاہی لشکر نہ پہنچے، وہ اہل عرب کو جنگ میں مصروف رکھے اور اس طرح قبضہ روم کے نزدیک اپنے آپ کو تحسین و انعام کا مستحق ثابت کرے۔

جب ابو عبیدہ سرحد پر پہنچے، تو لشکر کو اترنے کا حکم دیا اور ایک

خط اہل حمص کو لکھ کر ایک رومی غلام کے ہاتھ بھیجا۔ جب رومی غلام قلعہ حمص کے پاس پہنچا، تو اس نے پرے والے سپاہیوں سے کہا: میں اہل عرب کے سردار کی طرف سے اہل حمص کے نام خط لایا ہوں۔ اس پر اُسے حاکم حمص کے پاس لے گئے۔ رومی غلام نے اپنے دستور کے موافق مرسیں کو سجدہ کیا اور ابو عبیدہؓ کا خط حوالے کیا۔ مرسیں نے خط لے کر غلام سے پوچھا: کیا تو بھی مسلمان ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، میں مسلمان نہیں ہوں، اہل عرب کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کرتے جو قیدی بخوشی خاطر اسلام لائے، اُسے وہ اپنا بھائی سمجھتے ہیں، اور جو قیدی اسلام قبول نہ کرے، اُسے غلام بنا لیتے ہیں، مگر اس کے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ ہم جتنے غلام ہیں، سب کے سب نہایت خوش ہیں۔ ہم وہی کھانا کھاتے ہیں، جو ہمارے مالک کھاتے ہیں۔ ہم ویسا ہی کپڑا پہنتے ہیں، جیسا کہ ہمارے مالک پہنتے ہیں۔ ہمارے مالک ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں، جیسا کہ رومی اپنے بیویوں کے ساتھ۔ ہم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی جاتی۔ ہمیں محسوس تک نہیں ہوتا کہ ہم غلام ہیں۔“

مرسیں یہ باتیں سن کر ناراض ہوا۔ پھر اس نے ابو عبیدہؓ کا خط پڑھا، جس میں لکھا تھا: صلح کی میعاد گزر چکی۔ اگر یہ صلح قائم رکھو، تو ہم تم سے سالانہ خراج لے کر اور طرف چلے جائیں گے۔ اگر صلح قائم رکھنا نہیں چاہتے، تو ہم تم سے لڑیں گے اور تمہارا خرخشہ مٹا کر کسی اور طرف چلے

جائیں گے۔“

یہ خط پڑھ کر مریم نے معززین حمص کو بلایا اور ان سے رائے طلب کی۔ انہوں نے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ مریم نے کہا: میرا ارادہ تو ایسے کا ہے، کیونکہ عنقریب شاہی لشکر ہماری امداد کو آئے گا، تو ہم کیوں بے فائدہ مالانہ خراج ادا کر کے بادشاہ کے نزدیک ذلیل ہوں؟ ہمارے پاس غلہ اور حرب کا سامان کافی ہے۔ ہمارے سپاہی بڑے جنگجو ہیں، کیونکہ اہل حمص اس تمام گرد و نواح میں بڑے شجاع سمجھے جاتے ہیں حمص کے جنگجو اور نیرو آزادنا مشہور ہیں اور بادشاہ اہل حمص کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔“ اہل حمص نے کہا: آپ کی یہی رائے ہے، تو ہم بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں اور اہل عرب کا دل کھول کر مقابلہ کریں گے۔“

ابو عبیدہؓ صلح کے لحاظ سے حمص کی سرحد میں ابھی تک داخل نہیں ہوئے تھے اور سرحد کے باہر ہی ڈیرا لگائے ہوئے تھے۔ اب مریم کا جواب سن کر لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ پہلے پانچ ہزار سواروں سے کرعیرہ بن مسروق کو اس کے بعد پانچ ہزار سواروں سے کرضر بن ازور کو، پھر پانچ ہزار سواروں سے کرعرو بن معاذی کو روانہ کیا۔ باقی لشکر اپنے ہمراہ لے کر حمص پر چڑھائی کر دی اور قلعہ حمص کے سامنے کافی میدان چھوڑ کر لشکر اتار دیا۔

جب جمع ہوئی تو ابو عبیدہؓ نے لشکر آراستہ کر کے میدان میں کھڑا کیا اور اُدھر سے روئیں بھی اپنا فوج لے کر مقابلے کے لیے میدان میں نکلا۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کی اگلی صف کو حکم کرنے کا حکم دیا۔ رومی بھی تک آہنی دیوار کی

طرح جمے کھڑے ہوئے تھے، کسی نے حرکت نہ کی تھی۔ اتنے میں مسلمان
 حملہ آور ہوئے۔ رومیوں نے جم کر مقابلہ شروع کیا اور قلعہ والوں نے اوپر
 سے پتھر اور تیر برسائے شروع کیے۔ کئی مسلمان شہید اور بہت سے زخمی
 ہوئے۔

مسلمان یہ حالت دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر زیادہ زور سے حملہ کیا۔
 مگر اس دفعہ بھی رومیوں نے ان کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اور مسلمان پھر
 پسپا ہوئے۔ اسی وقت ابو عبیدہؓ نے لکار کر کہا: "اے عرب عورتوں کے
 بیٹو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یاد رکھو کہ اس دن کے بعد ایک دن قیامت
 کا بھی ہے۔ اپنے آپ کو اس دن کی سختی سے بچانے کی فکر کرو کیوں
 ہمت ہارتے ہو؟ یہ وہی رومی ہیں، جنہیں تم نے کئی دفعہ شکست دی
 ہے۔ موت سے کیوں ڈرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جو تمہیں اس وقت
 بھی دیکھ رہا ہے۔ ابدی سرور یونہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جسے وہ سرور
 حاصل کرنا ہے، وہ آج اپنی جان قربان کرے۔"

یہ سن کر مسلمان پھر غصہ اور غیرت کھا کر مریں کی فوج پر حملہ آور ہوئے
 اور ساتھ ہی خالد بن ولیدؓ نے اپنی قوم بنی مخزوم کے ساتھ لشکر سے نکل کر
 اہل حمص کے قلب پر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف سے میسرہ بن مسروق
 اپنی قوم بنی عیس کو لے کر میدان میں کود پڑے اور اللہ اکبر کے نعرے
 مارتے ہوئے رومیوں کی صف پر ٹوٹ پڑے۔ اب نہ کسی کو تیروں کی
 پروا رہی، نہ کسی نے پتھروں کی بارش کا خیال کیا۔

اُدھر رومی سپاہی و صحالین سامنے رکھ کر دو زانو بیٹھ گئے۔ رومیوں نے بھی مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ قتل کا بازار گرم ہوا۔ کشتوں کے پشتے زور زخمیوں کے انبار لگنے لگے۔ خالد بن ولید اپنے حکم کو جنبش دیتے ہوئے رومیوں میں گھس گئے اور دائیں بائیں راستہ صاف کر کے ایک قد آور زرد پوش رومی پہلوان کے مقابل ہوئے، جو شیر کی طرح گرج رہا تھا۔ اس نے مقابل ہوتے ہی خالد بن ولید پر وار کیا۔ خالد نے وار خالی دے کر تلوار کی ضرب اسید کی تلوار رومی پہلوان کی زردہ پر پڑنے ہی دو ٹکڑے ہو گئی۔ رومی پہلوان طمع کر کے خالد پر حملہ آور ہوا۔ خالد نے تلوار کا دستہ ہاتھ سے پھینک دیا اور گھوڑا بڑھا کر رومی پہلوان سے چمٹ گئے۔ رومی پہلوان نے بھی تلوار پھینک دی اور خالد سے چمٹ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو زور سے دبایا۔ خالد نے رومی پہلوان کو اپنی طرف کھینچ کر گھوڑے سے الگ کر لیا اور اسے اٹھا کر سر کے بل زمین پر دے مارا۔ وہ گرتے ہی مر گیا۔ خالد نے اچک کر اس کی تلوار سے لی۔ تلوار بھی آبدار تھی۔ اسی تلوار سے رومیوں کے سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔

اتنے میں بنی مخزوم بھی قتل عام کرتے ہوئے خالد بن ولید کے پاس پہنچ گئے۔ خالد نے کہا: "شاباش! میرے بہادر! ایک رومی کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ ان کے لڑتے لڑتے آفتاب نصف انہار پرا گیا اور دھوپ کی شدت سے خالد بن ولید کی زردہ تپنے لگی۔ اتنے میں ان کے مقابل کے سپاہی تاب مقابلہ نہ لاکر سپاہوں نے شروع ہوئے اور خالد بن ولید مع بنی مخزوم کے اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو دیکھ کر کہا: "مرحبا!

مزہبا اسے اباسلیمان! حق یہ ہے کہ تم نے بڑی جانفشانی کی اور اجر عظیم حاصل کیا۔

دوسری طرف بصرہ بن مسروق اور مرقال بن ہاشم نے رومیوں کے ہینے (دائیں بازو) پر آفت چارکھی تھی اور قیس بن ہبیرہ نے رومیوں کے بصرے (دائیں بازو) پر عذاب نازل کر رکھا تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے بھی اس دن حیرت انگیز جنگ کی۔ وہ اپنی جان بتیلی پر رکھ کر تیغ زنی کر رہے تھے شاید ان کا وقت قریب آگیا تھا۔ انہیں کوئی پرواہ نہ تھی۔ بے تحاشا رومیوں میں گھس کر دائیں بائیں وار کیئے جاتے تھے۔ رومی ہر چند انکو گھیرتے، مگر وہ پسپا کر دیتے۔ اس طرح وہ برابر ان کو دباتے ہوئے دور نکل گئے اور واہدات دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ لڑائی بڑے زور سے ہوتی رہی۔ آخر عصر کے وقت تمام رومی لشکر، جو عربوں کی تلوار سے بچ رہا تھا، بھاگ نکلا اور قلعے میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیئے۔ اسلامی لشکر مظفر و منصور اپنی لشکر گاہ میں واپس آیا۔ لیکن اس لڑائی میں مسلمانوں کے بہت سے آدمی شہید ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل کے شہید ہو جانے کا تمام مسلمانوں کو غم ہوا اور خالد بن ولید کو خصوصاً بڑا صدمہ ہوا اور خالد ان کی لاش پر ابدیدہ ہو کر کہنے لگے: "کاش! حضرت عمرؓ میرے بھائی عکرمہ کو لڑتے دیکھتے، تو معلوم کرتے کہ ہم کس طرح اپنی جانیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی پر تار کرتے ہیں اور کس طرح ہم اپنا سینہ دشمنوں کے تیروں اور تلواروں کے سامنے بلاتامل رکھ دیتے ہیں۔"

ابو عبیدہ کو سخت قلق ہوا اور کہتے لگے: "کسی لڑائی میں ہمارے اتنے آدمی شہید نہیں ہوئے" خالد بن ولید نے کہا: "واقعی اہل حمص نہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ شجاع اور جنگجو ہیں۔ وہ بڑی سختی اور جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے اور ہماری پہلی صف کو بلاشبہ انھوں نے شکست دے دی تھی۔ ہم نے بڑی مشکل سے ان کو مار کر ہٹایا۔"

ابو عبیدہ نے کہا: "پھر ان پر فتح پانے کی کیا تدبیر کرنی چاہیے؟" خالد بن ولید نے کہا: "اگر ہم ان سے قلعے کے نیچے لڑتے رہیں، تو بمشکل فتح حاصل ہوگی، کیونکہ قلعے کی آڑ اور قلعے والوں کی امداد ان کو بڑی تقویت دیتی ہے، اور اسی وجہ سے ہمارے آدمی زیادہ ضائع ہوتے ہیں۔ اگر ہم کمپ پیچھے ہٹا دیں اور ان کو قلعے کے باہر لے آئیں، تو پھر ان سے اچھی طرح نبٹ لینگے میدان کی فوج اور قلعے والوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں لڑنا مشکل ہے۔" ابو عبیدہ نے کہا: "ہم پیچھے ہٹ جائیں گے، تو بھی وہ قلعے سے باہر نہ نکلیں گے۔ پھر ہم کب تک ان کا انتظار کرتے رہیں گے؟" خالد بن ولید نے کہا: "ہم انہیں اس بات کا لالچ دیں گے کہ ہم عاجز آگئے۔ پھر وہ طمع کر کے ہمارے پیچھے پڑیں گے۔ ہم یک لخت ان کے مقابل ہو کر ان کو نیزوں کی نوکوں پر لے لیں گے اور قلعے تک پہنچنے نہ دیں گے۔ سنیئے، میری تجویز یہ ہے کہ اس وقت عورتیں اور اسباب پیادہ فوج کے ساتھ دور بھیج دیں، وہاں وہ ڈیرہ لگائیں۔ ہم صرف سوار ہی یہاں رہ جائیں۔ صبح بجائے میدان میں نکلنے کے ہم واپس ہونا شروع کر دیں اور اپنے

نہمے اور معمولی اسباب اور زائد اونٹ یہیں رہنے دیں۔ جب اہل حنین یہ دیکھیں گے، تو سمجھیں گے کہ ہم بھاگ چلے ہیں۔ وہ ہمارا کمپ لوٹیں گے اور پھر ہمارے تعاقب میں آئیں گے۔ ہم اپنی چال نرم کر لیں گے تاکہ وہ کچھ فاصلے پر ہم تک پہنچ جائیں۔ پھر ہم ایک سخت پلٹ کر ان کے مقابل ہو جائیں گے، اور جو کچھ خدا کو منظور ہوگا، کر گزریں گے۔ ابو عبیدہ نے یہ تجویز پسند کی اور اسی وقت اس کے متعلق احکام جاری کر دیے۔

جب صبح ہوئی، تو مرثیہ اپنا لشکر لے کر قلعے کے باہر نکلا اور میدان میں راستہ کر کے گھڑا کر دیا۔ اور ہر مسلمان سواروں نے بھی پرا جھایا، مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ معاً مسلمانوں نے بجائے رومیوں پر حملہ کرنے کے گھوڑوں کا منہ پیچھے کی طرف کر لیا اور بھاگ نکلے۔ مرثیہ سمجھا کہ مسلمان عاجز ہو کر بھاگے جاتے ہیں۔ اس کو جو شامت نے گھیرا، وہ لشکر کو اکسا کر ان کے تعاقب میں چلا۔ جب اسلامی کمپ میں پہنچا، تو نیچے، اسباب اور اونٹ وہاں موجود پائے اور مسلمان کوئی نظر نہ آیا۔ کچھ سپاہی تو اس نے کمپ میں چھوڑ دیے اور باقی سواروں نے مسلمانوں کے پیچھے چلا۔ مسلمانوں نے گھوڑوں کی رفتار نرم کر دی تاکہ مرثیہ اور اس کے ہمراہیوں نے انہیں جالیہ معاً مسلمانوں نے گھوڑے تمام لیتے۔ وہ لفظ بھر میں رومیوں کے بالمقابل ہو گئے اور اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ رومی سہم گئے اور ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ مسلمانوں نے دل کھول کر قتل کیا اور سعید بن زید نے مرثیہ کا کام تمام کر دیا۔ رومی بکثرت قتل ہوئے اور بہت گھوڑے جان بچا کر بھاگ سکے۔ انہیں بھاگتے دیکھ کر وہ سپاہی،

جو اسلامی کمپ کے گرد پیرے پر تھے، کوئی چیز اٹھائے بغیر ہی سر پر پاؤں
 رکھ کر بھاگ نکلے۔ لشکرِ اسلام پھر واپس اپنی لشکر گاہ میں پہنچ گیا۔ ابو عبیدہ اور
 ان کے ہمراہی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ سعید بن زید کو مرسیں کا تمام اسباب
 مل گیا اور رومیوں کا باقی تمام سامان حرب اور گھوڑے مسلمانوں میں تقسیم
 کیے گئے۔

جب باقی ماندہ رومی بھاگے ہوئے قلعے میں پہنچے اور انہوں نے بیان
 کیا کہ اہل عرب نے چال کھیل کر مرسیں اور اس کے لشکر کو نیست و نابود کر
 دیا، تو اہل شہر بہت گھبرائے اور ان کو یہ فکر پڑی کہ اہل عرب ان کے ساتھ
 آئین جنگ کی رو سے سلوک کریں گے۔ ان کا سب مال و اسباب، جس
 کے وہ حقدار ہو چکے، ان سے چھین لیں گے اور انہیں غلام بنا لیں گے۔
 عورتوں نے یہ حال سنا، تو رو کر آسمان سر پہ اٹھالیا اور قلعہ حمص میں
 نالہ و بکا کا شور آسمان تک پہنچ گیا۔

آخر چند سال خوردہ آدمیوں نے جمع ہو کر یہ صلاح کی کہ چلو، لشکرِ اسلام
 کے سردار کے پاس چلیں اور ان سے امان طلب کریں۔ شاید ہمیں امان سے
 دیں اور ہم سے سالانہ خراج لینا منظور کر لیں۔ اس طرح ہمارا مال و اسباب
 اور ہمارے بال بچے بچ جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ عمر بنی سردار بڑا رحم دل،
 اور خدا ترس ہے۔

یہ تجویز کر کے حمص کے معزز لوگ ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے
 اور کہنے لگے: "ہم امان چاہتے ہیں۔ آپ ہم پر مہربانی فرمائیے، ہم آپ کی

حفاظت میں آئے جاتے ہیں اور قلعے کے دروازے کھول کر قلعہ آپ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا: "میں تم کو امان دیتا ہوں اور اپنی حفاظت میں لے لیتا ہوں اور میں شہر بھی وعدہ کرتا ہوں کہ ہم تمہارے شہر میں داخل نہ ہوں گے۔ تم بدستور اپنے شہر میں اطمینان سے رہو۔ صرف ہمارا سالانہ خراج یہاں پہنچا دو۔" اہل حمص بڑے شکر گزار ہوئے اور کہنے لگے: "ہم اس بات سے خوش ہیں کہ آپ اپنے مبارک قدم ہمارے شہر میں لے چلیں اور آپ کے لشکر ہی ہمارے شہر میں مقیم رہیں۔"

ابو عبیدہ نے کہا: "تمہیں میں نے بڑی سخت لڑائی کے باوجود حمص خدا ترسی کے لحاظ سے امان دے دی ہے، لیکن تم جانتے ہو کہ اس لڑائی میں ہمارے بہت سے آدمی شہید ہوئے ہیں اور ان کے رشتے داروں کو از حد رنج پہنچا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے کسی آدمی سے انتقام کے جوش میں تم پر کوئی زیادتی ہو جائے۔ اس لیے ہم اپنا ڈیرا باہر ہی رکھتے ہیں اور جب سالانہ خراج ادا کرو گے تو ہم کوچ کر جائیں گے۔"

اہل حمص ابو عبیدہ کی اس دور اندیشی سے بڑے خوش ہوئے اور اہل عرب کے سلوک اور خلق کی از حد تعریف کرنے لگے۔ جب وہ اپنا قلعے میں گئے، تو انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو خوش خبری سنائی، کہ اہل عرب نے سب کو امان دے دی اور ہم کو کسی قسم کی تکلیف نہ

دیں گے۔ یہ سن کر سب کی جان میں جان آئی۔ اور وہ بڑے خوشنہیں ہوئے۔ پھر سالانہ خراج فراہم کر کے جو کچھ نقد و جنس مقرر ہوا تھا، وہ ابو عبیدہ کے سامنے لارکھا۔ لشکرِ اسلام نے چند روز اور وہاں مقام کیا اور جب لڑائی کی تکان وود ہو گئی، تو وہاں سے کوچ کر دیا۔



میدان یروشلم یا و قوصہ

ابو عبیدہ بن جراح سپہ سالار لشکر اسلام جب حمص فتح کر چکے، تو اہل حمص کو اپنی حفاظت میں لے کر ان پر اپنا ایک امیر مقرر کر دیا، اور وہاں سے کوچ کر کے ایک سرسبز اور شاداب مقام پر مکپ لگا دیا۔ اب وہ یہ سوچ رہے تھے کہ بیت المقدس پر چڑھانی کرنے کے لیے انہیں جنوب کی طرف جانا پڑتا تھا اور انطاکیہ پر حملہ کرنے کے لیے شمال کو۔ انطاکیہ حمص کے شمال میں ساحل سمندر کے قریب واقع تھا اور قیصر روم کے ایشیائی مقبوضات کا دار الخلافہ تھا۔ خود ہرقل قیصر روم انطاکیہ میں موجود تھا۔ ادھر بیت المقدس یعنی یروشلم بڑا متبرک و مقدس مقام اور فلسطین کا ضروری مرکز تھا۔ بیت المقدس کو فتح کر لینے سے تمام علاقہ فلسطین پر قبضہ ہو سکتا تھا اور انطاکیہ فتح کر لینے سے تمام علاقہ شام اہل عرب کے زیر نگین آ سکتا تھا۔ یہ دونوں بڑے ضروری مقامات تھے اور ابو عبیدہ اس شمش و پنج میں تھے کہ پہلے کس مقام کا فتح کرنا اہل اسلام کے لیے مفید ہوگا۔ فلسطین کا علاقہ شام کے جنوب مغرب میں ساحل سمندر یعنی بحیرہ روم تک پھیلا ہوا تھا اور یہ علاقہ بڑا زرخیز اور شاداب تھا۔

خلیفہ اقل نے عمرو بن عاص کو خصوصیت کے ساتھ فلسطین کی

طرف ارسال کیا تھا اور عمرو بن عاص نے فلسطین کی سرحد پر کثیر رومی لشکر کو شکست دے کر نمایاں فتح حاصل کر لی تھی، مگر پھر خالد بن ولید کے حکم کے بموجب عمرو بن عاص مع اپنے لشکر کے میدانِ اجنادین میں جا شامل ہوئے تھے۔ خالد بن ولید کا نسخ اُس وقت شام فتح کرنے کی طرف تھا اور ابو عبیدہ بھی ٹھیک خالد بن ولید کے نقش قدم پر چلے اور شام کے شہر فتح کرتے رہے۔ اس وقت کل لشکرِ اسلام ان کے ہمراہ تھا سوائے اُن سپاہیوں کے، جو مختلف شہروں کی نگرانی پر چھوڑ دیے گئے تھے۔

ابو عبیدہ ابھی اسی سوچ میں تھے کہ ان کو اطلاع ملی کہ ہرقل قیصرِ روم نے بڑا بھاری لشکر اہل عرب کے لیے تیار کیا ہے، جس کی تعداد کوئی لاکھ ہے در تمام اطراف سے جنگجو قوتیں بلائی گئی ہیں۔ یہ سن کر ابو عبیدہ متفکر ہو گئے اور اپنے ماتحت سرداروں کو بلا کر کہا: "رومیوں کا بڑا بھاری لشکر جس کی تعداد کوئی لاکھ بتائی جاتی ہے، ہمارے مقابلے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ ہم دشمن کا یہیں انتظار کریں یا کسی اور مقام پر چل کر ڈیرا لگائیں۔"

پہلے قیس بن مسیر نے اٹھ کر کہا: "اسے امین الامت! ہم نے بڑی محنت اور جانفشانی سے شام کے اتنے شہر فتح کئے ہیں میں نہیں پسند کرتا کہ ہم اس علاقے کو چھوڑ کر کسی اور طرف جائیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اسی جگہ رومی فوج کا مقابلہ کریں، ورنہ رومی ان شہروں پر قبضہ کر لیں گے اور بھاری تمام محنت و جانفشانی برباد جائے گی۔ اگر ہم رومی

فوج کے ہاتھ سے اس جگہ قتل بھی ہو گئے، تو بھی کیا ہرج ہے؟ اللہ
تسائے ہمیں بہشت بریں میں جگہ دے گا اور اس زمینی بہشت کے
معاوضے میں آسمانی بہشت کی سکونت مل جائے گی۔ میرا دل تو نہہریں
چاہتا کہ ہم اس جگہ سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹیں۔“

ابو عبیدہؓ نے یہ تقریر سن کر کہا: اے سردارو! تم نے قیس بن ہبیرہ کی
تقریریں سنی۔ بتاؤ، تم اس جگہ ٹھہرنا پسند کرتے ہو یا ریگستان میں واپس
جانا چاہتے ہو؟ یہ علاقہ، جو ہم نے اتنا خون بہا کر فتح کیا ہے اور اللہ
تعالیٰ نے اپنے وعدے کی طابقت ہم کو اس زمینی بہشت کا وارث بنایا
ہے، اس وراثت کو پھر دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتے ہو یا اپنی جان
بچ کر اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہو؟

دیگر سرداروں نے بھی قیس بن ہبیرہ کی رائے سے اتفاق کیا اور
کہا: ہم اسی جگہ ٹھہر کر دشمن کا مقابلہ کریں گے اور اپنی جان کے ساتھ اس
علاقے کی حفاظت کریں گے۔ ابو عبیدہؓ نے یہ سن کر خوش ہوئے، کیونکہ ان کی
اپنی رائے بھی یہی تھی، مگر خالد بن ولیدؓ نے کوئی رائے نہ دی۔ خالد بن
ولیدؓ اسلامی لشکر میں ایسے آدمی نہ تھے کہ ان کی رائے نہ پوچھی جاتی اور ان
کی خاموشی کی پروا نہ کی جاتی یا انہما مشی نیم رضا سمجھی جاتی۔ ابو عبیدہؓ نے
کہا: اے اباسیلیمان! تم نے اس بارے میں کوئی رائے نہیں دی۔ نہ
قیس کی رائے سے اتفاق کیا، نہ ترویج کی۔ خالد بن ولیدؓ نے کہا: میری
رائے قیس کی رائے کے خلاف ہے، مگر میں نے ظاہر اس لیے نہیں

کی کہ اور سب سرداروں نے اُن کی رائے سے اتفاق کر لیا اور سب متفق ہیں
 کہ اسی جگہ ٹھہر کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ اس لیے میں مسلمانوں کی متفقہ رائے
 کے خلاف کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ آپ بھی تو اس رائے کو تسلیم کر چکے ہیں۔“
 ابو عبیدہ نے کہا: اے اباسلیمان! جو کچھ تمہاری رائے ہو، اس سے
 مجھے آگاہ کرو، کیونکہ ممکن ہے کہ تیس بن ہبیرہ اور ہم سب نے اُن امور کو
 نہ نظر نہ رکھا ہو، جو امور تمہارے زیر نظر ہیں۔ اچھا، اپنی رائے بیان کرو۔
 اگر تمہاری رائے صائب ہوئی، تو ہم سب اس سے اتفاق کریں گے،
 کیونکہ جو بات مسلمانوں کے حق میں مفید ہو، وہی ہمیں اختیار کرنی چاہیے۔“
 خالد بن ولید نے کہا: ”میری رائے میں یہاں ٹھہرنا ہرگز مناسب
 نہیں، کیونکہ آپ کے قول کے بموجب رومی لشکر لاکھوں کی تعداد میں آ رہا
 ہے اور یہ میدان کافی نہیں۔ ہم کو بڑا وسیع میدان چاہیے تاکہ ہم کھلے
 بندوں اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کر سکیں۔ اس میدان میں تو وہ ہم کو چار طرف
 سے گھیر لیں گے۔ ماسوا اس کے قیساریہ اور بیت المقدس کی طرف سے
 ہمیں اندیشہ رہے گا۔ دونوں مضبوط مقامات اس وقت ہمارے عقب
 میں ہیں۔ اگر ہم نے رومی لشکر کا مقابلہ یہیں کیا، تو اندیشہ ہے کہ قیساریہ
 اور بیت المقدس سے فوجیں ہمارے عقب پر حملہ کر دیں۔ پھر ہم کو نکلنے
 کی راہ کوئی نہ ملے گی۔ اور اس تنگ میدان میں ہم چوبوں کی طرح بل ہیں
 بند ہو کر قابو میں آجائیں گے، مدینے سے ہم کو کمک نہیں آسکے گی اور
 غرب سے ہارا تعاقب منقطع ہو جائے گا۔ ہم کو مقابلے کے لیے ایسی جگہ

ٹھیکرنا چاہیے، جہاں قیساریہ اور بیت المقدس کی زد ہم پر نہ پڑے، اور میدان اس قدر وسیع ہو کہ ہم دور تک اپنے کمپ کو پھیل سکیں، کیونکہ رومی لشکر کی تعداد زیادہ ہے اور کئی فرسنگ میں ان کا کمپ ہو گا۔ ہماری تعداد گو تھوڑی ہے، مگر ہم اپنے لشکر کو اس طرح پھیلادیں گے کہ جس طرف رومی ہمارے مقابلے کو نکلیں، ہمارا رخ ان کے سامنے ہو اور ہم کو دائیں بائیں سے گھیر نہ سکیں۔ رہا ان شہروں کے قبضے کا خیال، جو ہم نے فتح کیے ہیں، ان کو ہم ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ ان کا دل چاہے ہمارے مطیع رہیں، دل چاہے، قیصر روم سے بل جائیں۔ جب ہم رومی لشکر پر فتح حاصل کر لیں گے، تو پھر یہ تمام شہر بخوشی خاطر ہماری حفاظت میں آجائیں گے۔ لیکن اگر ہم اس مقام پر گھر گئے، تو ہم ادھر کے رہینگے نہ ادھر کے۔ تمام شہر بھی ہمارے قبضے سے نکل جائیں گے اور سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ مجھے اپنی ذات کا کوئی خیال نہیں۔ آپ جو حکم دیں گے، میں بسر و چشم منظور کروں گا کیونکہ میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر چکا ہوں۔“

ابو عبیدہؓ اور دیگر سرداران اسلام نے جب فن جنگ کے کامل ماہر اور جاں باز جنرل خالد بن ولید کی یہ تقریر سنی، تو وہ دنگ رہ گئے، اور سب آمنائے صدقنا پکار اٹھے۔ ابو عبیدہ نے بھی خالد بن ولید کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا: ”اے اباسلیمان! میں تمہاری رائے پر عمل کروں گا چلو، جہاں چاہتے ہو، تمام لشکر لے چلو۔“ خالد بن ولید نے کہا: ”جس جس

شہر میں ہم اپنے سردار مع عرب سواروں کے چھوڑ آئے ہیں، ان سب کو حکم لکھ بھیجئے کہ وہ بہت جلد ہم کو دریائے یرموک پر آئیں، کیونکہ جب لشکرِ روم ہمارے مقابلے کو آئے گا، تو ضرور ہے کہ ان کا سپہ سالار ان شہروں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے اور اس حالت میں ایسا نہ ہو کہ ہمارے سردار اور سپاہی ناحق مارے جائیں۔ سب کے سب بلا لیجئے، ایک بھی وہاں نہ رہے اور ان شہروں کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیجئے، ابو عبیدہ یہ تجویز سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: "اے اباسلمان یہ بات تم نے خوب کہی۔ مجھے مطلق اس بات کا خیال نہ تھا اور ہمارے سپاہی ناحق دشمنوں کے ہاتھ سے ضائع ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے! میں ابھی ان کے نام حکم جاری کرتا ہوں۔ اچھا تم نے یرموک میں رومیوں کا مقابلہ کرنے کی تجویز کی ہے؟"

خالد بن ولید نے کہا: "اس سے بہتر میدان میرے خیال میں نہیں آ سکتا۔ وہاں ہم قیساریہ اور بیت المقدس کی زد سے بچے رہیں گے اور میدان ہے بھی اتنا وسیع کہ رومیوں کا اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ نیز مدینے سے ہم کو کمک بھی پہنچ سکے گی اور عرب سے ہمارا راستہ برابر کھلا رہے گا۔" اس پر ابو عبیدہ نے تمام لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ منزلیں طے کرتے ہوئے یرموک کے کنارے نہایت عمدہ جگہ تجویز کر کے رومی لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ خالد بن ولید نے تمام محفوظ مقامات اپنے قبضے میں کر لیے اور ایک کسلا میدان رومی لشکر کے لیے چھوڑ دیا۔

یرموک ایک چھوٹا سا دریا ہے، جو خوزان کی بلندیوں سے نکل کر جھیل طبرہ کے چند میل جنوب میں دریائے یرون میں مل جاتا ہے۔ ملنے کے مقام سے تیس میل شمال کی جانب یرموک نیم دائرے کی صورت میں گزرتا تھا اور کئی فرسنگ کا میدان اس حلقے میں چھوڑتا جاتا تھا۔ ایک چھوٹی سی ندی اس میدان کے دوسری طرف گھیر ڈالے ہوئے تھی اور صرف ایک طرف میدان کا راستہ نکلتا تھا۔ یہ میدان کمپ کے لئے بڑا محفوظ سمجھا جاتا تھا، مگر خالد بن ولید نے یہ سارا میدان دشمن کی فوج کے لیے چھوڑ دیا۔ اس امید پر کہ رومی اس میدان کو پسند کرے اپنی لشکر گاہ تجویز کریں گے، اور اپنا کمپ اس سے شمال کی جانب، جہاں اس میدان کا راستہ نکلتا تھا، لگایا۔ اس خیال سے کہ رومی لشکر جب اس میدان میں کمپ لگائے گا، تو صرف اس تنگ راستے ہی سے لشکر اسلام کے مقابلے پر آسکے گا جس پر اسلامی کمپ کی زد پڑتی تھی۔ یہ ایسی تدبیر تھی کہ خالد بن ولید کی ہمت جنگ کی بے اختیار تعریف کرنی پڑتی ہے۔ نہیں معلوم، خالد بن ولید نے کس فوجی درسگاہ میں تعلیم پائی تھی کہ اس موقع پر جب کہ ان کے متاہل لاکھوں کی فوج تھی اور اہل عرب کی تعداد اس کا عشرِ عشر بھی نہ تھی، ایسی تدبیر کی، جو قابل سے قابل اور لائق سے لائق جرنیل کے ذہن میں بھی نہ آسکتی تھی۔ لشکر اسلام کے سپہ سالار گواب ابن الامت ابو عبیدہ بن جراح تھے، مگر ان تمام لڑائیوں اور فتوحات کا سربراہ خالد بن ولید ہی کے

سے خالد بن ولید اپنے وقت کے بہترین جرنیل تھے (بقیہ سابقہ صفحہ ۷۹)

سربانڈھا جاتا ہے۔ بلاشبہ خالد بن ولید کے تمام معرکے حیرت انگیز ہیں اور جو شخص ان کے حالات پڑھتا ہے، وہ انگشت بندھاں رہ جاتا ہے معرکے کیا ہیں، معجزے ہیں، جو اس الٰہی تلوار سے دشمنوں کے مقابل ظہور میں آئے اور غیر مسلم مؤرخ بھی ان کے قائل ہو گئے۔ بعض یورپین مؤرخوں نے خالد بن ولید کے کارناموں پر نظر حیرت ڈالتے ہوئے خالد کو خونخوار کمانقب ویا ہے۔ زمانہ حال کے ایک مسلمان مؤرخ سید امیر علی نے بھی خالد بن ولید کو خونخوار جنگجو لکھا ہے۔ مگر خالد بن ولید کی خونخواری اپنے مقابل کے دشمنوں کے ساتھ تھی، جو ان کے خون کے پیاسے تھے، جنہوں نے ان کو فریب سے قتل کرنا چاہا، جنہوں نے بڑے بڑے بہادروں کو انعام کا لالچ دے کر ان کے قتل پر آمادہ کیا، جنہوں نے تمام زور خالد بن ولید پر غالب آنے کے لیے خرچ کیا۔ روم و شام کے نامی پہلوان خالد کو قتل کرنے کے لیے ان کے مقابل آتے رہے۔ خود خالد بن ولید ہزار ہا دشمنوں

انہیں کی جسارت اور ہمت کے طفیل عرب کی بغاوت فرو ہوئی، شام کا مذاک
 فتح ہوا اور بلادِ عرب و شام میں اسلام کی سیاست قائم ہوئی۔ ان کی بے نظیر
 شجاعت کی وجہ سے حضرت علیؓ عینہ وسلم نے ان کو سیفِ اللہ کا خطاب
 دیا تھا، جس کے یونانی مؤرخ تھوڈور خالد بن ولید کے دشمنوں کے مقابل میں

کی تاریخ عالم، جلد ۲، صفحہ ۱۱۲

کریم کلیم اور دیگر یورپین مؤرخوں نے خالد کو وہی گریٹ خالد یعنی فاتحِ

ویاستہ

میں بہت دن واہد گھس جاتے تھے، دشمن چار طرف سے ان کو گھیر لیتے تھے۔
 گروہ شیر دل ہزاروں کو قتل کر کے صاف نکل آتے تھے، اس کا نام خونخواری
 رکھ لویا کچھ اور، مگر اتنا سوچ لو کہ خالدؓ کے دشمن اس کے ساتھ کیا کچھ نہیں
 کرنا چاہتے تھے اور کیا کچھ انھوں نے نہیں کیا۔ خالدؓ تو ان کا خون زمین پر
 بہا دیتے تھے، لیکن اگر خالدؓ کا خون ان کے ہاتھ آ جاتا، تو وہ پینے پر آمادہ
 تھے۔ کھلے میدان میں دشمن کے مقابل ہو کر دشمن کو قتل کرنا یا ہزار ہا دشمنوں
 میں گھر کر ان کو قتل کر کے صاف نکل آنا خونخواری نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کو
 اعلیٰ شجاعت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی یہی تعریف کی ہے
 کہ وہ دشمنوں پر اشد ہیں اور آپس میں رحم دل اور حلیم۔ خالد بن ولید نے اپنے
 حریفوں کو بے شک نہ تیغ بے دیر تیغ کیا، مگر جہاں کسی نے امان مانگی، اس
 کو امان دیدی۔ چنانچہ خالد بن ولید نے جب عراق میں مقام حیرہ کو فتح
 کیا، تو اعلان کر دیا کہ اہل حیرہ کا جان و مال محفوظ ہے، ان کو پوری پوری
 مذہبی اور معاشرتی آزادی حاصل ہے، وہ شوق سے زاقوس بجایا کریں،
 اپنے عبادت خانوں میں کھلے بندوں جایا کریں، اپنے مذہبی جملوں، علانیہ
 نکالا کریں۔ کوئی ان سے متعرض نہ ہوگا، بلکہ اہل عرب دل و جان سے انکی
 حفاظت کرتے رہیں گے۔ خالدؓ نے جس سے صلح کی، اس سے بے وفائی
 نہیں کی، جس سے عہد کر لیا، اس سے عہد شکنی نہیں کی اور اللہ اور رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خلیفہ وقت اور سپہ سالار شکر اسلام
 کی اطاعت کو ہمیشہ مد نظر رکھا۔ آئین جنگ کے خلاف کسی کے ساتھ سلوک

نہیں کیا اور جب صلح کر لی، تو اُس کے بعد کسی کو اذیت نہیں دی۔ مالِ خالد بن ولید کو اپنی جان کی پرہیز نہیں تھی، کیونکہ انہوں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کر رکھی تھی۔ ایسے بچے شجاع اور بہادر کا نام غمخوار رکھنا سخت مناسب لگتا ہے۔ یوں کہہ سکتے ہو کہ خالد کی شجاعت فوق العادہ اور انسانی طاقت سے براہِ تر تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کی محبت تلوار سے دوران کی تلوار اسلام کا معجزہ تھی؟

یرموک کی لڑائی معمولی نہ تھی یہ وہ لڑائی ہے، جس کی تفصیل سے اسلامی اور یورپ کی تاریخیں لبریز ہیں۔ ذرا خیال تو کرو کہ مقابلے کی صورت حال کیا تھی۔ رومی لشکر جو یرموک میں جمع ہوا تھا، اُس کی تعداد بعض اسلامی

بعض یورپین مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اس فوج کا سپہ سالار شاہ ہرقس کا بھائی تھبوڈور تھا۔ بعض نے اُس کا نام مینوٹیس لکھا ہے۔ غالباً باپن اور یونانی ایک ہی نام ہے۔ ایک روایت ہے کہ خود شاہ ہرقس یرموک میں شریک تھا۔ یہ صحیح نہیں، کیونکہ یورپین مؤرخ ہرقس پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ جسارت و مہارتوں کے مقابلے پر بذاتِ خاص میدانِ جنگ میں شریک ہوتا رہا، ویسے وہ ایک لڑائی میں بھی اپنی عرب کے مقابلے پر خود نہیں نکلا۔ لیکن اس سے اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہرقس کے دل پر اپنی اسلام کی صداقت کا گہرا اثر تھا اور ابی عرب کی دہشت چھائی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے اسے خود میدانِ جنگ میں نکلنے کا حوصلہ نہیں پڑا اور انسانی بیچارہوں کی کڑی کٹاپن کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کرتا رہا۔

مورخوں نے دس لاکھ بتائی ہے۔ بعض نے آٹھ لاکھ لکھی ہے۔ یورپین مورخوں نے ڈھائی لاکھ، سید امیر علی نے دو لاکھ چالیس ہزار لکھی ہے۔ مگر اغلب یہ ہے کہ رومی لشکر کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ تھی، جس میں بقول گین ایک لاکھ کے قریب تو یورپین فوج تھی، ساٹھ ہزار غسان عرب تھے اور باقی فوج ایشیائے کوچک، آرمینیا اور دیگر ایشیائی علاقوں سے جمع کی گئی تھی۔ اہل عرب کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے شاہ ہرقل نے یہ آخری کوشش تھی اور اس میں اس نے سارا زور خرچ کر دیا تھا۔ شاہ ہرقل کے لیے اس وقت اپنے یورپین اور ایشیائی علاقوں سے پانچ لاکھ فوج جمع کرنا کچھ مشکل نہ تھا، جب کہ اس کا تاج و تخت سخت خطرے میں تھا۔ ذرا اس پانچ لاکھ کی تعداد کو دھیان میں رکھو اور اوہر اسلامی لشکر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو، جس کی ساری تعداد اس معرکے میں زیادہ سے زیادہ چالیس ہزار تھی، گویا ایک مسلمان کے مقابل بارہ رومی تھے۔ اس بارہ گئی فوج سے مقابلہ کرنا اور ایک لوطے کے لیے بھی بے حوصلہ نہ ہونا حال بن ولید اور ان کے ہمراہیوں ہی کا حصہ تھا اور وہی اشخاص ایسے مجرے دکھا سکتے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ اوفیٰ علی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان اور بھروسہ ہو۔

خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں کی تعریف میں فقرہ لکھے جاسکتے ہیں، مگر یہ ایک فقرہ ان کی تعریف کے لیے کافی ہے کہ "اسلام ان کا تھا اور وہ اسلام کے تھے"

ہرقل قیصر روم اہل عرب کی طرف سے غافل نہ تھا۔ وہ انطاکیہ میں ٹھہرا
 ہوا اہل عرب کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے برابر طلبہ میں
 ملتی تھیں کہ آج فلاں شہر عربوں نے لے لیا، آج فلاں لشکر کو انہوں نے
 شکست دی۔ اس نے تمام علاقے سے امداد طلب کی اور ماتحت بادشاہوں
 کو اپنی اپنی فوج سمیت انطاکیہ میں حاضر ہونے کی دعوت دی۔ آرمینیا
 کے بادشاہ کو ارمن قوم سمیت طلب کیا۔ تمام سرحدی اقوام کو، جو بڑی
 جنگجو اور لڑاکا تھیں، اپنے پاس بلایا اور انطاکیہ کے باہر ایک میدان میں،
 بوکئی فرسنگ میں پھیلا ہوا تھا، کیمپ لگا دیا۔ جب شاہ ہرقل کو یہ اطلاع
 پہنچی کہ عربوں نے حمص فتح کر لیا، تو ساحل سمندر کے کنارے شہروں کو
 مضبوط کرنے کے لیے اس نے اپنے بیٹے قسطنطین کو ایک جرار لشکر دے
 کر قیسیارہ میں بھیج دیا اور ساتھ ہی بیت المقدس کی حفاظت کے لیے کثیر
 فوج ارسال کی۔

ساحل سمندر کی حفاظت کرنے کے بعد اس نے اپنے بڑی دل لشکر
 کو اہل عرب کے مقابلے پر بھیجنے کا ارادہ کیا اور اس کثیر لشکر کے چند حصے
 کیے۔ پہلے حصے پر جس کی تعداد لاکھ تھی، قناطیر کو مامور کیا، دوسرے پر
 جر جیر کو، تیسرے لاکھ پر دریجان کو، چوتھے لاکھ پر قوریہ کو اور اس سارے
 لشکر کا سپہ سالار باوان ارمنی کو مقرر کیا اور باوان کا مقدمہ الجیش ریش رود شہر
 جبکہ بن ایہم شاہ غسان کو نامزد کیا، جس کے ماتحت ساٹھ ہزار عرب جوان قوم
 غسان اور دیگر اقوام عرب کے تھے، بولکب شام میں آباد تھے۔

جبلہ بن ایہم جب عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی آبدار تلوار کا مزہ چکھ کر اور خالد بن ولید کے ہاتھ سے شکست کھا کر قنسرين سے بھاگتا ہوا ہرقل کے پاس پہنچا، تو ہرقل نے بجائے اس کو ملامت کرنے کے بڑی عزت کے ساتھ اپنے پاس بٹھمایا اور کہا: اہل عرب نے اچانک تم کو گھیر لیا تھا۔ اس وجہ سے تم کو شکست ہوئی۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ اب میں اتنا شکر اہل عرب کے مقابلے پر بھیجوں گا کہ عرب سپاہیوں کی بوٹی بوٹی بھی ان کے حصے نہ آسکیں گی تم کو بھی اپنا بدلہ لینے کا خوب موقع ملے گا۔ جبلہ بن ایہم بہت خوش ہوا اور اس نے تمام مقامات سے عرب نسل کے جوان جمع کر کے الطایفہ میں حاضر کر دیے۔ چونکہ یہ اقوام بڑی سخت لڑاکا تھیں، اس لیے ہرقل نے ان کو جبلہ کے ماتحت شکر کے آگے مقرر کیا اور کہا کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ یہ لشکر آراستہ کر کے ہرقل نے افسردوں کو حکم دیا: "مختلف راستوں سے جاؤ، کیونکہ اتنا بڑا لشکر ایک ہی راہ سے گیا، تو علاقہ اُجاڑ ہو جائے گا، راستے میں چر شہر اور قصبے ملیں، ان سے رسد وغیرہ کی ادرا دلیتے جانا اور ان کو تسلی دے کر اہل عرب کا خوف ان کے دلوں سے دور کرتے رہنا، جو شہر اہل عرب کے قبضے میں آچکے ہیں، اگر اس طرف سے تمہارا گزر ہو، تو ان کو بھی اپنے ساتھ بلا لینا اور ان کو یقین دلانا کہ عرب دوسری مرتبہ ان تک نہ پہنچ سکیں گے اور سرحد کے پار بھاگ دیے جائیں گے۔"

۸۔ رومی لشکر

جب رومی لشکر کو شاہ ہرقل نے انطاکیہ کے میدان سے کوچ کرنے کا حکم دیا، تو اس کی ہدایت کے بموجب پہلے دستے کا افسر قناطیر نامی ایک لاکھ کی جمعیت کے ساتھ طرطوس کی جانب روانہ ہوا۔ دوسرے لاکھ کا افسر جو حیر معرات کو، تیسرے لاکھ کا افسر قروریر، جو ہرقل کا بھانجا تھا، حلب کو، اور چوتھے لاکھ کا افسر درسیجان قفسرین کو۔ ان سب کے بعد بابان ارمنی، جو تمام لشکر کا کمانڈر انچیف تھا، جبارہ کے ساتھ ہزار جوان سمیت حمص کی طرف بڑھا۔ جب بابان حمص کے قریب پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اہل عرب فتح حمص کے بعد پیچھے ہٹ گئے ہیں اور غالباً بیت المقدس کی طرف گئے ہیں۔ اس نے اسی جگہ ڈیرا لگا دیا اور ہرقل کو اس بات کی اطلاع کر دی۔ لیکن ہرقل کا جواب آنے سے پیشتر شاہ ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے، جو ساحل سمندر قیساریہ میں کثیر لشکر لے کر آیا تھا، بابان کو اطلاع دی کہ اہل عرب کا لشکر یرموک ندی پر ڈیرا لگائے ہوئے ہے۔ اس نے بابان کو تاکید کی کہ بہت جلد کوچ کر کے یرموک میں پہنچ جائے اور ان کا مقابلہ کرے۔ بابان نے اسی وقت اپنے ویکر ماتحت سرداروں کو، جو مختلف مقامات کی طرف جابریے تھے، لاکھ بھیا کر یرموک کے راستے پر اس سے آ

لیں تاکہ تمام لشکر یک بارگی یرموک کے میدان میں پہنچ جائے۔ اس کے بعد
 اس نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور راستے میں تمام دستوں کو ہموار لے کر
 یرموک میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ خالد بن ولید نے قیاس کیا تھا، رومی لشکر نے
 اسی وسیع میدان میں کیمپ لگایا، جس کے ایک طرف دریائے یرموک تھا
 اور دوسری طرف ایک چھوٹی سی ندی تھی۔ اس مقام کو انہوں نے اپنے
 لیے بڑا محفوظ سمجھا اور وہ بہت خوش ہوئے، مگر بعد ازاں ان کو اپنی غلطی
 اور اسلامی سپہ سالار کی دانشمندی اور ہنرمندی کا قائل ہونا پڑا، جس نے
 اپنے لشکر کو اس میدان کے نکاس کے اوپر اتار رکھا تھا۔ کئی دن تک دونوں
 لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے اور لڑائی شروع نہ ہوئی۔ اتنے
 میں بابان کے پاس ہرقل کا ایک قاصد پہنچا، جس نے یہ پیغام دیا کہ لڑائی
 شروع کرنے سے پہلے اہل عرب سے مصالحت کی کوشش کرے، کیونکہ
 ہرقل دل میں اہل عرب سے ڈرتا تھا اور اسے خوف تھا کہ اگر اس لڑائی
 میں بھی رومی لشکر کو شکست ہوئی، تو تمام شام و فلسطین پر عربوں کا قبضہ
 ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے بابان سے کہلا بھیجا کہ اگر اہل عرب اس
 بات پر راضی ہو جائیں کہ حجاز سے لے کر جابیہ تک کا علاقہ ان کے قبضے
 میں رہے اور جابیہ سے آگے وہ قدم نہ رکھیں تو ان سے صلح کر لو، اگر وہ
 نہ مانیں، تو پھر لڑو۔ جب بابان کو یہ پیغام ملا، تو اس نے ہر اہل سرزمینوں
 کو جمع کر کے شاہی فرمان سنایا، اور کہا: "بادشاہ اتنا لشکر بھیج کر بھی اہل عرب
 سے صلح کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ اہل عرب کو

مصالحت کے لیے بلاؤں، کیونکہ اس میں بیماری کمزوری ثابت ہوگی۔ جر جبر نے کہا: "بادشاہ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔" باہان نے جر جبر سے کہا: "تمہیں عربی لشکر میں جاؤ اور کسی دانا آدمی کو میرے پاس بلاؤ یا جو کچھ بادشاہ نے لکھا ہے، اس کے مطابق خود ہی ان سے مل کر آؤ۔" جر جبر لباس فاخرہ پہن کر اور ایک ہزار سپاہ ہمراہ لے کر اسلامی کمپ میں گیا اور اطلاع کی کہ میں شاہ ہرقل کی طرف سے پیغام صلح لایا ہوں، یا تو میرے ساتھ کوئی دانا آدمی روانہ کرو کہ میں اسے سپہ سالار لشکر روم کے پاس لے جاؤں، یا اپنے سردار سے کہو کہ مجھ سے یہیں بات چیت کر لے۔ ابو عبیدہؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی، تو وہ خود گھڑے پر سوار ہو کر جر جبر کے پاس گئے۔ جر جبر نے کہا: "اے برادرِ عربی! ہم کو شاہ ہرقل نے کئی لاکھ لشکر کے ساتھ باہان ارمی کی سرکردگی میں تمہارے مقابلے پر بھیجا ہے۔ یہ درست ہے کہ تم نے شاہی لشکر کو چند میدانوں میں شکستیں دیں اور کئی شہر فتح کر لیے، مگر تم ان فتوحات پر مغرور نہ ہو جاؤ، کیونکہ اتنے بڑے لشکر سے تم کو ابھی تک مقابلہ پیش نہیں آیا۔ اس لشکر میں بڑی جنگجو اور لڑاکا قومیں ہیں اور سب نے یہ عہد و پیمانہ کر لیا ہے کہ تمہیں نسبتاً نابود کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ لیکن بادشاہ رحمہم دل ہے اور اس نے ہمیں حکم بھیجا ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے تمہیں صلح کی طرف بلا یا جائے، کیونکہ بادشاہ خوں ریزی پسند نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا: "بھیجا ہے کہ جو مال اسباب تم نے ہمارے شہروں سے لیا ہے، وہ تم واپس

نہیں مانگتے۔ تم ننگے بچوں کے اور بے سرو سامان ہماری سرحد میں آئے تھے، اب تم مال مال اور با سامان ہو گئے۔ کئی شہروں سے تم نے سالانہ خراج بھی وصول کر لیا ہے۔ یہ سب کچھ تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بادشاہ تمہارے ساتھ کچھ اور بھی سلوک کرنا چاہتا ہے، یعنی حجاز سے لے کر جابہ تک کا تمام علاقہ تم کو بخشتا ہے بشرطیکہ تم جابہ سے آگے قدم نہ رکھو اور اسی پر قیامت کرو، ورنہ ہم لڑائی پر آمادہ ہیں اور لڑائی کا جو کچھ نتیجہ ہوگا، ظاہر ہے۔ تمہاری تعداد قلیل ہے اور سوائے اس کے کہ تم سب کے سب میدان جنگ میں قتل ہو جاؤ اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ اپنا نفع نقصان سوچ لو اور لالچ میں پڑ کر اپنی جان ضائع نہ کرو۔ ابو عبیدہ نے کہا: ”پہلے چھیڑ تمہاری طرف سے ہوئی۔ تمہاری سرحدی اقوام ہماری سرحدی اقوام کو آئے دن عارت کرتی تھیں۔ ہم نے ان کی سرکوبی کا ارادہ کیا تاکہ سرحد پر امن قائم ہو جائے، مگر شاہ ہرقل نے اپنی اقوام کی حمایت میں شاہی لشکر ہمارے مقابلے پر بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر فتح دی، ہمیں پلے در پلے شاہی لشکر پر غلبہ حاصل ہوتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہمیں اس سر زمین کا وارث بنایا۔ ہم تو اب ساری وراثت لینے یا ایک اسی زمین بھی نہ لیں گے۔ یہ درست ہے کہ ہماری تعداد تھوڑی ہے لیکن ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان اور بھروسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ تم دیکھتے نہیں کہ ہم اتنے بڑے لشکر کے مقابلے پر نہایت قلیل تعداد کے ساتھ

اڑے ہوئے ہیں۔ اگر ہماری جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنے بڑے شکر کی خبر ہی سن کر
 دم دیا کر بھاگ جاتا، مگر ہم تمہارا جان توڑ کر مقابلہ کرنے کے لیے ڈٹے ہوئے
 ہیں۔ ہمارے دل میں تمہاری کثرت کا کوئی خوف و ہراس نہیں، کیونکہ اللہ
 تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، جو سب پر غالب ہے۔ تم عنقریب میدان جنگ
 میں میرے قول کی تصدیق کر لو گے اور تم پر روشن ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ
 نے ہمارے بازوؤں میں کس قدر طاقت بخشی ہے اور اسلام نے ہمارے
 دل کس قدر دلیر کر دیئے ہیں، ہمارے نیروں کی نوکیں کیسی تیز ہیں اور
 ہماری تلواریں کیسی آبدار ہیں۔ اس لیے اپنے شکر کی کثرت اور قوموں کی
 جنگ جوئی کا فخر ہمارے سامنے نہ کرو، کیونکہ اس سے ہمارے دلوں میں تمہارا
 رعب اور خوف نہیں پیدا ہو سکتا۔ ہم صرف اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھتے ہیں،
 اور کسی چیز کا نہیں۔ ہمارے ساتھ صلح کے دو طریقے ہیں: "اول تو یہ کہ
 شاہ ہرقل اپنی رعایا سمیت دین اسلام قبول کر لے اور اس ملک میں
 بدستور حکومت کرتا رہے۔ ہم اُسے اپنا بھائی سمجھیں گے اور چپ چاپ
 واپس چلے جائیں گے، ہم سمجھیں گے، ہماری وراثت ہمارے بھائیوں
 کے قبضے میں ہے۔ دوم یہ کہ قیصر روم ہماری حفاظت میں آجائے اور
 ہماری وراثت سیدھے ہاتھوں ہمارے سپرد کر دے، ورنہ ہم لڑ کر اس سے
 اپنی وراثت بڑھو باندھے لیں گے اور اس بات کا ہمیں کامل یقین ہے۔"
 ابو عبیدہ کی یہ تقریر سن کر جریر ذکوان رو گیا اور اس کے جواب میں چھ کھے
 بغیر بالان کے واپس چلا گیا۔ بالان نے جب ابو عبیدہ کی تقریر سنی، تو وہ

سخت متحیر ہوئے اور کہنے لگا: "یہ عرب بڑے دلیر ہیں، جن کو ہماری اس قدر کثرت کی پروا نہیں، کوئی اور ہوتا تو اس صلح کو غنیمت سمجھتا، مگر معلوم نہیں ان کے سر میں کیا خبیث سماپا ہوا ہے کہ مقابلے پر آمادہ ہیں۔" جر جبر نے کہا: "رومیوں کو تو وہ خاطر میں مطلق نہیں لاتے۔ کسی عرب سردار کو ان کے پاس بھجو۔ شاید اس کے کہنے سے مان جائیں۔" اس پر باہان نے جیلہ کو بلا کر کہا: "اہل عرب ہماری تو کچھ پروا نہیں کرتے۔ تم ان کے پاس جاؤ، اوزان کو وراؤ و جب کاؤ تم اسٹہیں کے قبیلے سے ہو۔ شاید وہ تمہارے رعب میں آجائیں اور تمہاری قرابت کا پاس کریں۔" جیلہ سوار ہو کر اسلامی گنپ میں گیا اور یہ پیغام دیا کہ اہل یمن میں سے کوئی شخص مجھ سے گفتگو کرنے آئے۔ ابوعلیہؓ نے انصار میں سے عبادہ بن صامت کو روانہ کیا۔ عبادہ بن صامت جیلہ کے رو برو گئے۔ جیلہ نے ان سے پوچھا: "بھائی! تمہارا کیا نام ہے اور کس قبیلے سے ہو؟" عبادہ بن صامت نے کہا: "میرا نام عبادہ بن صامت ہے اور میں اہل یمن کے قبیلہ خزرج میں سے ہوں۔ جیلہ نے کہا: "اے میرے چچیرے بھائی! کیا سبب ہے کہ تمہارا سردار صلح پر راضی نہیں ہوتا؟ اس لشکر میں صرف رومی ہی نہیں بلکہ ساٹھ ہزار عرب بھی ہیں، جو تمہارے قریبی ہیں۔ کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں آتا کہ ایک بھائی دوسرے کا گلا کاٹے؟ مجھے تم پر رحم آتا ہے مجھیں اپنے حال پر کیوں رحم نہیں آتا؟ میں جو کچھ کہتا ہوں، محض تمہاری خیر خواہی اور بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں، کیونکہ اس ہزار لشکر سے تم ضرور ہلاک

ہو جاؤ گے۔“ عبادہ بن صامت نے کہا: ہمارے قرابتی اور ہمارے بھائی
 صرف وہی اشخاص ہیں، جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ رہا دشمنوں کی کثرت کا
 معاملہ، سو اجنادین میں بھی اہل روم کا بڑا بھاری لشکر جمع ہوا تھا اور اس
 میں بھی بڑی بڑی جنگجو قوتیں مقابل تھیں۔ رومیوں کا مشہور دلاور وردان
 ان کا سپہ سالار تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے ہم نے
 وردان کو قتل کیا، ہزار ہا رومیوں کو تیر تیر کیا اور ان کو فاش شکست دی۔
 اب بھی تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے ہم تم پر غالب آئیں گے،
 اور ہم امید کرتے ہیں کہ عرب سے ایک اور لشکر ہماری امداد کو پہنچ جائیگا۔
 جیلہ نے کہا: مجھے امید نہیں کہ اس سے زیادہ طاقتور لشکر عرب سے تمہاری
 امداد کو پہنچ سکے۔ کیونکہ تم میں جتنے بہادر لڑنے والے وہاں تھے، وہ یہاں
 آچکے ہیں۔“ عبادہ بن صامت نے کہا: اے جیلہ! تو بھول گیا کہ حضرت
 علی مرتضیٰ، حیدر کرار، صاحب ذوالفقار، اسد اللہ الغالب! بھی
 مدینے میں موجود ہیں، جنہوں نے میدان جنگ میں کبھی شکست نہیں
 کھائی اور کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوئے۔ تمام روئے زمین پر ان کا
 مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ اسوا ان کے حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ، حضرت
 طلحہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دیگر شجاعان اسلام مدینے میں ہمارے
 پشت و پناہ صحیح سالم ہیں۔ طائف، مکے اور یمن میں ابھی ہزار ہا شیر موجود ہیں
 کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم کو امداد کی ضرورت پڑی، تو وہ ہماری مدد کو نہ پہنچیں گے؟
 سرزد متا تو ہم اپنے آپ کو بفضل خدا تمہارے تمام لشکر کے لیے کافی سمجھتے

ہیں اور لڑائی کے وقت تم دیکھو گے کہ ہمارا ایک شیر تمہارے کتے کتے گیدڑوں کو بھگا دیتا ہے۔ تم ہمارے حال پر رحم نہ کھاؤ، ہم اپنی جانوں پر کافی رحم کھا رہے ہیں کہ ان کو اللہ کی راہ میں وقف کر کے تمہارے مقابلے پر آمادہ ہیں۔ اس سے ہمارے جانیں ہمیشہ کی راحت اور ابدی نجات پا جائیں گی۔ ہاں، اگر تمہیں اپنی جان کا خوف ہے، تو آؤ، سلیمان ہو جاؤ اور ہمارے حقیقی بھائی بن جاؤ۔ تم غنمان کے رئیس ہو، اپنی عاقبت سنوار لو اور سعادت دارین حاصل کر لو۔“

جب یہ سن کر طیش میں آیا اور کہا: ”میرے سامنے اسلام پیش نہ کرو۔ میں تمہارے دین سے بیزار ہوں۔“ رومیوں کو تو تم نے ڈرا دھمکایا ہے، کیا مجھے بھی ڈراتے ہو؟ کیا میں عرب قوم کا رئیس نہیں؟ کیا میں میدان جنگ میں شجاع نہیں؟ لڑائی سے گریز کرتا ہوں؟ یا اور کھو کہ اگر تم میرے مقابلے پر آئے، تو ایک ایک کو چن چن کر قتل کر ڈالوں گا۔ میں نے قرابت کا حق ادا کر دیا، اگر تم مجھے قریبی نہیں سمجھتے، تو تم جانو تمہارا کام ”عبدالوہ بن صامت نے کہا: ”اے جبکہ! ہم نے تمہارے پاس صلح کی درخواست نہیں بھیجی۔ تم خود ہی بار بار ہمارے پاس آتے ہو، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہماری صلح کی صرف دو شرطیں ہیں۔ جب تک تم ان میں سے ایک منظور نہ کر لو، ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ تم جس ارادے سے ہمارے مقابل آئے ہو، اُس کو عمل میں لاؤ اور دیکھو کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے، کس کو اللہ تعالیٰ عزت دیتا ہے اور کس کو ذلت کے گڑھے میں گرتا ہے۔“

جیلہ یہ سن کر برہم ہوا اور کہنے لگا: "مجھے اُمید نہ تھی کہ تمہارا سردار ایسا
تند خو اور سخت کلام آدمی مجھ سے گفتگو کرنے کو بھیجے گا" عبادہ بن صامت
نے کہا: "میں نے جو کچھ کہا ہے، درست ہے۔ ہم میں سے جس آدمی سے
گفتگو کرو گے، وہی باتیں سنو گے، کیونکہ ہماری زبان ایک، خیال ایک، دل
ایک، خدا ایک، رسول ایک، خلیفہ ایک قوم ایک ہے۔"
جیلہ ناراض ہو کر واپس چلا گیا اور باہان کے پاس جا کر کہا: "اہل عرب
اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک گستاخ اور بے ادب آدمی
میرے پاس بھیج دیا تھا، جس نے اسی ہتک آمیز باتیں کیں کہ میں نے کبھی
نہیں سُنیں۔ تم نے مجھے بھیج کر ناحق شرمندہ کیا، وہ لوگ بغیر مقابلے کے
سیدھے نہ ہوں گے۔ وہ بڑے مغرور اور سرکش ہیں۔ وہ اس اُمید میں ہیں
کہ ہمارے اس جواز لشکر کو شکست دے کر ہم پر فتح پائیں گے۔" باہان
نے کہا: "اچھا، نہیں مانتے، نہ مانیں۔ ہم نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کر
دی۔ کل تم اپنے ساٹھ ہزار جوان لے کر مقابلے کے لیے نکلو۔ مسلمان تم
سے نصف ہیں۔ تمہارے دو آدمی ان کے ایک کے مقابلے پر ہیں۔
اول تو تمہیں ان کے مقابلے کے لیے کافی ہو۔ ضرورت پڑی، تو میں بھی
تمہاری امداد کو پہنچوں گا۔ تم بھی عرب ہو۔ ذرا ان کو اپنی شجاعت دکھاؤ۔
میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم نے اہل عرب کو شکست دے دی، تو
جس قدر علاقہ عربوں نے فتح کر لیا، وہ سب کا سب بادشاہ تمہیں بخش
دے گا اور تمہیں اس علاقے کا بادشاہ بنا دے گا۔ پھر تم اپنی ریاست کو

بھول جاؤ گے اور بڑے نامور اور مالدار بن جاؤ گے۔“

جیلہ نے کہا: ”میرے دل کو آج کی باتیں سن کر سخت رنج پہنچا ہے۔ میں تلوار سے اہل عرب کی زبانیں کاٹ لھلاؤں گا تاکہ وہ پھر ایسی شوخی کی باتیں نہ کر سکیں۔ دیکھو تو، کل میدان جنگ میں کیا کرتا ہوں۔ میرے پاس ان کے لیے کافی فوج ہے اور میرے جوان ان کے برابر دیر ہیں۔ واپس نہیں آؤں گا جب تک تمام مسلمانوں کو ایک ایک کر کے قتل نہ

کر ڈالوں۔“

عزیز بن زبیر را حوار کرد۔

ادھر جب عبادہ بن صامت ابو عبیدہ کے پاس گئے، تو گل گفتگو، جو جیلہ سے ہوئی تھی، عرض کی۔ ابو عبیدہ سن کر خوش ہوئے اور کہا: اب ہمیں لڑائی کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ خالد بن ولید اور دیگر سرداروں کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا اور کہا: دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم تھوڑے ہیں۔ اسے ابا سلیمان! ایسی تدبیر کرو کہ ہم ان کا اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔“

خالد بن ولید نے کہا: ”رومی شکر نے جہاں کمپ لگایا ہے، وہاں سے وہ صرف ہمارے سامنے ہی سے حملہ کر سکتے ہیں، کیونکہ باقی اطراف سے وہ گھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہمیں اس بات کا اندیشہ نہیں کہ وہ ہم پر عقب سے حملہ کر سکیں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ عورتوں کا ڈیرا اس ٹیلے پر لگائیے، جو ہماری پشت پر ہے اور وہاں خیمے نصب کر کے اسباب وغیرہ بھی اسی جگہ رکھیے۔“ اس پر فی الفور عمل کیا گیا اور عورتوں

کو تاکید کی گئی کہ اگر خدا نخواستہ ہمارے آدمی ہزیمت کھا کر میدان چھوڑ کر ان تک پہنچیں، تو انہیں شرمندہ کر کے میدان جنگ میں واپس بھیجیں اور انہیں غیرت اور جوش دلائیں۔ عورتوں نے کہا: "ہم کسی کو نہ بھاگنے دیں گے، بلکہ ضرورت پڑی تو ان کے منہ پر پتھر مار کر واپس کریں گے اور خود بھی لڑنے پر تیار رہیں گے۔"

اس طرف سے اطمینان ہو گیا، تو ابو عبیدہؓ نے کہا: "یہ بہت سخت مقابلہ ہے اور اسلامی تاریخ میں یہ بڑا واقعہ شمار ہو گا۔ اتنا کثیر لشکر اس سے پہلے کبھی ہمارے مقابلے پر نہیں آیا۔ دعائے مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامل صبر عطا فرمائے۔ ہمیں میدان جنگ میں ثابت قدم رکھے اور دشمنوں پر فتح دے۔ تمام لشکری دن رات دعائے مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے ادا و طلب کرتے رہے۔" جب شام ہو گئی، تو کمپ کے گرد پیرے دار متعین کیے گئے اور نماز سے فراغت پا کر لشکری اپنے اپنے خیمے میں آرام کرنے لگے۔

صبح ہوئی، تو ابو عبیدہؓ نے نماز پڑھائی اور مسلمانوں کو یہ نصیحت کی: "آج لڑائی کا پہلا دن ہے۔ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا یاد رکھو جو شخص بیٹھ پھیرے گا، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سزاوار ہو گا۔ جو شخص آج اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں نثار کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی حاصل کرے گا اور جو وعدے اللہ تعالیٰ نے شہیدوں سے کیے ہیں، ان کا اپنے آپ کو حقدار بنائے گا۔ خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کر۔ کہ اس نے تمہیں اپنے لئے چن لیا اور تمہیں نور ہدایت سے منور کیا۔ مگر یہ

شکر صرف زبان ہی سے نہیں، بلکہ آج اپنی جان سے ادا کرو۔ دشمن کی تعاد بے شک زیادہ ہے، ان میں اقوام عرب بھی شامل ہیں، لیکن تم اس بات کو ذرا سو اس دل میں نہ لاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور جسے چاہتا ہے، فتح دیتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم ہو۔ آج ایسا کام کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے۔ اگر ثابت قدم رہو گے اور میدان جنگ سے منہ پھرنے پر موت کو ترجیح دو گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق تمہیں اس زمینی بہشت کا واحد مالک بنا دے گا اور دوسرے جہان میں جنت نصیب ہوگی۔

۹ جنگ یرموک کا پہلا دن

ابو عبیدہ اپنے لشکر میں کو ابھی نصیحت ہی کر رہے تھے کہ ادھر
 جلد نے اپنا ساٹھ ہزار جوان میدان جنگ میں لاکھڑا کیا۔ ابو عبیدہ کو تب
 اس امر کی اطلاع ہوئی کہ سب سے پہلے مقابلے پر اقوام عرب آئی ہیں
 اور ان کے ہمراہ کوئی رومی الاصل سپاہی نہیں۔ تو انہوں نے کہا: "جلد نے
 حق قرابت ادا کرنے کے لیے ہم سے صلح کی درخواست کی تھی۔ اس لیے
 میری صلاح ہے کہ ہم بھی چند آدمیوں کو جو اسی قبیلے سے ہوں، اس کے
 پاس بھیج دیں تاکہ وہ اُسے سمجھائیں اور مقابلے سے باز رکھیں۔ کم از کم وہ
 اتنا ہی مان لے کہ رومی لشکر سے الگ ہو جائے، تو بہتر ہے۔ پھر ہم یرموک
 سے ہٹیں گے۔ اگر وہ نہ مانا، تو پھر ہم اس سے لڑیں گے۔ اس طرح
 ہمارا فرض ادا ہو جائے گا۔ اور اتنے میں ہم لشکر کی عین درست کر
 نہیں گئے۔ چنانچہ پانچ آدمی قیس بن سعید و حبیب بن ہاشم، و ہاشم بن
 جبل، جابر بن عبد اللہ اور ابو ایوب خالد بن زید منتخب کر کے جلد کے
 پاس بھیجے گئے، جب وہ جلد کے لشکر کے سامنے پہنچے، تو انہوں نے
 کہا: "ہم تمہارے پیچھے بھائی ہیں اور تمہارے سردار سے بات چیت

کرنے آئے ہیں۔ جبکہ کو اطلاع دی گئی۔ اُس نے ان کو آنے کی اجازت دی۔

جب وہ پانچوں صحابیوں کے روبرو گئے، تو جبکہ نے بڑی شفقت سے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا: "اے میرے چچیرے بھائیو! تم میرے عزیز اور یگانے ہو۔ میں صرف تمہاری نیر خواہی کے لئے تمہارے پاس گیا تھا، مگر تم نے ایسا نہ خواہ منہ پھٹا آدمی میرے پاس بھیجا کہ میں اس کی باتیں سن کر سخت ناراض ہوا۔" جابر بن عبد اللہ نے کہا: "اے جبکہ! عبادہ بن صامت راستی پر تھے، کیونکہ ہمارے دین کی یہ شرط ہے کہ جو شخص ہمارے مقابل آئے، پہلے اسے اسلام کی دعوت دیں۔ اور ہمیں حکم ہے کہ جو شخص ملے، اسے نصیحت کریں اور خدا کے دین کی طرف بلائیں۔ ہم بھی اسی عرض سے تمہارے پاس آئے ہیں کہ تم ہمارے عزیز اور یگانے ہو۔ ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرو۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔ تمہارے دین و دنیا دونوں سنور جائیں گے۔ ہم تمہیں کسی برے راستے کی طرف نہیں لے جاتے، بلکہ نیک راستے کی طرف بلاتے ہیں۔ جب تم مسلمان ہو جاؤ گے، تو تمہارا حال ہمارے ساتھ یکساں ہو جائے گا اور ہم تمہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھیں گے۔" جبکہ نے کہا: "اسلام تو میں کبھی قبول نہ کروں گا۔ اس نصیحت کو جاننے دو اور مطلب کی بات کرو۔" جابر بن عبد اللہ نے کہا: "ہم نے یہ مطالب ہی کی بات کی ہے، کیونکہ تم نے یہ ظاہر کیا تھا کہ ہم رشتے داروں میں خونریزی نہ ہو۔ اس وقت تم شاہِ روم

کی طرف سے ہمارے پاس آئے تھے، مگر ہم صرف تم سے اور اقوام عرب کے سب بھائیوں سے مصالحت کرنے کے لیے آئے ہیں تاکہ ہم ایک دوسرے کا گلانہ کائیں۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے، تو رومی لشکر سے الگ ہو جاؤ اور اپنی اسلام کی حفاظت میں آ جاؤ، ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے، اور ہمیشہ تمہارے معاون رہیں گے۔ جبکہ نے کہا: "اسلام تو میں اس لیے قبول نہیں کرتا کہ میں مسلمان ہو کر ذلیل اور حقیر ہو جاؤں گا اور تمہاری حفاظت میں آنے سے اس لیے انکار کرتا ہوں کہ اگر میں نے رومی لشکر سے اپنے ہمراہیوں کو الگ کر لیا اور رومی لشکر کو تم پر غلبہ ہوا، تو شاہ ہرقل مجھ پر اور میرے ہمراہیوں پر تشدد کرے گا اور ہم کو اس سرزمین سے نکال دے گا۔ اس لیے میں دونوں باتیں روکتا ہوں۔" قیس بن سعید نے کہا: "پھر سوائے لڑائی کے اور کوئی چارہ نہیں۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب میدان جنگ میں تم کو ہلاک کریں گے۔" جبکہ نے کہا: "میں لڑائی پر آمادہ ہو کر آیا ہوں۔ تم بھی میدان میں نکلو اور دیکھو، کون ہلاک ہوتا ہے اور کون فتح مند۔"

پانچوں اصحاب ابو عبیدہؓ کے پاس واپس آئے اور کل مال عرض کیا ابو عبیدہ نے کہا: "اچھا، لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔" خالد بن ولید نے کہا: "ہمارے مقابلے پر اقوام عرب ہیں اور بلاشبہ وہ بھی ہمارے ہی کلتے ٹھٹے کے آدمی ہیں۔ ان کی تعداد ہم سے تقریباً دوگنی ہے۔ اگر ہم نے تمام لشکر ان کے مقابلے پر بھرا کر دیا تو ممکن ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں۔ میری

تجویر یہ ہے کہ لشکر صفین بانڈھے یہاں کھڑے رہے اور ہم میں سے کچھ آدمی لڑنے کے لیے میدان جنگ میں جائیں اور دشمنوں کے دلوں میں اپنی ہیبت ڈالیں۔" ابوسفیان نے کہا: "اے اباسلیمان! جسے تم چاہتے ہو، میدان جنگ میں بھجوا اور لڑائی شروع کرو۔" خالد بن ولید نے کہا: "میرا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک آدمی ان کے ایک آدمی سے مقابلہ کرے، بلکہ میری یہ رائے ہے کہ ہمارے چند آدمی جبکہ کے سارے لشکر پر حملہ کریں۔" ابوسفیان نے کہا: "میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آتی۔" اسے واضح کر دیا خالد نے کہا: "دشمن ہمارے مقابلے پر ساٹھ ہزار ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ہم تیس آدمی میدان جنگ میں جائیں، یعنی ہمارا ایک آدمی دو ہزار سے مقابلہ کرے۔"

یہ سن کر سب حیران ہوئے اور سمجھے کہ خالد بن ولید ہنسی کر رہے ہیں۔ ابو عبیدہ نے متحیر ہو کر پوچھا: "اے اباسلیمان! کیا تم نے یہ بات مزاح سے کہی ہے؟" خالد نے کہا: "یہ مزاح کا کونسا موقع ہے جب کہ دشمن ہمارے خون کے پیاسے میدان میں کھڑے ہیں؟ میں نے جو کچھ کہا ہے، صدقِ دل سے کہا ہے۔" ابوسفیان نے کہا: "اے اباسلیمان! تم غور سے سوچو! ایک آدمی کو دو ہزار سے لڑاتے ہو، دو ہزار بھی عرب نسل کے جوان! یہ کیوں نہیں کہتے کہ ان تیس آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کرنا چاہتے ہو؟ یہ تو یقینی موت کے منہ میں جانا ہے۔" خالد بن ولید نے کہا: "یہ ہلاکت نہیں، مسلمانوں کے لیے باعثِ رحمت ہوگا۔"

جو تیس آدمی میں منتخب کروں گا۔ وہ ایسے ہیں کہ دشمن کی فوج میں قیامت
 پنا کر دیں گے۔ کوئی ہرج نہیں، اگر سب کے سب میدان میں شہید ہو
 جائیں، کیونکہ وہ دشمنوں کے دلوں میں اپنی ہیبت کا سکہ بٹھا جائیں گے۔
 خوب یاد رکھو کہ اگر جیلہ کی فوج ہم نے زیر و زبر کر دی، تو رومیوں پر غالب
 آنا آسان ہو جائے گا اور ان کے دلوں میں ہماری دہشت بیٹھ جائے گی۔
 وہ سمجھ لیں گے کہ اگر ہمارے تیس آدمی اتنا کچھ کر سکتے ہیں، تو ہزار سا لشکر
 کیا کچھ نہیں کر سکے گا۔ ان کو یقین آجائے گا کہ ہمارے تیس چالیس ہزار
 آدمی ان کے پانچ لاکھ کے زینے نہ صرف کافی، بلکہ بہت زیادہ ہیں۔ انھیں
 اپنا لشکر قلیں اور ہمارا کثیر دکھائی دے گا۔ کم از کم ان کا حوصلہ ٹوٹ جائیگا۔
 خواہ وہ ہمارے مقابلے پر اڑے ہی رہیں، مگر اپنی کثرت کا گھمنڈ اور فخر
 ان کے سر سے دور ہو جائے گا۔ جب یہ دانشمندانہ تقریر ابو عبیدہ اور
 ابوسفیان نے سنی، تو وہ دنگ رہ گئے اور ابوسفیان بولے: "اے ابا
 سلیمان! میں نے تمہاری تجویز کو مزاح خیال کیا تھا اور مسلمانوں کے
 حق میں زہرِ قاتل سمجھا تھا، مگر اب جو تم نے اس کی وضاحت کی، تو میں
 تمہاری ہنرمندی اور مہارت کا قائل ہو گیا۔ واقعی تمہیں بڑی اچھی چال سوجھی
 ہے اور ایسی چالیں سوچنا تمہارا ہی حصہ ہے۔ ہم پہلے بھی تمہاری تدابیر
 جنگ کے ہمیشہ قائل تھے، مگر یہ تجویز تمام تدابیر جنگ کا سر تاج ہے،
 اور ایسی وجہ سے ہم پہلے حیران ہو گئے تھے، کیونکہ یہ تجویز بالکل انوکھی ہے
 اور کسی جریں کے دماغ میں نہیں آ سکتی۔ پھر بھی میں اس میں اتنی ترمیم کرتا

ہوں کہ بجائے تین آدمیوں کے ساٹھ آدمی منتخب کرو تاکہ ہمارا ایک آدمی دشمن کے ایک ہزار کے مقابل ہو جائے۔ ابو عبیدہؓ نے بھی یہ بات پسند کی اور کہا: "اے اباسلیمان! ابوسفیان کی رائے سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ تم ساٹھ آدمی منتخب کرو تاکہ میدان جنگ میں ایک دوسرے کی کچھ تو اعانت کر سکیں۔" خالد بن ولید نے کہا: "اچھا، جو آپ کا حکم مجھے نبرو چشم منظور ہے۔ میں بجائے تین کے ساٹھ آدمی منتخب کرتا ہوں۔ میں نام بولتا جاتا ہوں، آپ لکھتے جائیں۔"

خالد بن ولید نے مندرجہ ذیل شہسوار منتخب کیے:۔

زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عمر، فضلؓ

بن عباس، سہیل بن عمرو، ربیعہ بن عامر، ضرار بن ازور،

رافع بن عمر، عدی بن حاتم طائی، قیس بن سعید، کعبؓ

بن مالک، عبادہ بن صامت، جابر بن عبداللہ، ابویوبؓ

انصاری، شرییل بن حسنہ، صفوان بن امیہ، یزید بن خلیفہ

یزید بن ابی سفیان، رافع بن سہیل، عاصم بن عمرو وغیرہ۔

ان ساٹھ آدمیوں میں انصار زیادہ تھے۔ جب ان سب کو بلا لیا گیا

تو خالد بن ولید نے ان سے کہا: "میں نے تمہیں اس لیے چنا ہے کہ تم

میں سے ہر ایک آدمی ایک ہزار دشمن کا مقابلہ کرے، اگر تم میں سے

کسی کو جان کا خوف ہو، تو وہ میرے ہمراہ نہ جائے۔" سب نے یک

زبان ہو کر کہا: "ہم بڑی خوشی سے میدان جنگ میں جانے کو تیار اور

اللہ کی راہ میں اپنی جان نثار کرنے پر آمادہ ہیں۔ خالد بن ولید نے کہا: میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے! دشمن کا مقابلہ ثابت قدمی سے کرنا اور کسی کی امداد یا اعانت کی توقع نہ رکھنا، میدان جنگ سے منہ نہ موڑنا۔ اس بات کا عہد کر لو کہ ہم حوض کوثر پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سھنوری میں باہم ملیں گے۔ اب جاؤ اور اپنے اہل سے رخصت ہو آؤ۔ گھوڑا وہ لینا، جس پر تمہیں پورا اعتماد ہو، تلوار وہ، جس کی دھار زرہ کاٹ سکے، نیزہ وہ، جو زرہ توڑ کر دشمن کے جگر میں دھنس جائے۔ غرض، اچھی طرح مسلح ہو کر آ جاؤ۔“

سب کے سب اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ حزار بن ازور نے مسلح ہو کر اپنی بہن خولہ سے رخصت مانگی۔ خولہ نے کہا: "بھائی! آج تم مجھ سے اس طرح رخصت ہوتے ہو، گویا پھر نہیں مانو گے۔" حزار نے کہا: "ہم ساٹھ آدمی ساٹھ ہزار کے مقابلے پر جاتے ہیں۔ اگر زندہ بچ رہا، تو آملوں گیا، ورنہ میرے حق میں دعائے مغفرت پڑھ لینا۔" خولہ نے کہا: "بھائی! اللہ تعالیٰ نے تمہارے بازو میں بڑی قوت دی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم دشمنوں کا دل کھول کر خون بہاؤ گے۔ لیکن اگر آج شہید ہو گے، تو یقین رکھنا کہ میں دشمنوں سے تمہارا بدلہ لوں گی اور جلد تم سے حوض کوثر پر آملوں گی۔" زبیر بن عوام، جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپی کے بیٹے تھے، اپنی بیوی اسمائتِ ابی بکرؓ سے رخصت ہوئے۔ اسمانے اپنے بھائی عبدالرحمنؓ سے کہا: "میرے پیارے بھائی! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپی کے بیٹے سے جدا نہ ہونا۔ جد ہر وہ حملہ کریں، اُدھر تم

بھی کرنا۔ لڑائی میں کوتاہی نہ کرنا۔ واد شجاعت دے کر اپنے مرحوم باپ کی روح کو خوش کرنا۔ اسی طرح دیگر پہلوان اپنے اپنے اہل سے رخصت ہو کر خالد بن ولید کے پاس، جو اپنی بیوی سے رخصت ہو کر سب سے پہلے موقع پر پہنچ چکے تھے، آگئے اور ساٹھ جوان بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ دشمن کے مقابل میدان جنگ میں جا کھڑے ہوئے۔

جب جبلہ نے ساٹھ مسلمان سواروں کو میدان جنگ میں بڑھتے دیکھا، تو وہ سمجھا کہ اہل عرب کے ایچی پھر صلح کی درخواست کرنے آتے ہیں۔ مگر جب میدان میں مناسب موقع پر کھڑے ہو گئے اور ان میں سے کوئی آگے نہ بڑھا، تو خود جبلہ ان کے سامنے آیا اور کہنے لگا: "بھائیو! اپنے سردار کی طرف سے کیا پیغام لائے ہو؟" خالد بن ولید نے کہا: "ہم کوئی پیغام نہیں لائے اور نہ ہم ایچی ہیں۔ ہم تو تمہارے لشکر کا مقابلہ کرنے نکلے ہیں۔" جبلہ نے کہا: "تم ساٹھ آدمی میرے ساٹھ ہزار سپاہیوں سے لڑنے آئے ہو؟ میں باور نہیں کرتا۔ اس میں کوئی ضرور فریب ہے۔" خالد نے کہا: "ہمارے ہاں فریب کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہم تو کھلے میدان میں لڑنا جانتے ہیں۔ یا مار لیا یا مر گئے۔ اس میں فریب کیا ہے؟ ہم تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔" جبلہ نے کہا: "میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔ اگر سچ مج تم لڑنے آئے ہو، تو تمہیں تمہارے نفس نے فریب دیا ہے اور تم غرور اور تکبر کی وجہ سے ہلاکت میں آپڑے ہو۔ تمہاری ہستی کیا ہے؟ خالد نے کہا: "تم بار بار ہیں اپنی کثرت سے ڈراتے ہو، ہم یہی تو ثابت کرنا چاہتے

ہیں کہ تمہاری کثرت کو ہم کس وقت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دراصل کثرت کس طرف ہے۔ اس حساب سے اندازہ کر کے دیکھ لو کہ ہم زیادہ ہیں یا تم۔“

جبلہ نے کہا: ”میں نے مانا کہ تم بڑے شجاع ہو، مگر ایک آدمی ایک ہزار کے مقابلے میں کیا کر سکتا ہے؟ ہم بھی عرب نسل کے ہیں، کوئی بھیڑ بکری نہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔“ خالدؓ نے کہا: ”تجربہ کر کے دیکھ لو۔ ہاتھ لگن کو آرسی کیا؟“ جبلہ نے کہا: ”اچھا، اگر موت تمہارے سر پر سوار ہے، تو اس میں کیا چارہ ہے؟ مگر یہ امید نہ رکھنا کہ میں ایک ایک آدمی تمہارے مقابلے میں بھیج کر وقت ضائع کروں گا۔“ خالدؓ نے کہا: ”ہم کب یہ درخواست کرتے ہیں؟ تمام لشکر کو ایک بارگی حمار کرنے کا حکم دے دو۔“ جبلہ کے حکم سے اس کے لشکر نے مسلمان پھیلانوں پر حملہ کر دیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ باہان اور اس کے ماتحت سردار بلند مقامات سے میدان جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سخت حیران تھے کہ یہ کیا لڑائی ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے صرف ساٹھ آدمی مقابلے پر نکلے ہیں! ہمیں جبکہ کے لشکر پر بڑا ناز تھا اور ہم سمجھتے تھے کہ اقوام عرب مسلمانوں پر غالب آجائیں گی، مگر مسلمانوں نے ان کو ذرا بھی وقعت سے نہیں دیکھا اور ان کی کثرت کو مطلق خاطر میں نہیں لائے۔ اگر اسی طرح ہمارے ایک ہزار کے مقابلے میں ان کا ایک آدمی نکلتا رہا، تو ہمارا کہاں ٹھکانا ہے؟ وہ اسی حیرانی میں تھے کہ خالدؓ بن ولید اور ان کے ہمراہیوں نے دشمنوں کو بیڑوں پر سے لیا اور زور شور سے

لزانی ہونے لگی۔ اتنے دشمنوں میں ساٹھ آدمی کیا تھے؟ جبکہ لشکر نے مسلمانوں کو پیٹ لیا اور رومی اور اسلامی لشکر کی نظروں سے مسلمان پہلوان اور جہل ہو گئے۔ دوست دشمن نے یہی خیال کیا کہ مسلمان پہلوان ہلاک ہو گئے۔ اسلامی لشکر پر ستائے کا عالم چھا گیا۔ آپس میں کہنے لگے: "افسوس! خالد بن ولید کو ان کے نفس نے فریب دیا" رومی سردار خوش تھے کہ عربوں کو ان کی حماقت کا نتیجہ مل گیا، مگر دفعہ میدان جنگ میں اس زور کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا کہ دشت و جبل گونج اٹھے خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں نے دشمنوں کا حملہ سنبھال کر ایک دم تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور اس شدت سے نوا چلائی کہ کئی سو دشمن قتل کر کے ان کو پیچھے ہٹا دیا اور آپ پھر میدان میں ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اہل اسلام تو اپنے پہلوانوں کو صحیح سالم دیکھ کر خوش ہوئے، مگر جبکہ اور رومی سرداروں کے اوسان خطا ہو گئے۔ جبکہ نے پھر لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور سخت جوش دلایا۔ دوسرا حملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت تھا، مگر اس دفعہ بھی مسلمان پہلوان غالب آئے۔ آخر جبکہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ آگے بڑھے اور جو آدمی قتل ہوتا جائے، اس کی جگہ دوسرا پہنچ جائے، مگر پیچھے کوئی نہ بیٹے۔ یہ عزم کر کے جبکہ کے ہمراہیوں نے پھر حملہ کیا۔ اب تو مسلمان یکجا لڑ رہے تھے، مگر دشمنوں نے زور ڈال کر ان کو متفرق کر دیا اور ان کے کئی گروہ ہو گئے۔ خالد بن ولید، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن ابی بکر، فضل بن عباس، سہیل بن زور اور عبداللہ بن عمر، یہ چھ شیر ایک گروہ میں تھے۔ ایسے ہی

چھوٹے چھوٹے اور گروہ بن گئے، مگر ہر جگہ مسلمان اپنے دشمنوں کو تیر تیر کر رہے تھے۔ دشمن کثیر تھے۔ ایک گرتا، دوسرا اس کی جگہ موجود ہو جاتا۔ خالد بن ولید کے گروہ نے سخت قتال کیا۔ دشمنوں نے پھر زور ڈال کر ان گروہوں کو بھی متفرق کر دیا۔ کہیں دو اور کہیں تین پہلوان رہ گئے اور کئی حلقے بن گئے۔ خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن ابی بکر کے گھوڑے زخمی ہو گئے۔ فی الفور گھوڑوں سے اتر پڑے اور پاپیادہ لڑنے لگے۔ وہیں نے ان پر یورش کی۔ معاقل بن عباس اور زبیر بن عوام، جو ان سے ایک ساعت کے بیٹھے الگ ہو گئے تھے، دشمنوں کے زرخے سے نکل کر ان کے پاس پہنچ گئے۔ فضل بن عباس نے دشمنوں کو ڈانٹا، پے در پے بیس حملے کر کے بیس دشمن دم بھریں قتل کر دیے اور میدان کشادہ کر دیا۔ خالد بن ولید اور عبدالرحمن نے مقتول دشمنوں کے دو گھوڑے پکڑ لیے اور سوار ہو کر پھر شدت سے لڑنے لگے، دشمنوں نے پھر هجوم کر کے ان کو متفرق کر دیا، مگر اسلام کے شیروں کو کوئی پروا نہ تھی۔ ان کے بازو مشین کی طرح دشمنوں پر پے در پے وار کیے جا رہے تھے۔ ایک کو دوسرے کے حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ سب اپنی اپنی جگہ تیغ زنی میں مصروف تھے۔ بازو تلوار چلاتے چلاتے تھک گئے تھے، مگر کام کیے جا رہے تھے۔ پیاس کا غلبہ تھا، مگر حوض کوثر کا نظارہ جگر میں ٹھنڈک ڈالے ہوئے تھا۔ مگر بڑا سخت تھا، مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کے اشتیاق نے دل میں راحت بھر دی تھی۔ وقت نہایت نازک تھا، مگر شوق شہادت نے دماغ کو پر سرور

بنارکھا تھا۔ دست دشمن یہ صبر، استقلال اور شجاعت دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا اور لڑائی ابھی زور پر تھی۔ شام ہو گئی اور تاریکی چھا گئی، مگر میدان جنگ میں برابر تلوار برس رہی تھی، تاریکی میں دشمنوں کی تلواںیں باہم ایک دوسرے کو کاٹنے لگیں۔ یہ خطرہ دیکھ کر جبلہ نے واپسی کا بگل بجا دیا۔ اس کے ہمراہیوں کے دانت تو دن بھر کی لڑائی سے کھٹے ہو ہی چکے تھے، واپسی کا حکم سنتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ جب اسلامی پہلوان خالدؓ کے گرد جمع ہوئے تو ان کی تعداد مع خالدؓ صرف بیس تھی۔ یہ دیکھ کر خالدؓ کی خوشی بجاتی رہی اور وہ بہت دلگیر ہوئے۔ اسی غمناک حالت میں ابو عبیدہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: "اے امین الامت! میرا منشا تو پورا ہو گیا، مگر ہم میں چالیس آدمی کم ہو گئے اور ان میں فضل بن عباس، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن ابی بکر، ضرار بن ازد، رافع بن عمیرہ، یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر بھی شامل ہیں۔" ابو عبیدہ یہ سن کر اندوگین ہوئے، مگر ابو سفیان نے کہا: "کیا عجیب ہے کہ ہمارے بہادر سردار دشمن کے تعاقب میں گئے ہوں چلو، میدان جنگ میں چلیں اور اپنے مقتولوں کی لاشیں شمار کر کے اپنی تشفی کریں۔"

۱۰۔ باہان کا فریب

ابو عبیدہ بن جراح ابو سفیان، خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں سمیت مشعلیں لٹے میدان جنگ میں گئے۔ گو خالد بن ولید اور ان کے ہمراہی دن بھر کی لڑائی سے تھکے ہوئے تھے، مگر باقی ہمراہیوں کے ضائع ہونے کا ایسا صدمہ ہوا کہ انہوں نے آرام کرنے کا مطلق خیال نہ کیا۔ میدان جنگ میں لاشوں کے انبار لگے تھے، مگر لاشیں جبکہ کے ہمراہیوں کی تھیں۔ ابو عبیدہ نے اپنے ہمراہیوں کو چار طرف منتشر کر دیا اور کہا: رومی لاشوں کو بھی گنتے جاؤ۔ تھوڑے عرصے کے بعد سب جمع ہوئے، تو معلوم ہوا کہ خالد کے ہمراہیوں میں سے صرف دس جوان شہید ہوئے ہیں اور جبکہ کے ہمراہی یعنی بنی عتسان پانچ ہزار مقتول پڑے ہیں۔ ابو سفیان نے کہا: "خالد کے ہمراہی ضرور دشمن کے تعاقب میں گئے ہونگے" خالد نے کہا: "نہیں تو دشمن کے ہاتھ اسیر ہو گئے ہونگے" ابو عبیدہ نے کہا: دونوں باتوں میں سے ایک ضرور ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اصحاب رسول خدا بقید حیات ہیں۔ اگر قید ہو گئے ہیں، تو ہم ان کے چھڑانے کی کوئی تدبیر کریں گے" اب تو سب خوش ہوئے اور خالد اور ان کے ہمراہیوں کے کارنامے کی تالیف کرنے لگے۔ ابو عبیدہ نے کہا: اے ابا سلیمان! تم نے بڑی جوانروی

کا کام کیا۔ خالد نے کہا: پیہرے پہلڑیوں نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے ہیں
 کہ بیان سے باہر ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: بلاغیہ
 آج کا کارنامہ اسلام کی تاریخ میں یوگا سمجھا جائے گا، آنے والی نسلیں
 اس واقعے کو پڑھ کر حیران ہوں گی اور اپنے آبا و اجداد پر فخر و ناز کریں گی۔
 تمام دنیا میں اس واقعے کی دھوم مچے گی اور غیر اقوام حیران و ششدر رہ
 جائیں گی۔ آج کا کارنامہ بے نظیر ہے اور امید ہے کہ بے نظیر رہے گا۔
 ابو عبیدہ نے کہا: اس بات کی کون خبر لاتے گا کہ ہمارے آدمی دشمن
 کے تعاقب میں گئے یا اسیر ہو گئے؟ جب تک ان کی حالت کا مجھ کو علم
 نہ ہوگا، نہ مجھے چین آئے گا، نہ ان کے لواحقوں کو نیند۔ خالد بن ولید
 نے کہا: میں ہی اس تشویش کا باعث ہوا ہوں، میں ہی ان کی خبر لاتے جاتا
 ہوں۔ ابو عبیدہ ابوسفیان اور دیگر سپہاؤں کو لے کر شکرگاہ کو چلے اور وہ
 عرب کے شیر خالذ بن ولید دشمن کے کپ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی
 تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ سامنے سے سواروں کی آمد کی آواز سنائی
 دی۔ خالد بن ولید انہیں قدموں پر ٹھیر گئے۔ معاً سوار ان کے قریب پہنچے
 فنس بن عباس، زبیر بن عوام اور عبدالرحمن بن ابی بکر ان کے آگے
 تھے۔ خالد ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا: تم کہاں چلے گئے
 تھے؟ ہم تمہارے لیے سخت تشویش میں تھے۔ انہوں نے کہا: ہم
 دشمن کا تعاقب کرتے اور ان کو قتل کرتے دور تک گئے تھے۔ انہیں شکر
 گاہیں پہنچا کر واپس آئے ہیں۔ بلاشبہ دشمن کو سخت شکست ہوئی

اور وہ ایسے بھاگے جا رہے تھے، جیسے ان کے سر پر بھوت سوار ہو گیا جب خالد نے شمار کیا، تو وہ بچپس تھے۔ خالد نے کہا: "ہم میں سے پانچ جوان قید ہو گئے، کیونکہ میدان میں صرف دس لاشیں ملی ہیں اور ساٹھ میں سے پندرہ کم ہیں۔ اس حساب سے پانچ آدمی دشمن کے ہاتھ اسیر ہیں اور وہ رافع بن بن عمیرہ، ضار بن ازور، ربیعہ بن عامر، عاصم بن عمر اور نیرید بن ابی سفیان ہیں، جو پانچوں سر کر وہ اور نامی بہادر ہیں۔" پھر سب لشکر گاہ میں پہنچے، اور خالد بن ولید نے ابو عبیدہ سے کہا: "پنٹالیس آدمی تو موجود ہیں، پانچ نامی شہسوار دشمن کے ہاتھ اسیر ہیں اور دس آدمی شہید ہو گئے۔ میں نے سخت کوشش کی کہ مجھے میدان جنگ میں شہادت کا رتبہ ملے، مگر مجھے نہ نصیب ہوئی۔ وہ دس خوش نصیب آدمی تھے کہ لب کوثر رسول خدا صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کی حضوری کا شرف حاصل کر رہے ہیں اور فرحت اور سرور میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ اجازت دیں کہ ہم آرام کریں اور آپ بھی متفکر نہ ہوں۔ خدا نے چاہا، تو میں اپنے ہمراہیوں کو دشمنوں کے پنجوں سے چھڑاؤں گا۔ رات خوشی اور شکرانے میں بسر کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے فضل کی امید رکھیے۔"

جب جبہ ہزیمت کھا کر لشکر گاہ میں پہنچا، تو باہان نے اُسے اپنے پاس بلا کر کہا: "آج کی کیفیت سناؤ۔" جبہ نے کہا: "اے سردار! ہمارے مقابلے پر ساٹھ مسلمان جوان نکلے، مگر یہ ساٹھ ایسے تھے، جو تمام لشکر اسلام میں سر کر وہ اور مشہور بہادر ہیں۔ ہم نے ان کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ اگر ہم

ان سارے کو قتل کر ڈالتے، تو پھر لشکرِ اسلام میں ہمارے مقابلے کا کوئی آدمی باقی نہ رہتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ چند آدمی بچ رہے، کیونکہ وہ ہمارا تعاقب کیے آ رہے تھے۔ اگر تاریکی نہ ہو جاتی اور مجھے اپنے آدمیوں کے باہم کٹ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو ہم ان سب کو مار ڈالتے، مگر مجبوراً ہم کو واپس ہونا پڑا۔ یہ پانچ آدمی جو میں گرفتار کر لیا ہوں، بڑے نامی شجاع اور سردار ہیں۔ ان کے گھوڑے زخمی ہو گئے، تلواریں ٹوٹ گئیں، نیزے ٹکڑے ہو گئے، تو میرے ہمراہیوں نے گرفتار کر لیا۔ بنی غسان نے بڑی جوان مروی کا کام کیا اور دشمنوں کو متفرق کر کے ہلاک کیا۔ اگر ہم ان کا حلقہ نہ توڑ دیتے، تو ان پر غالب آنا مشکل تھا، کیونکہ پہلے دو حملوں میں انہوں نے ہمیں پسپا کر دیا تھا۔ باہان نے کہا: "جیلہ! تمہاری قوم بنی غسان بڑی جنگجو اور لڑاکا ہے۔ شاہ ہرقل کو تم پر بڑا بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے تمہیں لشکر کا مقدمہ بخش بنایا اس امید پر کہ تم لوہے کو لوہا کھاتا ہے۔ مگر آج ساتھ مسلمانوں نے تمہارے ساتھ ہزار گھوڑوں سے بھگا دیا اور کسی ہزار قتل کیے یہ کیا معاملہ ہے؟ میں حیران ہوں، جس آدمی کو ایچی بنا کر بیٹھا ہوں، وہ ناکام واپس آتا ہے۔ جسے لڑنے بھیجتا ہوں، وہ شکست کھا کر واپس آتا ہے۔ میں بنی غسان کے لیے یہ بات قابلِ تعریف نہیں سمجھتا کہ دن بھر میں ان سے ساتھ بھی قتل نہ ہو سکے۔ تم سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔" جیلہ نے کہا: "ان ساتھ شہروں کا مقابلہ کرنا بنی غسان ہی کا کام تھا۔ اگر ان کی بجائے تمہارا سارا لشکر ان کے مقابل ہوتا، تو آدھے دن میں تم کو بھگا

دیتے اور اس سے دُگنے قتل کر دیتے۔“ باہان یہ سن کر طیش میں آیا اور کہنے لگا: اچھا، میں اپنی ارمین قوم کو لے کر خود میدان میں نکلوں گا۔ دیکھوں گا، کہ ارمین تیر اندازوں کے سامنے کون بٹیر سکتا ہے اور اہل عرب کس گھاٹ اترتے ہیں۔“ جب لشکرِ اسلام اپنے کیمپ میں آرام کر رہا تھا، تو ابو عبیدہ نے خلیفہ ثانی کی خدمت میں ایک خط لکھ کر ایک تیز رفتار سوار کے ہاتھ روانہ کیا، جس میں یہ اطلاع دی کہ شاہِ ہرقل نے تمام علاقوں سے امداد طلب کر کے پانچ لاکھ جوان ہمارے مقابلے کے لیے یرموک بھیج دیے ہیں۔ ان میں ساٹھ ہزار یوغستان ہیں، جو جبیلہ بن ایم کے ماتحت ہیں۔ آج جبیلہ کے ساٹھ ہزار جوان میدان میں مقابلے کے لیے نکلے۔ ہم میں سے صرف ساٹھ اُن کے مقابلے پر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دشمنوں پر غالب کیا اور پانچ ہزار بنی غنسان مقتول ہوئے۔ ہماری طرف سے دس آدمی شہید ہوئے اور پانچ گرفتار ہو گئے۔ میری درخواست ہے کہ آپ ہماری اس جرات کو، جو ہم نے باہمی مشورے کے بعد بہ لحاظِ مصلحتِ جنگ کی ہے، معاف فرمائیں اور ہماری امداد کے لیے اور لشکرِ ارسال فرمائیں، کیونکہ ہماری تعداد اس وقت چالیس ہزار ہے۔“ جب عبداللہ بن قرظ یہ خط لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے، تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کی، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد خط لے کر اپنے بڑے خلیفہ عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس اس وقت حضرت

علیؑ، حضرت عباسؑ، حضرت عثمانؑ، حضرت عبدالرحمنؑ بن عوف اور حضرت بلالؓ
 بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے خط لے کر چپ چاپ پڑھا۔ خط پڑھتے ہی ان کا
 چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: "إِنَّا لَنَبْذُ وَإِنَّا لَنَبْذُ" حضرت علیؑ نے کہا:
 "اے امیر المؤمنین! ہمیں بھی اس خط کے مضمون سے آگاہ کیجئے، جس کے
 مطالبے سے آپ کی حالت غیر ہو گئی۔" حضرت عمرؓ نے خط پڑھ کر سنایا۔ مسلمانوں
 کی شجاعت، ان کا استقلال، ان کی ثابت قدمی سن کر سب کا دل بھرا آیا
 اور عبدالرحمن بن عوف نے نہایت متاثر ہو کر کہا: "اے امیر المؤمنین!
 ہم لوگوں کو آپ اجازت دیں کہ ہم اپنے بھائیوں کی امداد کو پہنچیں۔ خدا
 نے چاہا تو ہمارے جانے سے اہل اسلام کے دل قوی ہو جائیں گے اور
 ہم ان کے رنج و راحت میں شریک ہوں گے۔" حضرت عمرؓ یہ کلام سُنکر
 بڑے متاثر ہوئے اور عبداللہ بن قرط سے پوچھا: "اے ابن قرط! رویوں
 کا سردار لشکر کون ہے؟" عبداللہ نے کہا: "رومی لشکر کے پانچ سردار ہیں۔
 اور ہر ایک کے ماتحت ایک لاکھ فوج ہے۔ ایک کا نام قوریر ہے اور
 وہ شاہ ہرقل کا بھانجا ہے، دوسرا درجیان ہے، تیسرا قناطیر، چوتھا
 جرجیر، پانچواں باہان ارمینیا کا بادشاہ ہے اور وہ سارے لشکر کا
 سپہ سالار ہے۔ اس کا مقدمہ الجیش جبکہ بن ایہم ہے اور اس کے ماتحت
 ساٹھ ہزار بنی عسّان ہیں، جن میں سے پانچ ہزار ہمارے بہادروں نے
 قتل کر دیئے۔" حضرت عمرؓ نے کہا: "دشمن چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور کھٹا
 دیں، مگر یہ نور تو جہان میں روشن ہوگا، خواہ دشمن تنگ ہوں یا ترش۔"

پھر آپ نے حضرت علیؑ سے پوچھا: "آپ اس امر میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟" حضرت علیؑ نے کہا: "آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے! آپ کو بشارت ہو کہ مسلمانوں کو یہ بڑا سخت معرکہ پیش آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے ایمان اور صدق کی آزمائش آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کام دیکھے گا۔ جو شخص اس معرکہ میں صبر کرے گا اور اللہ پر کامل ایمان اور بھروسہ رکھے گا، وہ اجرِ عظیم کا مستحق ہوگا اور جو شخص منہ پھیرے گا، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ بڑے فتنے کا مقام ہے اور اس میں بڑی ہلاکت ہوگی۔" حضرت عباس نے پوچھا: "اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ ہلاکت کس فریق پر ہوگی؟" حضرت علیؑ نے فرمایا: "اے میرے چچا! یہ ہلاکت اس فریق پر آئے گی، جو اسلام کے دشمن ہیں اور اللہ کا نور بچھانے پر آمادہ ہیں۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ غالب کرے گا اور دنیا کے سامنے یہ واقعہ ایک معجزہ ہوگا۔ اے امیر المومنین! ابو عبیدہؓ کو لکھیے، کہ انجام نیکو کاروں کا ہے۔ صبر اور استقلال کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور بھروسہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور فتح دے گا" حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ کو خط لکھا: "تمہارا خط پہنچا۔ تمہاری جرات و ہمت پر آفرین! مگر یاد رکھو، کہ فتح اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے چاہتا ہے، فتح دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، شکست دیتا ہے۔ تمہارے حیرت انگیز کارنامے محض الہی تائید ہے اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا

لحک عنقریب بھیجی جائے گی، مگر فتح کثرت سے نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے۔ اللہ تعالیٰ ہی قلیل جماعت کو کثیر دشمنوں پر فتح دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر دشمنوں کے مقابل ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹے رہو۔ دشمن کی کثرت کو مطلق خیال میں نہ لاؤ۔ صرف اللہ تعالیٰ کا ڈرا اپنے دل میں رکھو، تمام مسلمانوں کو تاکید کرو کہ صبر اور ثابت قدمی کو پیش نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو غالب کرے گا۔ یہ معرکہ تمہارے سامنے ایک آزمائش ہے۔ جو شخص اس آزمائش میں پورا اترے گا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرے گا۔ میں پھر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا اصول رکھو اور لحظہ بھر کے لیے بھی اسے فراموش نہ کرو۔ اسی پر تمہاری کامیابی منحصر ہے۔“

یہ خط لکھ کر حضرت عمرؓ نے عبد اللہ بن قرظ کے حوالے کیا اور فرمایا: ”جند شکر اسلام میں پہنچو“ عبد اللہ نے کہا: ”آپ نے کوئی لشکر میرے ساتھ نہیں کیا، اگر میں تنہا پہنچوں گا، تو مسلمان مایوس ہوں گے“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”لحک عنقریب ارسال ہوگی۔ تم خط لے جاؤ تاکہ مسلمانوں کو خط پڑھ کر تقویت حاصل ہو۔ تمام مسلمانوں کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ صدق دل سے دشمنوں پر شدت کرو، شیروں کی طرح حملہ کرو اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرو“ عبد اللہ بن قرظ نے کہا: ”آپ ہم سب کے

یہی دعا کریں۔ حضرت عمرؓ اور آپ کے ہمراہیوں نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے اسلامی لشکر کے لیے نصرت و تائید کی دعا مانگی۔ عبداللہ بن قرظ کے دل کو تسکین ہوئی اور وہ یرموک کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ یرموک کو روانہ ہو چکے، تو حضرت عمرؓ نے مین، حاضر موت اور بکے سے سات ہزار جوان ابو عبیدہ کی ملک کے لیے روانہ کیے اور انہیں تاکید کی کہ بہت جلد میدان جنگ میں پہنچ جائیں۔ جنگ یرموک کی دوسری صبح کو باہان نے جبلہ سے کہا بھجھا کہ مسلمان قیدی ہمراہ لے کر آؤ۔ جبلہ مسلمان قیدیوں کو باہان کے روبرو لے گیا۔ باہان نے ان کو ایک نظر دیکھ کر کہا: "جب تک قتل کا حکم نہ دوں، انہیں قید رکھو" پھر اس نے جبلہ سے کہا: "یہ قیدی تو کمزور اور ضعیف دکھائی دیتے ہیں۔" جبلہ نے کہا: "یہ دیکھنے میں کمزور اور لاغر ہیں، مگر میدان جنگ میں شیر کی طرح گرجتے ہیں۔ یہ پانچوں اسلامی لشکر کے سردار ہیں۔ ان کے ہمراہیوں کو ہم نے قتل کیا، مگر ایک سردار ضرور ہمارے ہاتھ سے بچ رہا، اور وہ ان سب میں ولیر ہے۔" باہان نے پوچھا: "وہ کون ہے؟" جبلہ نے کہا: "خالد بن ولید، جس نے تدمر، حوران، بصری، دمشق وغیرہ فتح کیے، اجنادین میں رومی لشکر کو شکست دی اور حاکم قیس بن کوہمارے لشکریوں کے روبرو قتل کر ڈالا۔ اہل عرب میں اگر کوئی بہادر ہے، تو بس وہ۔ اسی کے باعث باقی سردار بھی شجاعت سے لڑتے ہیں۔ اگر وہ مارا جاتا، تو لشکر اسلام ایک منٹ بھی مقابلے پر نہ ٹھیر سکتا۔" باہان نے کہا:

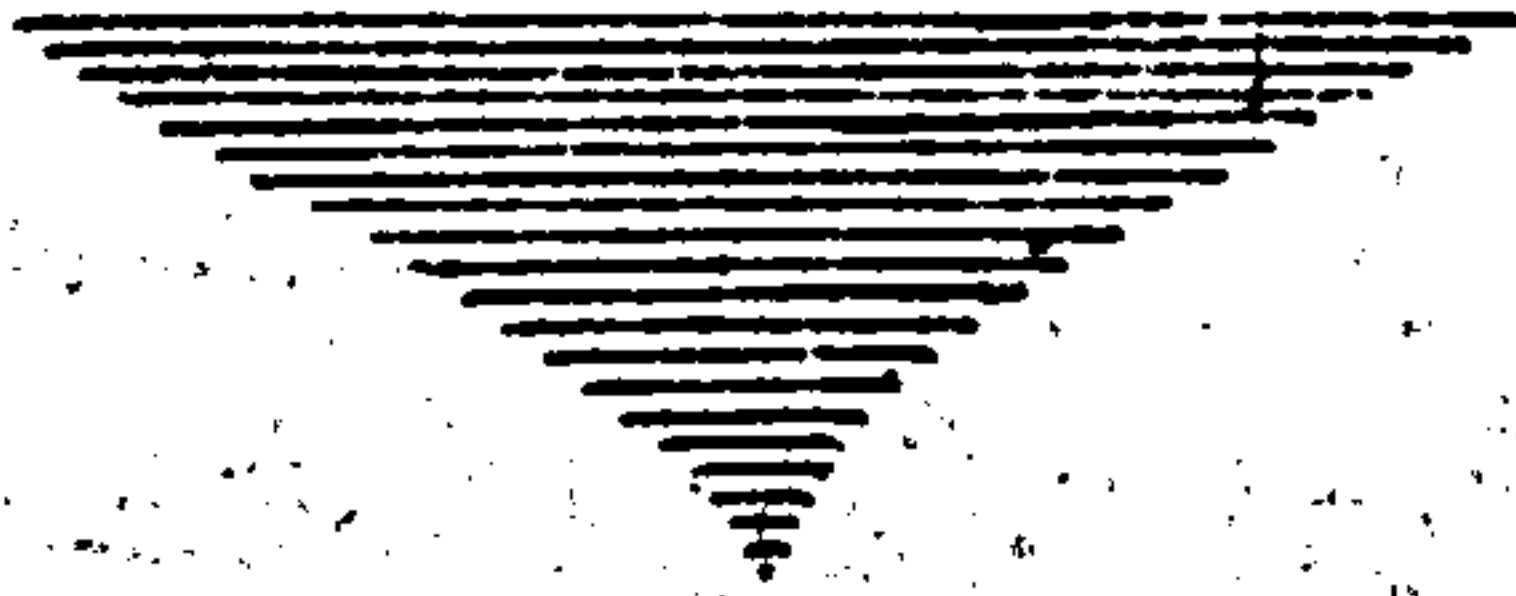
”اُسے کسی تدبیر سے کیوں نہ قتل کر دیں؟ اگر ایک شخص کی ذات پر ہماری فتح و شکست کا حصر ہے، تو اس کے ساتھ کوئی فریب کریں۔“ جبکہ نے کہا: ”فریب یوں چل سکتا ہے کہ اس کو یہاں بلا کر گرفتار کر لیں۔“

باہان نے کہا: ”وہ کیوں ہمارے پاس آئے گا؟“ جبکہ نے کہا: ”ان کے ہمراہی ہمارے پاس گرفتار ہیں۔ اسلامی سرداران کی رہائی کے لیے ضرور متروک ہوں گے۔ بہتر ہے کہ کسی آدمی کو اسلامی کیمپ میں بھیجا، جو یہ پیغام دے کہ باہان خالد بن ولید سے مسلمان قیدیوں کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ اگر صلح کی تجویز باہم قرار پائے گی، تو مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ جب اہل اسلام یہ پیغام سنیں گے، تو خالد بن ولید کو غنی الفود بھیج دیں گے۔ جب یہاں آئیگا، تو گرفتار کر لیں گے اور پانچوں قیدیوں کے ہمراہ اس کو بھی قتل کر ڈالینگے۔ مگر اس میں بدنامی ضرور ہوگی اور تمہارے نام پر دھتہ آئے گا۔“ باہان نے کہا: ”اس طرح اہل اسلام کو شکست ہوتی ہے اور یہ بلا ہمیشہ کے لیے ہمارے ملک سے دفع ہوتی ہے، تو بدنامی کا کیا خوف؟ شاہ ہر قتل سن کر بڑا خوش ہوگا اور ہماری عزت افسرائی کرے گا۔“

جبکہ نے کہا: ”بدنامی کا خوف نہیں، تو اس تجویز کو جلدی عمل میں لائے۔“ باہان نے فی الفود ایک ایچی اسلامی کیمپ میں بھیجا، جس نے ابو عبیدہ کے پاس حاضر ہو کر باہان کا پیغام دیا۔ ابو عبیدہ پہلے ہی خالد بن ولید سے یہی مشورہ کر رہے تھے کہ قیدیوں کو چھڑانے کی کیا تدبیر کرنی چاہیے۔

اب بابان کا پیغام سن کر خالد بن ولید خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں
 جانے کو تیار ہوں۔ ابو عبیدہ نے کہا: "تو مات جاؤ۔ اختیاطاً سو سوار
 ہمراہ لے جاؤ۔ ممکن ہے، دشمن تم سے دعا کرے۔" چنانچہ خالد بن ولید
 سو سوار ہمراہ لے کر رومی کھپ کی طرف گئے۔ جب جبلہ کے
 کھپ میں، جو مسیب سے آگے تھا، پہنچے، تو جبلہ نے ان سے پوچھا:
 "تم کیوں آتے ہو؟" خالد بن ولید نے کہا: "بابان سے ملنے آتے
 ہیں۔" جبلہ نے کہا: "بابان نے تو صرف تم کو بلایا تھا، تم یہ سوار کیوں
 ہمراہ لائے ہو؟" خالد نے کہا: "اس لیے کہ بابان کوئی مسئلہ پیش
 کرے۔ تو میں ان سے مشورہ کروں، کیونکہ ہم باہمی مشورے کے
 بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔" جبلہ نے کہا: "تم یہیں ٹھیرے رہو۔ میں بابان
 سے دریافت کر آؤں۔" جبلہ گھبراہٹاً بابان کے پاس گیا اور کہا: "خالد
 بن ولید آیا تو ہے، مگر اس کے ہمراہ سو سوار ہیں۔" بابان نے کہا: "وہ
 بڑا ہوشیار آدمی ہے، مگر کیا مضائقہ ہے؟ ایک کیا ایک سو ایک کیا؟
 جب ہمارے کھپ کے اندر آجائیں گے، تو پھر کہاں نکل سکیں گے؟
 اچھا ہے کہ ہم سب کو گرفتار کر لیں۔ جتنے مسلمان ہمارے ہاتھ آجائیں گے،
 اتنا ہی بہتر ہے۔" جبلہ واپس گیا اور خالد بن ولید سے کہا: "بابان تم
 سے ملنے کے لیے تیار ہے۔" خالد بن ولید سواروں سمیت آگے بڑھے
 اور بابان کے خیمے کے سامنے سب گھوڑوں سے اترے۔ ایک رونا
 افسردہ کہا: "ہتیار مجھے دے دو اور خیمے میں چلے جاؤ۔" خالد بن ولید

نے کہا: ہم متبیار ہرگز نہیں دیں گے۔ اگر باہان کو خوف ہے، تو
 خیمے سے باہر نکل کر گفتگو کر لے۔" روحی افسر نے باہان کو اطلاع دی
 تو اس نے کہا: "کچھ مضائقہ نہیں، ہتھیاروں سمیت آنے دو۔"



۱۱۔ جنگ یرموک کا دوسرا دن

باہان نے خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں کو بڑی عزت کے ساتھ اپنے خیمے میں بٹھایا اور معمولی مزاج پرسی کے بعد کہا: "اے عربی سردار! میں نے سرف تمہیں بلایا تھا کہ صلح کے بارے میں گفتگو کروں۔ تم ناحق اتنے آدمی ہمراہ لے آئے۔" خالد بن ولید نے کہا: "میں ان کو اس بیٹھے لایا ہوں کہ ان سے ہر بات میں مشورہ کروں۔" باہان نے کہا: "تم عربی لشکر میں ایک سردار ہو اور بڑے دانشمند معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں مشورے کی کیا ضرورت ہے؟ تم بطور خود سب کچھ کر سکتے ہو۔" خالد بن ولید نے کہا: "میں ہمارے خدا اور رسول کا حکم ہے کہ ہر بات میں باہم مشورہ کر لیا کرو۔ ہمارے خلیفہ نے بھی ہم کو سخت تاکید کر دی ہے کہ باہم مشورے کے بغیر کوئی حکم مت کرو۔" باہان نے کہا: "سردار! میں مشورہ کیا کرتے ہیں، عام سپاہیوں کو مشورے میں کوئی شریک نہیں کرتا۔" خالد بن ولید نے کہا: "ہم میں کوئی عام سپاہی نہیں، سب سردار ہیں اور سب کا مشورہ لینا ضروری ہے ہمارا خلیفہ بھی عام راتے سے منتخب ہوتا ہے اور وہ اسی وقت تک خلیفہ رہ سکتا ہے جب تک وہ احکام خدا و رسول کی پیروی کرتا رہے اور ہم سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ ہم ایک دوسرے کو عزت کی نگاہ سے

دیکھتے ہیں۔ کسی کو اس نے نہیں سمجھتے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ ان لوگوں کو ہمراہ لاؤں تاکہ ضرورت پڑان سے مشورہ لے لوں۔ دوام میں ان لوگوں کو اختیار کیا بھی ساتھ لایا ہوں، کیونکہ یہ مکہ و شہنوں کا ہے اور شہنوں سے ہر وقت چوکتا رہنا ضروری ہے۔ اب تم مطلب کی بات کرو۔

باہان نے کہا: میں نے تمہیں صلح کے لیے بلایا ہے۔ اس سے پہلے میں نے شاہ ہرقل کا پیغام تم کو پہنچایا تھا، جسے تم نے منظور نہیں کیا۔ میں اس سے اور اضافہ کرتا ہوں یعنی سو دینار تمہارے ہر ایک سپاہی کو، ہزار دینار تمہارے سپہ سالار کو اور دس ہزار دینار تمہارے خلیفہ کو۔ علاوہ اس کے تمہارے پانچ ہزار سپاہی، جو ہماری قید میں ہیں، رہا کر دئے جائیں گے اور میں تمہیں اپنا بھائی بنا لوں گا۔ خالد نے کہا: ہم جو شرائط صلح پیش کر چکے ہیں، ان میں کمی بیشی کا نہیں کوئی اختیار نہیں۔ اگر تم میرے بھائی بنا چاہتے ہو، تو صدق دل سے اسلام قبول کرو۔ اگر بغیر اسلام لانے کے صلح چاہتے ہو، تو ہماری حفاظت میں آ جاؤ۔ اس کے سوا تیسری بات نہیں ہو سکتی۔ باہان نے کہا: تم دشمن آدمی ہو، کیوں اپنا نفع نقصان نہیں سوچتے؟ دیکھو، شاہان روم نے اہل عرب پر کس قدر مہربانیاں کیں ہیں۔ تمہارے قبیلے آوارہ و سرگردان آنگے بھوکے ہمارے علاقے میں آتے رہے اور ہم نے ان کو جگہ دی۔ وہ ہمارے علاقے میں آباد ہوئے اور آسودہ حال ہو گئے۔ چھتے ریگستانوں کے بجائے وہ شاہد اب زمینوں کے مالک بن گئے۔ ہم نے کبھی ان کو رو نہیں کیا ہمیشہ

اُن کو پناہ دیتے رہے۔ لیکن تم اُن کے بھائی تدار اور تیزے سے لے کر ہم پر حملہ آور ہوئے، ہمارے شہر فتح کر لیٹے اور ہماری دولت چھین لی۔ اب بھی ہم تم کو عزت کے ساتھ رحمت کہتے ہیں، لیکن تم ماننے میں نہیں آتے۔ دیکھو! اس لڑائی کا انجام تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے، یا ریگستان کی طرف بھگا بیٹے جاؤ گے اور تمہارا برا حال ہوگا۔ خالدؓ نے کہا: زیادتی تمہاری طرف سے ہوئی۔ ہم نے تمہارا مقابلہ کیا اور بزور شمشیر تم کو مغلوب کیا۔ جو کچھ تم نے تم سے لیا، وہ آئین جنگ کے بموجب اپنا حق سمجھ کر لیا۔ ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ جنھوں نے امان مانگی، ان کو امان دی۔ جنھوں نے صلح کی، ان سے صلح کی۔ جو لڑائی پر آمادہ ہوئے، ان سے مروانہ وار مقابلہ کیا۔ ہم نے قاعدہ جنگ کی کبھی خلاف ورزی نہیں کی۔ کسی جنگ عہد شکنی نہیں کی۔ ہاں، تمہاری طرف سے عہد شکنی ہوتی رہی۔ ہم الزام سے بالکل بری ہیں۔ کل تم لڑائی کو نکلے، ہم لڑے۔ آج تم نے صلح کے لیے بلایا، ہم حاضر ہو گئے۔ باہان نے کہا: تمہاری خواہش ہرگز صلح کی نہیں۔ تم اپنی نمد پر اڑے ہوئے ہو اور وہی شرطیں بار بار پیش کرتے ہو۔ میں اور دنیا کا بادشاہ ہوں۔ شاہ ہرقل میرے چلیے گئے، بادشاہوں پر شہنشاہ ہے۔ وہ بڑا عالی مرتبہ اور ذی شان فیصلہ ہے۔ تم مجھ اور اسے اسلام اور بڑے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہو! تمہاری عقل کہاں گئی؟ جو شہنشاہ و شہنشاہان میں پانچ لاکھ فوج مقابلے کے لئے بھیج سکتا ہے، وہ تمہاری گیدڑ بھنگیوں میں کب آسکتا ہے؟ کوئی مشتبہ نہیں، موت تمہارے

مسر پر سوار ہے اور تم ہلاک ہونے کے سزاوار ہو۔ مجھے اُمید نہیں کہ اگر تم لڑائی پر آمادہ رہے، تو اس میدان سے جیتے جی واپس پھرو گے۔ موت تمہیں اس طرف گھیر کر لے آئی ہے۔ اگر تم صلح نہیں کرو گے، تو میں ابھی مسلمان قیدیوں کو بلا کر تمہارے سامنے قتل کروں گا۔ خالد بن ولید نے کہا: ”تم ہمیں موت سے کیوں ڈراتے ہو؟ مسلمان قیدیوں کی یہ عین تمنا اور میری بھی یہی خواہش ہے۔ ہم موت کا ڈر نہیں رکھتے۔ ہم موت کو تمہاری طرح موت خیال نہیں کرتے۔ ہم موت کو زندگی سمجھتے ہیں۔ ہم تمہاری کثرت کی کوئی پروا نہیں کرتے، بلکہ مجھے تو یہ دکھائی دے رہا ہے کہ تمہارا تمام لشکر کچھ قتل ہو گیا ہے، کچھ بھاگ نکلا ہے، تم ہمارے پنجے میں گرفتار ہو گئے ہو، تمہارے گلے میں رسی ہیں ڈال کر ہم اپنے خلیفہ کے روبرو لے گئے ہیں اور خلیفہ ثانی کے حکم سے تمہاری گردن ماری گئی ہے۔“ یہ ترکی بہ ترکی جواب سن کر باہان طیش میں آ گیا، اس کے محافظ سپاہیوں نے، جو خیمے میں موجود تھے، تلواروں پر ہاتھ رکھ لیا۔ خالد بن ولید ان کے تیور بگڑے دیکھ کر ایک جست کر کے باہان کے تخت پر چڑھ گئے اور تلوار کھینچ لی۔ خالد بن ولید نے بھی تلواریں کھینچ کر تخت کے گرد حلقہ باندھ لیا۔ خالد بن ولید نے پکار کر کہا: ”اگر رومی ایک انچ بھی آگے بڑھے، تو میں باہان کا کام تمام کروں گا، خواہ ہم سب کے سب اس خیمے کے اندر ہی قتل ہو جائیں۔“ باہان کا رنگ فق ہو گیا، اس کے سپاہی سہم گئے اور خالد بن ولید کی پھرتی اور جرات دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ باہان نے اپنے آپ کو گرفتار بلا دیکھا، تو

کہا: تمہاری سخت کلامی سے مجھے غصہ آ گیا تھا، تاہم میرا ارادہ تمہیں اذیت پہنچانے کا نہ تھا۔ تم تلواریں نیام میں کر لو اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ خالدؓ نے کہا: ہم تلواریں نیام نہ کریں گے جب تک مسلمان قیدیوں کو آزاد کر کے، ان کو ہتھیار اور گھوڑے دے کر ہمارے ہمراہ نہ کر دو۔ باہان کو اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی۔ اُس نے فی الفور حکم دیا کہ مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے لے آؤ۔ فی الفور مسلمان قیدی رہا کر دیے گئے اور وہ مسلح ہو کر اپنے ہمراہیوں میں آئے۔ خالد بن ولیدؓ نے کہا: ہمارے ساتھ حلفیہ عہد کرو کہ خیمے سے باہر تیار کوئی مزاحم نہ ہوگا، ورنہ ہم تمہارا محاصرہ نہیں چھوڑیں گے۔ باہان نے جبلہ سے مل کر یہی تجویز تو کی تھی کہ جب خالدؓ اور اس کے ہمراہی خیمے سے باہر نکلیں تو ان کو گھیر لیا جائے، مگر خالد بن ولیدؓ کی جرأت سے وہ خود گھر گیا اور اُس کو اپنی جان کے لئے پڑ گئے۔ اس نے حلفیہ عہد کیا اور جبلہ کو بلا کر کہا کہ خالد بن ولیدؓ اور اس کے ہمراہیوں کو بچاؤت کمپ کے باہر چھوڑ آؤ۔ جبلہ نے دانت پیسے، مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟ خالد بن ولیدؓ اپنے ہمراہیوں سمیت خوشی کے نعرے بلند کرتے ہوئے صحیح سالم اپنے کمپ میں پہنچ گئے۔ لشکر اسلام نے مسلمان اسیروں کو خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ دیکھا، تو بہت ہی خوش ہوئے اور اللہ اکبر کے نعرے زور کے ساتھ بلند کیے۔ ابو عبیدہؓ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور خالد بن ولیدؓ کے حق میں دعائے خیر کی۔ پھر خالدؓ سے کہا: اے اباسلیمان! کیا فیصلہ کرتے؟ خالدؓ نے کہا: ہماری شرائط و منطوقہ نہیں کرتے اور ہم نے ان کی منظور نہیں کیں۔ لہذا ان کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ابو عبیدہؓ نے دریافت کیا: "ان لوگوں کو رہائی کیسے ملی؟" خالد بن ولیدؓ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو عبیدہؓ اور تمام مسلمان بہت مسرور ہوئے۔

اُس دن لڑائی بند رہی اور بنی غسان میدان سے اپنے مقتولوں کو اٹھا کر دفن کرتے رہے۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکریوں کو شام کی نماز کے بعد اطلاع دی کہ کل لڑائی پھر شروع ہوگی۔ پہلی لڑائی میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ اور دشمنوں کے دلوں میں ہماری ہیبت ڈال دی۔ کل تم بڑے صبر اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا، میدان جنگ سے ہنر موڑنا، بلکہ موت کا آگے بڑھ کر استقبال کرنا اور اس بات کو بخوبی یاد رکھنا کہ سعادتِ دین وہی حاصل کرے گا، جو کل اللہ اور اس کے رسولؐ کو راضی کرے گا۔ ابو عبیدہؓ کے بعد خالد بن ولیدؓ نے کہا: "اے میرے بھائیو! دشمنوں کی کثرت کا خیال نہ کرنا۔ میں آج ان کے لشکر میں گیا تھا۔ بیشک وہ تعداد میں مور و بلخ کے برابر ہیں، مگر ہمتیں توڑے ہوئے اور حوصلے ہارے ہوئے ہیں۔ اگر تم ثابت قدم رہو گے، تو اللہ تعالیٰ تم کو غالب کرے گا۔ آج رات کو اللہ تعالیٰ سے صبر و نصرت کی دعا مانگتے رہنا۔" جب صبح ہوئی، تو ابو عبیدہؓ نے نماز سے فراغت پا کر خالد بن ولیدؓ سے کہا: "اے اباسلیمان! میں نے تمہیں اس لشکر پر سردار مقرر کیا۔ تم لشکر کی صفیں درست کرو اور جسے چاہو، مہینے بیسرے پر سردار مقرر کرو اور اپنی تدبیر سے لشکر کو آراستہ کرو۔" پھر لشکریوں کو حکم دیا: "جو کچھ خالد بن ولیدؓ حکم دیں، اُس کی دل و جان سے تعمیل کرنا اور ان کے خلاف حکم کچھ نہ کرنا۔" خالد بن ولیدؓ نے ایک قابل جو نیل

کی طرح لشکر اسلام کو آراستہ کیا اور مہینے میسرے پر چیدہ چیدہ سردار مقرر کیے۔
 اور بابان نے بھی اپنا لشکر میدان میں نکالا اور اس کی تیس صفیں ایک دوسری
 کے پیچھے کھڑی کیں۔ جب دونوں لشکر آراستہ ہو کر بالمتقابل ہوئے، تو رومی
 لشکر میں سے ایک رومی پہلوان میدان میں نکلا اور حریف کو طلب کیا۔ لشکر
 اسلام میں سے روماس حاکم بصری، جو فتح بصری کے بعد مسلمان ہو کر لشکر
 اسلام میں مل گئے تھے، مقابلے کے بیٹے مکھے۔ روماس نے رومی پہلوان کو
 رومی زبان میں مخاطب کیا۔ اس پر رومی پہلوان نے اُن کو ملامت کی۔
 کہ تو رومی نسل کا آدمی ہو کر کیوں مسلمان ہو گیا۔ روماس نے کہا: میں نے
 اسلام کو اچھا دین پایا، میرا دل اس کی عظمت کا قائل ہو گیا اور میں صدق
 دل سے مسلمان ہو گیا۔ واقعی اہل عرب راستی پر ہیں بلور تم لوگ خطا پر۔
 رومی پہلوان نے کہا: میں اہل عرب کے دین کو نہایت زبوں سمجھتا ہوں۔
 روماس نے کہا: تو گمراہ ہے۔ رومی پہلوان نے چکر کر روماس پر حملہ کیا اور
 انہوں نے اس کا وار جو حملے سے سنبھالا۔ کچھ دیر تک برابر وار پڑتے رہے،
 اور دونوں لشکر ان کے کرتب دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔ آخر رومی پہلوان
 نے سبکدستی کر کے روماس پر ایک سخت وار کیا، جس سے وہ زخمی ہو گئے۔
 روماس زخمی ہو کر گھوڑا دوڑا کر واپس آ گئے اور ان کا زخم دھو کر باندھا
 گیا۔ رومی پہلوان میدان میں شیر کی طرح گرجنے لگا۔ اسلامی لشکر سے مہینہ
 بن مسروق میدان میں نکلے، مگر خالد بن ولید نے اُن کو روک لیا اور کہا:
 ”رومی پہلوان سے لڑنے کی نسبت تمہارا اپنی جگہ پر بھیرنا زیادہ ضروری ہے۔“

اس پر عامر بن طفیل نکلے۔ اُن کو بھی خالدؓ نے روک لیا اور کہا: تم کس ہو اور رومی پہلوان بڑا آزمودہ کار ہے تم اس سے عہدہ برا نہیں ہو سکو گے۔ عامر بن طفیل نے کہا: اے سردار! آپ نے اس رومی پہلوان کی وقعت بڑھا دی ہے اور ہمارے دلوں میں اس کا خوف ڈال دیا ہے۔ خالدؓ نے کہا: میں نے اس کی لڑائی کا ڈھنگ دیکھ لیا ہے، وہ ہمارے ایک پہلوان پر غالب آچکا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ دوسرے آدمی پر بھی غالب آجائے اس طرح رومیوں کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ تم اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ اس کے بعد حرث بن عبداللہ نکلے۔ خالدؓ نے اُن سے کہا: بے شک تم مضبوط آدمی ہو، مگر یہ بتاؤ کہ اس سے پہلے بھی تم نے تنہا کسی پہلوان کا مقابلہ کیا ہے؟ حرث نے کہا: نہیں۔ خالدؓ نے کہا: تو تم بھی مقابلے پر نہ جاؤ۔ اس پر قیس بن ہبیرہ میدان میں نکلے اور خالدؓ سے اجازت مانگی۔ خالدؓ نے کہا: بے شک تم رومی پہلوان کے برابر ہو۔ بسم اللہ، مقابلے پر جاؤ، مگر ہتھیار رہنا، کیونکہ رومی پہلوان فن جنگ میں پورا ماہر معلوم ہوتا ہے۔ رومی پہلوان نے لگا کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا کہ قیس اس کے مقابل ہوئے پہلے تو نیزہ بازی ہوئی اور قیس نے اچھے کرتب دکھائے۔ رومی پہلوان بھی نیزہ بازی میں ماہر تھا، دونوں برابر آئے۔ پھر نیزے پھینک کر دونوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ قیس نے ہڑے زور سے تلوار کا وار کیا۔ رومی نے تلوار کا وار دھال پر سنبھالا، مگر تلوار دھال ہانک کر رومی کے خو پر پڑی اور ہڑتے ہی دو ٹکڑے ہو گئی۔ رومی کو کچھ آسینب نہ آیا اور اس نے قیس کو بے

ہتھیار پا کر اُن پر حملہ کیا، مگر قیس معاً گھوڑا پھیر کر میدان سے نکل گئے جب اپنے لشکر کے قریب پہنچے، تو اُن کے دل نے اُن کو ملامت کی اور کہا: قیس! تو کیوں میدان چھوڑ آیا ہے؟ موت کیا شے ہے کہ تو اس سے ڈر گیا؟ قیس نے پھر گھوڑے کا رخ میدان کی طرف کر لیا اور چھوٹا سا خنجر کر کے نکال لیا۔ معاً خالد بن ولید نے پکار کر کہا: قیس! واپس آ جاؤ۔ قیس نے بلند آواز سے کہا: "کیا آپ میری زندگی میں کوئی گھڑی گھٹا بڑھا سکتے ہیں؟" خالد نے کہا: "نہیں۔" یہ سن کر قیس نے میدان کی طرف منہ کر لیا۔ خالد نے پکار کر کہا: "قیس کے پاس تلوار نہیں۔ کوئی ہے جو اس کو تلوار دے آتے؟" عبدالرحمن بن ابی بکر نے نکل کر کہا: "میں جاتا ہوں۔" خالد نے اُن کو تلوار دی اور کہا: "جلد پہنچو۔" عبدالرحمن چشم زدن میں قیس کے پاس پہنچ گئے اور تلوار دے دی۔ عبدالرحمن کو میدان میں آتے دیکھ کر رومیوں نے سمجھا کہ وہ اپنے ہمراہی کی امداد کو نکلے ہیں۔ چنانچہ دو رومی سوار اپنے پہلوان کی امداد کو آ پہنچے اور ایک نے عبدالرحمن سے کہا: "تم لوگ بڑا دعویٰ کرتے ہو کہ ہم صاحبِ انصاف ہیں۔" عبدالرحمن نے کہا: "بے شک ہمارا یہ دعویٰ سچا ہے۔" رومی نے کہا: "یہ کیا انصاف ہے کہ دو پہلوان لڑ رہے ہیں اور تم اپنے ہمراہی کی مدد کو پہنچ گئے؟" عبدالرحمن نے کہا: "میں تمہارے پہلوان سے لڑنے نہیں آیا، بلکہ اپنے پہلوان کو تلوار دینے آیا ہوں اور اگر تم کو دو اور ایک کا اتنا خیال ہے، تو تم دو ہو، میں اکیلا ہوں، آؤ، مجھ سے مقابلہ کر لو۔" قیس اور ان کا حریف عبدالرحمن کی باتیں سن کر

تعبیب کر رہے تھے۔ وہ دونوں رومی پہلوان بھی متعجب ہوئے اور کہا: اچھا تم ایسے ہی دلیر ہو کہ دو پہلوانوں سے لڑ سکتے ہو، تو آؤ، تمہاری آزمائش کریں۔ دونوں حملہ آور ہوئے۔ عبدالرحمن نے گھوڑا پھیر کر دونوں کے فارخالی دے اور پھر سامنے ہوتے ہی ایک رومی پر ایسا تاک کر نینرہ لگایا کہ اس کی زردہ توڑ کر جگر کے پار ہو گیا۔ رومی گھائل ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پہلا رومی جو قیس کے مقابل تھا، اپنے ہمراہی کو مقتول دیکھ کر اور غصہ کھا کر عبدالرحمن کی طرف پیکار قیس بھی عبدالرحمن کی امداد کو منجھے، مگر عبدالرحمن نے انہیں خدا کا واسطہ دے کر کہا: ”بیچھے ہٹ کر ذرا دم لے لو اور مجھ اکیلے کو ان دونوں رومیوں سے مقابلہ کرنے دو۔“ قیس بیچھے ہٹ گئے اور عبدالرحمن دونوں رومیوں کے بالمقابل ہوئے۔ دونوں نے یک بارگی عبدالرحمن پر وار کیا۔ عبدالرحمن کا گھوڑا بجلی کی طرح کوند گیا اور رومیوں کے دونوں فارخالی گئے۔ منہ پھیرتے ہی عبدالرحمن نے ایک رومی پر تلوار کا وار کیا اور اس کو دو ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دیا۔ تیسرا رومی یہ سب دیکھ کر بہوت ہو گیا۔ عبدالرحمن نے قیس کو اشارہ کیا کہ بڑھو اور ثواب میں شریک ہو جاؤ۔ قیس نے بڑھ کر اپنے حریف پر تلوار کا وار کیا اور اسے گھائل کر کے زمین پر گرا دیا۔ یہ حیرتناک کارنامہ دیکھ کر لشکر اسلام میں خوشی کا نعرہ بلند ہوا اور رومی لشکر پر ستائے کا عالم چھا گیا۔

بالان یہ حال دیکھ کر سخت اندوگین ہوا، کیونکہ یہ تین پہلوان اس کے لشکر میں بڑے نامی تھے، جو عبدالرحمن اور قیس نے قتل کر دیئے۔ عبدالرحمن

میدان میں کھڑے رہے اور حریف طلب کرتے رہے، مگر کسی کو میدان میں نکلنے کی جرات نہ پڑی۔ چنانچہ عبدالرحمن شہیر کی طرح گرجتے ہوئے رومیوں کے دائیں بازو پر جا پڑے اور کئی رومیوں کو قتل کر کے پھر میدان میں آکھڑے ہوئے۔ خالد بن ولید نے پکار کر کہا: "عبدالرحمن! واپس آ جاؤ۔ تم نے حیرت انگیز کام کیا اور شجاعت کا حق ادا کر دیا" عبدالرحمن اپنے لشکر میں واپس چلے گئے۔ پھر رومیوں میں سے کوئی پہلوان نہ نکلا، تو یاہان نے اگلی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور ہر سے خالد بن ولید نے بھی ایک دستہ میدان میں بڑھا دیا۔ لیکن فریقین بچ بچ کر لڑتے رہے۔ ایک دوسرے کے گلے نہ پڑے جہاں کے بہت تھوڑے آدمی قتل ہوئے۔ اتنے میں آفتاب غروب ہو گیا اور دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس چلے گئے۔

۱۲ جنگ یرموک کا تیسرا دن

جب باہان میدان جنگ سے اپنی قیام گاہ میں پہنچا، تو وہ نہایت ہی افسردہ خاطر تھا، کیونکہ اُس نے دیکھ لیا تھا کہ رومی سپاہی اہل عرب سے خوف کھاتے ہیں اور قدم آگے نہیں بڑھاتے۔ اس کو یہ فکر تھی کہ اگر لشکر اسلام کو اس معرکے میں فتح حاصل ہوئی اور رومی لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا، تو پھر عربوں کی پیش قدمی نہیں رک سکے گی اور تمام ملک شام و روم ان کے قبضے میں آجائے گا۔ اُس نے شاہ ہرقل کو خط لکھا کہ اہل عرب کو ہر چند صلح کے ریشے بلایا گیا اور بہتیرا لالچ دیا گیا، مگر وہ نہیں مانتے اور مقابلے پر اڑے ہوئے ہیں۔ جبکہ اور اس کی قوم غسان پہلے دن اہل عرب کے مقابلے پر نکلے۔ اہل عرب میں سے صرف ساٹھ ہزار جوان ساٹھ ہزار بنی غسان کے مقابلے کے ریشے میدان میں آئے۔ ہم ان کی اس دلیری اور جرات پر حیران تھے، گو ہمیں یقین تھا کہ وہ جلد قتل ہو جائیں گے، مگر نتیجہ دیکھ کر ہم اور بھی سخت حیران ہوئے۔ وہ ساٹھ آدمی شام تک لڑتے رہے اور پانچ ہزار بنی غسان کو قتل کر ڈالا۔ ان کی طرف سے صرف دس آدمی قتل ہوئے اور پانچ ہمارے ہاتھ اسیر ہوئے۔ میں نے جبکہ کی تحریک پر سردار بن لشکر اسلام کے ساتھ فریب کیا اور ان کو دغا

سے قتل کرنے کے لیے اپنے پاس بلایا، مگر وہ میرے استاد بکلی اور الٹا مجھے
میرے ہتھے میں گھیر لیا۔ میں نے اپنی جان بچانے کے لیے ان کے قیدی بھی
چھوڑ دیے۔ میں ان عزات اور جسارت پر حیران ہوں۔ میں آج بڑے غصے
سے اپنا لشکر لیکر میدان نکلا اور دن بھر اہل عرب کا مقابلہ کیا۔ دن بھر لڑائی ہوتی
رہی، مگر ہم سے کچھ بن نہ پڑا۔ ہمارے تین بہادر پہلوان قتل ہوئے۔ گو
آج فریقین کے تھوڑے آدمی قتل ہوئے، مگر میں نے معلوم کیا کہ ہمارے
سپاہی اہل عرب سے خوف کھاتے ہیں اور ان کے دلوں پر اہل عرب
کی ہیبت چھا گئی ہے۔ وہ آج بہت ہی بچ بچ کر لڑتے رہے۔ مگر میں آج
ان کے پیچھے نہ ہوتا، تو عجب نہیں کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلتے۔ اس
میرے دل میں یہ تشویش پیدا ہو رہی ہے کہ اگر خدا نخواستہ اس میدان
میں ہم نے شکست کھائی، تو پھر ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں رہے گا۔ اتنا لشکر
دوسری مرتبہ ہم سے فراہم نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے میں نے مفصل حال
راست راست لکھ دیا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ چند روز لڑائی بند
رکھوں تاکہ میرے سپاہیوں کا خوف دور ہو جائے اور ان کے دل کچھ
مضبوط ہو جائیں۔ ایسی بلا قوم سے واسطہ پڑا ہے کہ میں کچھ عرض نہیں
کر سکتا۔ یہ جن ہیں یا جہوت کہ چٹے ہوئے گلے سے اترتے ہی نہیں؟
موت کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ یوں دیکھنے میں نجیف البدن اور لاغر ہیں
مگر جب میدان جنگ میں نکلتے ہیں، تو شیر بن جاتے ہیں۔ حتی المقدور
اس بلا کو دفع کرنے کی کوشش کروں گا اور جب تک میری جان میں جان

ہے، میدان جنگ سے منہ نہ موڑوں گا۔ آپ کوئی حکم یا ہدایت دینا چاہیں، تو اطلاع بخشیں۔

یہ خط لکھ کر بابان نے ایک قاصد کو دیا اور کہا کہ شاہ ہرقل کے پاس انطاکیہ میں لے جاؤ۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہوا، مگر بابان نے کھانا نہ کھایا۔ یہ خیر اس کے لشکر میں فی الفور پھیل گئی کہ شاہ بابان نے آج کھانا نہیں کھایا۔ اسی وقت اس کے ماتحت سردار اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”آپ کیوں اتنا غم کرتے ہیں؟ لڑائی کا حال ایسا ہی ہوتا ہے، کبھی اوجھر، کبھی اوجھر۔ خدا نہ کرے، ہم نے ابھی شکست تو نہیں کھائی۔ صرف دو مقابلے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں اہل عرب غالب رہے، تو کل ہم ان پر غالب آجائیں گے۔ بات ہی کیا ہے؟ لشکر ہمارا جوں کا توں ہے۔ کب تک اہل عرب ہمارے مقابلے پر اڑے رہیں گے؟ آخر کار ان کو شکست ہوگی اور ہم فتح حاصل کریں گے۔“

بابان نے کہا: ”میں نے آج لڑائی کا ڈھنگ دیکھا ہے۔ ہمارے آدمیوں سے کچھ نہ ہو سکا۔ وہ خوف زدہ تھے اور آگے بڑھنے سے ڈرتے تھے۔ ایسی بے دل فوج کے ساتھ کامیابی کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ میرا ارادہ ہے کہ میں چند روز لڑائی بند رکھوں۔“

جرجیر نے کہا: ”آپ لڑائی بند نہ کریں۔ اس میں ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اگر آپ تمام لشکر کو مقابلے کا حکم نہیں دیتے، تو ہمیں حکم دیں کہ باری باری مقابلے پر جائیں۔ ہمارے ماتحت ایک ایک لاکھ سپاہی ہیں۔ ایک

دن میں جاؤں گا۔ دوسرے دن قناییر، تیسرے دن قوریر، چوتھے دن دریحان
 اسی طرح ہم باری باری مقابلے پر جائیں گے۔ ہمارے لشکر کو بھی آرام ملتا رہے گا
 اہل عرب کی تعداد گھٹتی جائے گی۔ چالیس ہزار سپاہیوں سے وہ کب تک چھ
 لاکھ کا مقابلہ کرتے ہیں گے؟ مجھے تو امید ہے کہ دو تین ہی دن میں ان
 کا کام تمام ہو جائے گا۔" باہان نے کہا: "میں نے عربوں کو دیکھ لیا اور ان
 کی لڑائی کا ڈھنگ اچھی طرح جانچ لیا۔ میرا یہی ارادہ ہے کہ میں چند روز لڑائی
 بند رکھوں۔ میں نے شاہ ہرقل کو بھی خط لکھ دیا ہے۔ تم چند روز صبر کرو اور
 لشکر کو آرام کرنے دو۔ پھر جب مناسب وقت آئے گا، میں خود لڑائی میں
 جاؤں گا۔" یہ جواب سن کر چاروں سردار اپنا سامنہ لے کر واپس چلے گئے اور
 دل میں حیران تھے کہ باہان پر عربوں کا خوف اس قدر کیوں غالب ہو گیا ہے
 ادھر لشکر اسلام نے نمازیں ادا کیں اور رات آرام سے بسر کی جب صبح
 ہوئی تو نماز سے فارغ ہو کر ابو عبیدہؓ لشکر کو آراستہ کر کے میدان میں نکلے، مگر
 رومیوں کی طرف سے کوئی سامنے نہ آیا۔ ابو عبیدہؓ نے متحیر ہو کر جاسوس دشمن
 کے کیمپ میں روانہ کیئے۔ وہ خبر لائے کہ باہان نے شاہ ہرقل کو خط لکھا ہے
 اور اس کے جواب کا منتظر ہے۔ جب تک جواب نہ آئے گا، اس وقت تک
 لڑائی بند رہے گی۔ خالد بن ولید نے کہا: "اے ابن الاقتاب! رومیوں کے
 دلوں پر ہماری دہشت چھا گئی ہے اور خوف کی وجہ سے وہ میدان میں نہیں
 نکلتے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ لشکر لے کر ان کے کیمپ پر حملہ کر دوں تاکہ اللہ
 تعالیٰ یہ مشکل آسان کر دے۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "اے اباسلیمان! جلدی

نہ کرو۔ جلدی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوا کرتا۔ چلو، ہم بھی واپس چلیں اور جب تک
 رومی میدان میں نہ نکلیں، ہم بھی اپنے کیمپ میں آرام کریں۔ خالد بن ولید
 نے کہا: "اسے امین الامت! دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ دینا چاہیے۔ اس وقت
 وہ بدحواس ہو رہے ہیں۔ یقیناً ہم کو فتح ہوگی۔" مگر ابو عبیدہ نے خالد بن ولید
 کی اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور لشکر کو واپسی کا حکم دے دیا۔ خالد اب کیا
 کر سکتے تھے؟ اپنے سپہ سالار کی حکم عدولی ان سے ہو نہیں سکتی تھی۔
 ناچار وہ بھی افسوس کرتے ہوئے لشکر کے ہمراہ کیمپ میں واپس چلے گئے۔
 سات دن تک لڑائی بند رہی اور کوئی فریق میدان میں نہ نکلا۔ اس عرصے
 میں سات ہزار جوان، جو خلیفہ ثانی نے مکہ کے لیے ارسال کیے تھے،
 پہنچ گئے۔ ابو عبیدہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، کیونکہ ان میں اکثر
 مشہور تیغ زن اور نامی جنگجو تھے۔ لشکر اسلام کو ان سے بڑی تقویت پہنچی
 اور خلیفہ ثانی کی ہمدردی کے لشکر گزار ہوئے۔ جب باہان نے چھ دن
 اہل عرب کو میدان میں نہ نکلتے نہ دیکھا، تو اس نے بنی عسنان میں سے دو
 تین آدمیوں کو جاسوسی کے لیے لشکر اسلام میں بھیج دیا۔ وہ ایک دن اور
 ایک رات لشکر اسلام میں نامعلوم طور پر رہے۔ واپس جا کر انہوں نے
 باہان کو یہ اطلاع دی کہ لشکر اسلام عیش کی نیند سوتا ہے اور مزے سے
 اٹھتا ہے۔ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، کھانے پکاتے
 ہیں اور کھاتے ہیں، خوش و خرم ہیں۔ وہ میدان میں لڑنے کے لیے کبھی
 نہ نکلیں گے جب تک رومی لشکر میدان میں نہ جائے۔ باہان نے یہ

خبر سن کر ایک تدبیر سوچی اور اپنے ماتحت سرداروں کو بلا کر کہا: لشکر اسلام میدان میں نہیں آئے گا جب تک کہ ہم میدان میں نہ نکلیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم آج رات کو لشکر آراستہ کریں اور سورج نکلنے سے پیشتر اسلامی کمپ پر حملہ کر دیں۔ اہل اسلام میدان میں آنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ ہم اچانک ان پر جا پڑیں گے اور ان کو تہ تیغ کر دیں گے۔ سب نے یہ تجویز پسند کی۔ دن بھر تو وہ چپ چاپ رہے۔ جب رات ہو گئی، تو باہان نے لشکر آراستہ کیا اور رات بھر صفیں درست کرتا رہا۔ جب لشکر پورے طور پر آراستہ ہو گیا اور ماتحت سرداروں کو پوری ہدایت دی جا چکی، تو صبح ہونے سے پیشتر لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اہل اسلام رات بھر مزے سے سوتے رہے۔ انہیں کچھ علم نہ تھا کہ دشمن کے لشکر میں کیا ہلچل مچی رہی ہے۔ وہ حسب دستور علی الصبح اٹھے اور نماز کے لیے جمع ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئے، تو ان کے سپاہی، جو پہرے پر میدان جنگ میں متعین تھے، بدحواس دوڑے ہوئے پہنچے اور اطلاع دی کہ دشمن کا لشکر آراستہ ہو کر حملے کے لیے آ رہا ہے۔ ابو عبیدہ یہ سن کر فکر مند ہوئے اور کہنے لگے: ”باہان نے ہمارے ساتھ فریب کیا اور ہم پر اچانک حملہ کر دیا۔ ہم بالکل تیار نہیں اور ہمارا لشکر متفرق پڑا ہے۔ جب تک ہم لشکر آراستہ کریں، تب تک رومی ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اسے ابا سلیمان! کیا تدبیر کرنی چاہیے؟“ خالد بن ولید نے کہا: ”آپ نے اس وقت میری صلاح پر

عمل نہ کیا اور دشمن کی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اب دشمن نے ہماری عقلمندی سے فائدہ اٹھالیا اور اچانک ہم پر حملہ آور ہو گیا۔ اور تدبیر کیا ہو سکتی ہے؟ پانچ سو سواروں کو جلد تیاری کا حکم دیکھتے، میں انہیں لے کر میدان میں جاتا ہوں۔ رومی لشکر کو میدان میں روکنے کی کوشش کروں گا۔ آپ اتنے میں صفیں درست کر لیں اور آراستہ ہو کر میرے پیچھے میدان میں آ جائیں۔ یہ خبر بجلی کی طرح اسلامی کیمپ میں پھیل گئی اور پانسو سوار جلد جلد مسلح ہو کر خالد بن ولید کی سرکردگی میں میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ زبیر بن عوام، مرقال بن ہاشم، عبدالرحمن بن ابی بکر، فضل بن عباس، یزید بن ابی سفیان، ریحہ بن عامر، عیسہ بن مسروق، قیس بن ہبیرہ، ضرار بن ازورہ، مقداد بن اسود، ابوذر غفاری، عمرو بن معدی کرب، عمار بن یاسر، رافع بن عمیر، شریک بن حسنہ اور دیگر شجاعان اسلام اس دستے میں شامل تھے۔ ان کی روانگی کے بعد ابو عبیدہ نے لشکر کو ترتیب دی اور چونکہ نامی سردار خالد بن ولید کے ہمراہ چلے گئے تھے، اس لیے ان کے نائبوں کو ان کی جگہ مہینے بھرے پر مقرر کیا۔ جب یہ پانسو سوار پوش سوار نیرے تانے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے، تو رومی لشکر اپنے قدموں پر پھیر گیا اور باہان کا مطلب پورا نہ ہوا۔ فریقین میں سے کسی نے ایک دوسرے پر حملہ نہ کیا اور خالد بن ولید کا یہ عین منشا تھا کہ جب تک اسلامی لشکر میدان میں نہ پہنچ جائے، لڑائی شروع نہ ہو۔ اتنے میں ابو عبیدہ لشکر لے کر میدان میں پہنچ گئے اور خالد بن ولید

سے جا ملے۔ سب سردار اپنی اپنی جگہوں پر آگئے، پیدل فوج پر شریحیل بن حسنہ
 میمنے پر زید بن ابی سفیان، میسرے پر قیس بن ہبیرہ، قلب میں خود ابو عبیدہ
 بن جراح اور لشکر زحف پر خالد بن ولید اپنے اپنے نشان لے کر کھڑے ہو
 گئے۔ باہان نے اپنا لشکر اس طرح ترتیب دیا تھا کہ قناطیر معہ اپنے دستہ
 فوج کے میمنے پر، قوریہ اور جریر قلب میں، جبہ بن ایہم سب سے آگے اور
 خود باہان ایک بلند مقام پر چڑھ گیا، جہاں اس کے بیٹے ایک شامیانہ کھڑا
 کیا گیا تھا۔ اس شامیانے کے ارد گرد دو ہزار جنگجو بطور باڑی گاڑ ڈھکے بیٹھے
 گئے۔ ابو عبیدہ نے اپنے تمام سرداروں کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں
 اور لڑائی میں صبر و ثابت قدمی سے کام لیں، کیونکہ صبر سے نجات ملتی ہے
 اور بلائیں دور ہوتی ہیں۔ خالد بن ولید نے دشمن کی ترتیب کو خوب غور سے
 دیکھا اور انہیں معلوم ہوا کہ باہان نے لشکر کو نہایت قابلیت کے ساتھ
 کھڑا کیا ہے اور تیس ہزار سپاہیوں کو گروہ گروہ کر کے زنجیروں سے جکڑ دیا
 ہے تاکہ ان میں سے کوئی سپاہی خوف زدہ ہو کر بھاگ نہ سکے، خواہ وہ
 میدان جنگ میں کٹ ہی جائیں۔ خالد نے دشمن کا یہ عزم دیکھ کر ابو عبیدہ
 سے کہا: "آج لڑائی سخت ہوگی، کیونکہ رومیوں نے مرنے مارنے کی کھان
 لی ہے اور ایک دوسرے کو زنجیروں سے گانٹھ دیا ہے۔ میری یہ رائے ہے
 کہ آپ اپنی جگہ سعید بن زید کو کھڑا کریں اور آپ دو تین سو سواروں کی
 جمعیت سے لشکر کی پشت پر جا بیٹھیں تاکہ اگر اہل اسلام رومیوں کے حملے
 کی تاب نہ لا کر پسپا ہونے لگیں، تو آپ کو دیکھ کر ان کو شرم و حیا دامن گیر

ہو اور وہ ثابت قدمی کے ساتھ مقابلے پر اڑے رہیں۔ ابو عبیدہؓ نے خالدؓ
 بن ولید کی رائے سے اتفاق کیا اور سعیدؓ بن زید کو جو عشرہ مبشرہ میں سے
 تھے، اپنی جگہ پر فوج کے قلب میں کھڑا کیا اور آپ تین سو سوار سمراہ لے کر
 لشکر کی پشت پر جا کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے قوم ازد میں سے ایک
 نوجوان نکل کر ابو عبیدہؓ کے پاس آیا اور کہا: مجھے اجازت دیجیے کہ میدان
 جنگ میں جا کر دل ٹھنڈا کروں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان نثار کے
 سعادت دارین حاصل کروں۔ اگر کوئی پیغام رسول خدا کی خدمت میں
 بھیجنا ہو، تو مجھ سے کہہ دیجیے۔ ابو عبیدہؓ یہ بات سن کر رقت سے آبدیدہ
 ہو گئے اور کہنے لگے: "میرے بھائی! اللہ تعالیٰ تمہاری مراد پوری کرے۔"
 جب رسول خدا کی خدمت میں پہنچا، تو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ حضور نے
 جو وعدے ہم سے کیئے تھے، ہم نے برحق پائے۔ یہ پیغام لے کر ازدی جوش
 بھرے دل کے ساتھ میدان میں نکلا اور حریف طلب کیا۔ فی الفور ایک رومی
 پہلوان اس کے مقابل ہوا۔ ازدی نے گھوڑے کو چکر دے کر بڑے زور کے
 ساتھ رومی پر نیزے کا وار کیا اور اس کو گھائل کر کے زمین پر گرا دیا۔ اس
 کے بعد دوسرا آدمی نکلا۔ اس کو بھی قتل کیا۔ پھر تیسرا نکلا، وہ بھی ازدی کے
 ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر چوتھا نکلا، وہ بھی قتل ہوا۔ آخر پانچویں رومی پہلوان
 نے ازدی کو شہید کیا۔ قوم ازد نے جب اپنے پہلوان کو شہید ہوتے دیکھا،
 تو غصہ کھا کر آگے بڑھے۔ قوم مذہج، حمیر اور زبید نے بھی ان کا ساتھ دیا اور
 رومی مہینے کی اگلی صف بڑھی اور مقابلہ شروع ہوا۔ اسلامی میسرے نے بڑی

سختی سے دومی صف کا مقابلہ کیا۔ رومی سپاہیوں نے لگے تھے کہ رومی مہینے کی دوسری صف نے حملہ کر دیا۔ پھر بھی اہل عرب نے ان کو دبائے رکھا اور قتل کا بازار گرم کیا۔ اتنے میں رومی مہینے کی تیسری صف ان پر ٹوٹ پڑی اور اہل عرب کو سخت تنگ کیا۔ قوم زبید مقابلے کی تاب نہ لا کر سپاہیوں نے لگی، مگر قوم ازد بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑتی رہی۔ عمرو بن معدی کرب نے جو اپنی قوم زبید کو بھیجے بیٹھے دیکھا تو پکار کر کہا: "اے آل زبید! کہاں جاتے ہو؟ تم عزت و ناموری کو چھوڑ کر ذلت اور تنگ کی طرف جا رہے ہو! تم بہشت کو چھوڑ کر آگ کی طرف جا رہے ہو! یہ کیا نامروی ہے؟ تم جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کا اجر دینے والا اور بے صبروں پر غضب نازل کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چھوڑ کر تم کیوں اس کا غضب اپنے سر پر لیتے ہو؟ آؤ، کچھ حیا کرو اور میدان جنگ میں کٹ کر جاؤ۔" قوم زبید اپنے سردار کا کلام سنتے ہی انہیں قدموں پر مٹھیر گئی اور غیرت کھا کر پھر رومیوں پر حملہ آور ہوئی۔ دیگر قویں بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑ رہی تھیں۔ ان کی آمد پر سب جوش میں آ گئیں۔ اس وقت ابو ہریرہ نے صح اپنی قوم اوس کے ان کی لدا کی اور ہمت اور زور سے اقوام عرب نے وہ تلوار چلائی کہ رومیوں کے منہ پھیر دیے اور ان کو پیچھے ہٹا دیا۔ قوم ازد نے بڑی جواں مردی دکھائی، اور سب سے زیادہ اسی قوم کے سپاہی کلام آئے۔ یہ حال تو رومی مہینے اور اسلامی میرے کا ہوا۔ ادھر رومی میرے نے اسلامی مہینے پر اس شدت کے

ساتھ حملہ کیا کہ اسلامی مہینے کے سردار اور علم بردار مع چند بہادروں کے تو میدان میں کھڑے رہ گئے اور باقی لشکری بھاگ نکلے۔ رومی ان کو دہاتے ہوئے وہاں تک لے گئے، جہاں عورتوں کا کیمپ تھا۔ ابوسفیان بھی ان بھاگنے والوں میں تھے۔ جب عورتوں نے مسلمانوں کو پسپا ہوتے دیکھا، تو اٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے مردوں کے منہ پر پتھر مارنے اور شرم دلانے لگیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہند نے بڑھ کر ابوسفیان کے گھوڑے پر ایک ضرب رسید کی اور کہا: "تم کو شرم نہیں آتی کہ ایام جاہلیت میں اس قدر بہادر تھے اور اب اسلام لا کر نامرد ہو گئے۔ اگر تم مردوں سے لڑائی نہیں ہو سکتی، تو عورتوں کا لباس پہن کر گھر میں بیٹھو، ہم تمہاری جگہ لڑتے ہیں۔" ابوسفیان سخت ناوم ہوئے اور پکار کر کہا: "اے مسلمانو! اپنی عورتوں کی طعن و تشنیع سننے سے رومیوں کی تلوار سے گھائل ہونا اچھا۔ عورتوں کی زبان رومی تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اس کا زخم زیادہ گہرا ہے۔" چار طرف سے بھاگنے والوں پر پتھر کی بارش ہوئی۔ انہوں نے پھر میدان کی طرف رخ کیا، مگر رومی ان میں گھس گئے تھے۔ عورتیں تلواریں کھینچ کھینچ کر نیچے اتر آئیں اور مردوں کے دوش بدوش و شمنوں نے لڑنے لگیں۔ خولہ بنت اذور اور دیگر عورتوں نے وہ تلوار چلائی کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ خولہ اور چند دیگر عورتیں زخمی ہو گئیں، مگر پھر بھی مقابلہ نہ چھوڑا۔ یہ حالت دیکھ کر بھاگنے والوں کو اس قدر جوش آ گیا کہ فوق العادت ہمت سے لڑنے لگے۔ اب رومی قدم بقدم پیچھے ہٹنے لگے۔ اتنے میں ایک رومی صف ان میں آئی اور اسلامی

میں نے پھر شکست کھائی۔ عورتوں نے پھر ان کو سپا کیا۔ تیسری مرتبہ پھر میدان چھوڑ کر بھاگے، مگر عورتوں نے پھر ان کو روکا۔ اور ان کی اداؤں کے لیے تیغ بکف پھر ان کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ رومی بتدریج بیٹے آتے تھے کہ خالد بن ولید مع اپنے فیروز مند لشکر کے اسلامی میں نے اداؤں کو اپنے اور یہ دیکھ کر متعجب ہوئے کہ عرب عورتیں بھی رومیوں کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ ایک عورت ذریعہ بن حرث نے خالدؓ سے کہا: "اے ابن ولید! کیا تم نے مسلمانوں کو بھاگنا سکھایا ہے؟" خالدؓ نے کہا: "میں تو بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" اس پر اس عورت نے کہا: "لعتت ہو اس سپاہی پر جو اپنے سردار کو لڑتے دیکھے اور میدان سے بھاگ نکلے۔" خالدؓ بن ولید پہلے ہی جوش سے بھرے ہوئے تھے، اب عرب عورتوں کو لڑتے دیکھ کر غیرت سے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ انھوں نے اپنے ہمراہیوں کو جوش دلایا اور اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ رومی بدحواس ہو کر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور اپنے لشکر میں جا لے۔ خالدؓ بن ولید موت کے فرشتے کی طرح ان کے ساتھ اُلجھے رہے اور ان کو مارتے مارتے دریا تک جا پہنچے۔ ضرار بن ازور نے جو دریا کو دیکھا، تو بجلی کی طرح کوند کو اس پر نیزے کا وار کیا۔ دریا سنہلنے نہ پایا تھا کہ ضرار کا نیزہ اس کے جگر کے پار ہو گیا اور وہ گھائل ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب خالد بن ولید رومی میسرے کا مقابلہ کر رہے تھے، تو جریر نے قوریر سے کہا کہ چلو، ہم اسلامی قلب پر حملہ کریں۔ قوریر نے کہا: "پہلے تم اپنے دستے کو لے کر حملہ کرو۔ پھر میں تمہاری اداؤں کو پہنچوں گا۔" جریر نے کہا:

”ہم تم برابر کے سردار ہیں۔ تم کو یہ حق حاصل نہیں کہ تم مجھے لڑائی کا حکم دو اور آپ یہاں کھڑے رہو۔“ قدیر نے کہا: ”میرا رتبہ تم سے زیادہ ہے اور میں تم پر حکم چلا سکتا ہوں۔“ یہ سن کر جریر طیش میں آیا اور اس نے کہا: ”اچھا! میں یہ معاملہ باہان کے سامنے پیش کروں گا۔ مگر میں اپنا فرض ادا کیے دیتا ہوں۔ تم جانو تمہارا کام۔“ اس پر جریر نے اپنے دستے کو بڑھنے کا حکم دیا اور زنجیروں والے سپاہی بھی آگے بڑھے۔ مقابلہ شروع ہوا۔ اسلامی قلب میں حمیدہ اور نامور بہادر کھڑے تھے۔ انھوں نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ پھر بھی روحی برابر بڑھے چلے آ رہے تھے۔ کوئی شبہ نہیں کہ اگر ابو عبیدہ لشکر کے پیچھے نہ ہوتے تو اسلامی کمپ کے بھی پاؤں اکھڑ جاتے، مگر ابو عبیدہ سے جیا اور شرم کے مارے وہ میدان میں اڑے رہے۔ اتنے میں خالد بن ولید رومی میسرے کو ہٹا کر اور دریمان کو قتل کر کے اپنے قلب کی امداد کو آہنیچے۔ زنجیروں والے کٹ کٹ کر گرنے لگے اور رومی بتدریج ہٹتے ہٹتے اپنے لشکر میں جا ملے۔

اس لڑائی میں تین دفعہ لشکر اسلام نے ہزیمت کھائی اور ہر دفعہ عورتوں کے جرات دلانے سے واپس پھر کر رومیوں پر فتح حاصل کی۔

۱۔ لشکر اسلام کے پیچھے آخری صف میں عرب عورتیں فرار کی بہن کی سرکردگی میں مستعد کھڑی تھیں۔ یہ عورتیں تیرکمان اور تیزہ بازی میں بڑی مشاق تھیں۔ انھوں نے بڑی جوان بروی اور جانبازی

اب تھوڑی دیر کے لیے لڑائی بند رہی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

جب باہان نے دیکھا کہ رومی لشکر کو اہل عرب نے تین مقام پر کیڑے مکوڑوں کی طرح روند ڈالا اور دریاں کو قتل کر ڈالا، تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور اپنے لشکریوں کو سخت لعنت ملامت کی۔ اس پر ایک رومی پہلوان غصہ کھا کر میدان میں نکلا اور خریف طلب کیا۔ اس کے مقابلے پر لشکر اسلام سے قوم ازو کا ایک پہلوان نکلا۔ رومی نے اس کو لختہ بھر میں شہید کر ڈالا۔ پھر معاذ بن جبل نے میدان میں جانے کا ارادہ کیا۔ ان کو ابو عبیدہ نے روک لیا اور کہا: "اے معاذ! تم اپنا نشان لیے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے رہو، معاذ ٹھیر گئے اور انہوں نے آکر کہا: "میری قوم سے کون شہسوار میری جگہ میدان جنگ میں جائے گا، کیونکہ مجھے سپہ سالار نے روک دیا، اس پر معاذ کے نوجوان بیٹے عبدالرحمن ان کے پاس آئے اور کہنے لگے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶) کے ساتھ اپنے آپ کو قید سے بچایا تھا اور اپنی عنایت و عصمت کو رومی اوباشوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا تھا یہ اشارہ اس واقعے کی طرف ہے جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے) تین مرتبہ لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا، مگر تینوں دفعہ عرب عورتوں نے ان کو میدان کی طرف پھیرا اور ان کے ہمراہ میدان میں رومیوں سے لڑتی رہیں (مؤرخوں کی تاریخ عالم، جلد ۸، صفحہ ۱۵۶)

"اجازت ہو، تو میں اس رومی کے مقابلے پر جاؤں" معاذ نے کہا: "جاؤ،
 بیٹا! اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جاں نثار کرو" عبد الرحمن بن معاذ رومی
 پہلوان پر حملہ آور ہوئے اور بڑے زور سے رومی پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار
 اس کی ڈھال کاٹ کر خود پر پڑی، مگر کارگر نہ ہوئی۔ رومی نے موقع پا کر
 عبد الرحمن کے شانے پر تلوار ماری اور عبد الرحمن کو زخمی کر دیا۔ عبد الرحمن
 زخمی ہو کر واپس آگئے۔ اس پر رومی نے فخریہ طور پر میدان میں گھوڑے
 کو چکرو دیے اور فوراً اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا، مگر قوم اذونے اس کو پسپا
 کر دیا۔ رومی پھر میدان میں آکر لکارنے لگا۔ ابو عبیدہ نے کہا: "کون
 جوان اس کے مقابلے پر جائے گا اور اس کا غرور توڑے گا؟" عامر بن طفیل
 یہ سن کر میدان میں نکلے اور برق کی طرح رومی پہلوان پر حملہ آور ہوئے۔
 رومی بھی سنبھل کر مقابل ہوا۔ عامر بن طفیل نے رومی پر نیزے کا وار
 کیا، مگر نیزہ ٹوٹ گیا۔ عامر نے نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ رومی نے عامر پر ایک
 وار کیا اور عامر نے ڈھال پر سنبھالا۔ وار سنبھالتے ہی عامر نے رومی پر
 تلوار کا وار کیا۔ تلوار رومی کے شانے پر پڑی اور زہ کاٹ کر اس کی
 اتر لیں تک اتر گئی۔ رومی مردہ ہو کر اوندھا جا پڑا اور لشکر اسلام میں
 اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ عامر بن طفیل نے میدان میں گھوڑے کو چکر دیا
 اور پکار کر کہا: "رومی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اقوام عرب یعنی بنی عثمان
 میں سے کوئی مرد میرے مقابلے کو نکلے" اس پر خود جبکہ بن ایہم دہری
 زہ پہننے ہوئے مرتنا پا آہن میں غرق میدان میں نکلا اور عامر سے پوچھا:

”تم کس قبیلے سے ہو؟“ عامر نے کہا: ”میں قبیلہ اوس سے ہوں“ جبکہ نے کہا کہ تم میرے قرابتی ہو۔ بہتر ہو کہ تم میدان جنگ سے پھر جاؤ اور کسی اور کو میرے مقابلے کے لیے بھیجو۔ عامر نے پوچھا: ”تم کس قبیلے سے ہو؟“ جبکہ نے کہا: ”میں قوم غسان سے ہوں۔ میرا نام جبکہ ہے اور غسان کا بادشاہ ہوں“ عامر نے کہا: ”تو سنہیل جاؤ۔ میں وار کرتا ہوں“ جبکہ نے بھی تلوار اٹھائی۔ دونوں وار ایک ہی وقت پڑے۔ عامر کی تلوار نے جبکہ کی زرہ پر کچھ اثر نہ کیا، مگر جبکہ کی تلوار عامر کی زرہ کاٹ کر ان کی کمر تک اتر گئی اور عامر شہید ہو کر میدان میں گر گئے۔ یہ حال دیکھ کر عامر کے بیٹے جنذب اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے میدان میں نکلے اور جبکہ کے مقابل ہوئے۔ جبکہ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ جنذب نے کہا: ”میں عامر کا بیٹا ہوں، جنھیں تو نے شہید کیا ہے۔ میں تجھ سے اپنے باپ کا بدلہ لوں گا یا تیرے ہاتھ سے شہید ہوں گا“ جبکہ نے کہا: ”میں تجھ سے مقابلہ نہیں کرتا، تو ابھی نوجوان ہے، تو واپس چلا جا اور کسی نامی جنگجو کو میرے مقابلے پر بھیج“ جنذب نے کہا: ”ہم مسلمان میدان سے واپس نہیں جایا کرتے۔ میں تجھ کو مار ڈالوں گا یا آپ مارا جاؤں گا۔ یہ کہتے ہی جنذب نے جبکہ پر حملہ کیا۔ جبکہ نے بہ مشکل وہ وار روکيا اور پھر ہوشیار ہو کر لڑنے لگا۔ جنذب نے اس کے گرد چکر باندھ دیا اور بے دریغ وار کرنے لگے۔ اہل اسلام جنذب کی سبکدستی اور جاں بازی دیکھ کر خوش ہوئے اور ابو عبیدہ نے کہا: ”ایسے ہی لوگ اجر عظیم کے مستحق ہوتے ہیں، جو اللہ کی راہ میں اپنی جلن اس طرح بے دریغ قربان کرتے ہیں“۔ ادھر بنی غسان بھی

جندب کی پھرتی دیکھ کر گھبرائے اور چند سپاہی اس بات پر آمادہ ہوئے کہ اگر جبکہ پر مشکل آئے، تو اس کی امداد کو پہنچیں، مگر ابھی تک جبکہ احتیاط کے ساتھ جندب سے لڑ رہا تھا۔ آخر جندب نے بھنجا کر جبکہ پر ایک سخت وار کیا، جو جبکہ کے سر پر پڑا۔ اس کی ضرب سے جبکہ کا بدن تھرا گیا، مگر وار کرنے میں جندب جبکہ کے بہت قریب آگئے تھے۔ جبکہ نے موقع پا کر ایک ٹیڑھا ہاتھ جندب پر مارا، جس سے جندب دو ٹکڑے ہو کر شہید ہو گئے۔ جبکہ کی جان میں جان آئی اور جلد میدان سے واپس چلا گیا، کیونکہ جندب کے وار نے اس کے بدن میں بفسناہٹ پیدا کر دی تھی اور اب وہ زیادہ مقابلے کی تاب نہ رکھتا تھا۔

جب قوم اس نے اپنے وہ بہادر اور نامی شہسواروں کو شہید ہوتے دیکھا تو سخت جوش میں آئی اور میدان کی طرف بڑھی۔ قوم اذد نے بھی ان کا ساتھ دیا اور خالد بن ولید بھی، جن کو عامر اور جندب کی شہادت سے سخت صدمہ پہنچا تھا، مع اپنے لشکر کے ان کے ہمراہ ہوئے۔ سب نے بل کر بنو غنسان پر حملہ کیا اور ان کو تیر تیر کرنا شروع کیا۔ بنو غنسان کا علمبردار قتل ہوا اور علم اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ بنو غنسان علم لینے کے لئے بڑھے۔ ادھر اہل عرب نے علم پر ہاتھ بڑھایا۔ وہاں سخت لڑائی ہوئی اور بنو غنسان تاب نہ لاکر پسپا ہوئے۔ آفتاب اب غروب ہونے کے قریب تھا، اور دونوں لشکر لڑتے لڑتے تھک گئے تھے۔ اس لیے ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے کیمپ میں چلے گئے۔

اوکلے نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۰۳ میں جنگ یرموک کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رومی حاکم اور افسر اپنی رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے۔ جنس کا ایک امیر بغرض میران دنوں یرموک کی صحت بخش ہوا کا فائدہ اٹھانے کے لیے یرموک کے ایک گاؤں میں مع اہل و عیال سکونت پذیر تھا۔ جب رومی لشکر یرموک پہنچا، تو وہ امیر رومی افسروں کی خاطر تواضع کرتا تھا، جو کبھی کبھی اس طرف جانتے تھے۔ ایک رات رومی افسروں نے امیر سے کہا: "اپنی بیوی ہمارے حوالے کر دو"۔ امیر نے انکار کر دیا۔ رومی افسروں نے زبردستی اس کی بیوی کو پکڑ لیا اور تمام رات اس کو بے عزت کرتے رہے۔ اس کا ایک لڑکا مزارحم ہوا۔ ایک رومی نے اس کا سر کاٹ کر الگ کر دیا۔ وہ عورت صبح اپنے بیٹے کا سر لے کر روتی ہوئی باہان کے پاس گئی اور کل کیفیت سنا کر داد کی خواہاں ہوئی۔ باہان اس پر سخت خفا ہوا اور اپنے سامنے سے نکلوا دیا۔

(اوکلے: ہسٹری آف سارا سنز: صفحہ ۲۰۳)

۳۳۔ جنگ یروشک کا چوتھا دن

دوسری صبح کو دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ سب سے پہلے رومیوں میں سے ایک سردار نے دس ہزار جوان کے ساتھ اہل اسلام کے مینے پر حملہ کیا، جہاں عمرو بن عاص علم بریئے کھڑے تھے۔ رومیوں نے اہل اسلام کو پہلے تو حملے کی شدت سے پیچھے ہٹا دیا، مگر پھر عمرو بن عاص اور ان کے ہمراہی جم کر لڑنے لگے۔ حتیٰ کہ رومیوں کو پسپا کر دیا۔ دوسری طرف جر حیر نے تیس ہزار جوانوں کے ساتھ شرییل بن حسنہ کے دستے پر حملہ کیا۔ تھوڑی دیر تو شرییل بن حسنہ کے ہمراہی جم کر لڑتے رہے، مگر پھر آہستہ آہستہ میدان چھوڑنے لگے، یہاں تک کہ شرییل بن حسنہ کے ساتھ صرف پانسوا آدمی رہ گئے، مگر وہ بڑی جان بازی کے ساتھ لڑتے رہے اور رومیوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ شرییل کے ہمراہی، جو میدان چھوڑ گئے تھے، اپنے سردار کو برابر لڑتے دیکھ کر غیرت کھا کر پھر واپس آئے۔ شرییل نے ان کو سرزنش کی کہ تم رومیوں کے مقابلے سے کیوں بھاگ گئے تھے؟ کیا بہشت چھوڑ کر دوزخ میں گرنے گئے تھے؟ انھوں نے کہا: ہم نے لغزش کھائی، ہمیں معاف کیجئے۔ پھر سرگرمی کے ساتھ لڑنے لگے، اور تھوڑی دیر میں رومیوں کو پسپا کر دیا۔

جب خالد بن ولید نے رومیوں کو پہلے حملے میں ناکام دیکھا، تو انہوں نے فی الفور لشکرِ زحف کے ساتھ رومیوں کے مہمے پر حملہ کیا۔ دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے رومیوں کے عیسرے پر یورش کی۔ دونوں نے رومیوں کو ایسا دبا دیا کہ ان کو ہٹاتے ہٹاتے باہان کے شامیانے تک لے گئے۔ باہان یہ حال دیکھ کر گھبرایا اور تیر اندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ قوم امن نے، جو تیر اندازی میں ماہر تھی، ایک دم تیر چھوڑ دیے اور اہل عرب تیروں کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے بعد دونوں لشکر تھوڑی دیر کے لیے اپنی اپنی جگہ دم لینے لگے۔ اتنے میں رومی لشکر میں سے بڑے قد و قامت اور بھاری ڈیل ڈول کا ایک پہلوان نکلا اور میدان میں آ کر حریف طلب کرنے لگا۔ ابو عبیدہ نے اسے دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا: "اس پہلوان کا قد و قامت دیکھ کر اپنے دل میں خوف نہ لاؤ، کیونکہ بہت آدمی بڑے جسیم ہوتے ہیں، مگر ان کا دل کمزور ہوتا ہے، کون ہے، جو اس کے مقابلے پر جائے؟" فی الفور ذوالکلاح حمیری میدان میں نکل کر اس کے مقابل ہوئے۔ پہلے تو نیزہ بازی شروع ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے، مگر کوئی غالب نہ ہوا۔ آخر تھک کر جدا ہو گئے اور دم لینے لگے۔ دونوں نے نیزے ہاتھ سے پھینک دیئے اور تلواریں کھینچ کر ایک ہی وقت ہاتھ اٹھائے اور دونوں وار بیک وقت ایک دوسرے پر پڑے۔ ذوالکلاح کا وار بیکار ثابت ہوا، مگر رومی کا وار کارگر ہوا اور ذوالکلاح کا بازو زخمی ہو گیا۔ ذوالکلاح گھوڑے کا رخ پھیر کر فی الفور

اپنی قوم میں آگئے۔ اُن کا زخم، جس سے بڑا خون بہ رہا تھا، دھو کر باندھا گیا۔ ذوالکلاح نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا: کیا قوم حمیر میں سوائے ان کے سردار کے کوئی اور جوان نہیں، جو اس رومی پہلوان کا مقابلہ کرتے اُس وقت قوم حمیر کے ایک ذرہ پوش جوان بجلی کی طرح میدان میں پہنچے اور جاتے ہی رومی پہلوان پر نیزے کا اس زود کے ساتھ وار کیا کہ نیزہ اس کی پشت کے پار ہو گیا۔ پھر دوسرا رومی پہلوان حمیری کے مقابل ہوا۔ اس کو بھی حمیری نے قتل کیا۔ پھر تیسرا نکلا۔ اس کا بھی کام تمام کیا۔ اس کے بعد چوتھا پہلوان لشکرِ روم سے نکلا۔ اُس نے انھیں شہید کر دیا۔ فوراً قوم حمیر کے ایک پہلوان نے آگے بڑھ کر ایسا تانک کر تیر چلایا کہ رومی پہلوان کے سینے پر بٹھیا اور وہ اپنے مقتول کے پاس ہی گھائل ہو کر گر پڑا۔ لشکرِ اسلام کی طرف سے تکبیر اور خوشی کے نعرے بلند ہوئے اور رومیوں کی چھینیں نکل گئیں، کیونکہ یہ رومی پہلوان ان میں بڑا نامی اور ذیِ مرتبہ تھا۔ کچھ دیر تو رومیوں پر سکتے کا عالم طاری رہا۔ آخر جرأت کر کے ایک بڑا سردار رومیوں کی طرف سے میدان میں نکلا اور اُس نے کہا: "میں اپنی قوم میں ایک سردار ہوں۔ میرے مقابلے پر اہل عرب سے کوئی نامی سردار آئے۔" اس پر شمر بن جہیل بن حسنہ کاتبِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نشان ہاتھ میں لیے مقابلے پر نکلے۔ ابو عبیدہ نے ان سے کہا: "بھیا! اگر مقابلے پر جاتے ہو تو نشان دیتے جاؤ تاکہ لڑائی میں تکلیف نہ ہو۔" شمر بن جہیل نے نشان ایک شخص کے حوالے کیا اور میدان میں

رومی سردار کے مقابل ہوئے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں نے ایسے کرتب دکھائے کہ ہر دو لشکر بے اختیار "واہ واہ" اور "شاباش" پکار اُٹھے۔ شریحیل نے دیکھا کہ رومی پہلوان کسی طرح اُن کے قابو میں نہیں آتا۔ انھوں نے گھوڑے کا زرخ اپنے لشکر کی طرف کر لیا۔ رومی سمجھا، بھاگے جاتے ہیں۔ اس نے تعاقب کیا۔ تھوڑی دُور جا کر شریحیل نے پھر حملہ کیا۔ رومی نے گھوڑا ادا کر دیا اور خالی دیا اور کہنے لگا: تم لوگوں کو لڑائی کی ترکیبیں خوب آتی ہیں اور میدان میں خوب داؤ کھیلتے ہو، مگر تمہارے داؤ نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ پھر پے در پے ایک دوسرے پر وار کرنے لگے حتیٰ کہ دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ رومی بڑا موٹا تازہ تھا اور شریحیل روزے رکھنے اور شب بیداری کے باعث لاغر اور نحیف البدن ہو رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو زور سے دبانے لگے۔ خزار نے دیکھا کہ رومی پہلوان شریحیل پر غالب آجائے گا، تو وہ برداشت نہ کر سکے کہ رومی پہلوان رسول اللہ کے کاتب کو شہید کر دے۔ معاً گھوڑا دوڑا کر میدان میں پہنچے۔ رومی پہلوان نے در حقیقت شریحیل بن حسنہ کو سست کر دیا تھا اور قریب تھا کہ وہ اپنی گھوڑے کی زین سے اٹھا کر زمین پر دے پٹکے کہ خزار نے اس کو زور سے لگا کر رومی شریحیل کو چھوڑ کر خزار کی طرف جھکا۔ خزار نے ہشیدستی کر کے اس زور سے خنجر کا وار کیا کہ رومی دو ٹکڑے ہو گیا۔ لشکر اسلام نے خوشی کا نعرہ بلند کیا اور رومی سخت آزرہ خاطر ہوئے۔ خزار اور شریحیل لشکر میں واپس چلے گئے۔ رومی لشکر سے اور نامی

سرزمین کھلم میدان میں نکلا۔ زبیر بن عوام اس کے مقابل ہوئے اور قتل کر دیا پھر دوسرا رومی نکلا، اس کو بھی قتل کیا۔ اسی طرح پے درپے چار رومی سردار زبیر کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اس پر خالد بن ولید نے ابو عبیدہ سے کہا: زبیر نے حیرت انگیز کام کیا ہے اور سخت جنگ کی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اب تھک گئے ہوں گے۔ آپ میدان سے بلا لیں، ورنہ وہ خود کبھی نہیں آئیں گے۔ ابو عبیدہ نے زبیر کو واپس آنے کا حکم دیا اور زبیر لشکر میں آئے۔ پھر ایک اور رومی پہلوان، جو بڑا ذی رتبہ تھا، میدان میں نکلا۔ خالد بن ولید اس کے مقابل ہوئے۔ اور دم بھر اس کو گھاتل کر کے گرا دیا۔ جب بابان نے اپنے نامی سردار پے درپے قتل ہوتے دیکھے، تو بڑا ختمتاک ہوا اور کہا: اہل عرب سیزے اور تلوار کی لڑائی میں مغلوب نہیں ہوتے۔ ان پر حملہ کرنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ تیر انداز آگے بڑھیں اور مناسب فاصلے پر پھیر کر تیر چلائیں۔ اس پر ایک لاکھ تیر انداز آگے بڑھے اور ایک دم تیر چھوڑ دیے۔ اہل اسلام کو بڑا نقصان پہنچا۔ سات سو مسلمان تو یک چشم ہو گئے۔ کئی کے گھوڑے زخمی ہوئے، اور میدان سے منہ موڑنے لگے۔ اہل اسلام پر یہ بہت سخت مصیبت نازل ہوئی اور وہ بہت ہی گھبرا گئے۔ اس دن کا نام انہوں نے یوم التورید یک چشم ہونے کا دن رکھا ہے۔ اس سے زیادہ سختی کا دن ان کو کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ بابان نے جو لشکر اسلام کی گھبراہٹ دیکھی، تو اکلا بھیجا: اہل اسلام پر تیر چلائے جاؤ۔ اور ان کے نزدیک مت جاؤ۔ ان کا سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں ہے۔

جب خالد بن ولید نے لشکرِ اسلام کو بدحواس دیکھا اور یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں میدان نہ چھوڑیں، تو انھوں نے فریادیں مسمیٰ کھائی: "یہ جاں بازی کا موقع ہے، ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔ ہمت کرو اور کسی طرح تیر اندازوں کی صف تک پہنچو، ورنہ ہم شکست کھا جائیں گے۔" یہ سنتے ہی خالد بن ولید کے ساتھ عمرو بن عاص، زبیر بن عوام، شریک بن حسنہ، ضرار بن ازور اور دیگر سردار اپنے ہمراہیوں سمیت تیروں کی بارش میں سرپٹ گھوڑے چھوڑے ہوئے تیر اندازوں پر حملہ آور ہوئے اور ایسا قتل عام ہوا کہ تیر انداز چوڑھی بھول گئے۔ خالد بن ولید کے ہاتھ میں اُس دن نو تلواریں ٹوٹیں۔ وہ کئی سو جوانوں کے برابر اکیلے لڑتے رہے۔ ضرار بن ازور نے بھی شدید قتال کیا۔ زبیر بن عوام اور دیگر سرداروں نے وہ تلوار چلائی کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور چالیس ہزار رومی تیر انداز میدان میں قتل ہو گئے۔ باقی بھاگ کر اپنے لشکر میں جا ملے۔ اہل اسلام کو اس مصیبت سے نجات ملی اور تیروں کی بارش سے امن ملا۔ دونوں لشکر پھر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ خالد بن ولید کا دل ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے پھر میدان میں نکل کر حریف طلب کیا۔ رومیوں کی طرف سے ایک پہلوان نکلا۔ خالد بن ولید نے پہلے ہی وار میں قتل کر دیا۔ پھر ہر چند رومیوں کو لکارا، مگر کوئی پہلوان ان کے مقابل نہ آیا۔ ابو عبیدہ نے خالد بن ولید سے کہا: "تم تھک گئے ہو گے۔ میدان سے واپس آ کر ذرا سٹالو۔" خالد بن ولید واپس آئے۔ سورج کے غروب ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا کہ رومی میدان سے ہٹ کر اپنی قیامگاہ

میں چلے گئے اور اہل اسلام بھی اپنے کیمپ میں آگئے اور اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف ہوئے۔ ابو عبیدہؓ لشکریوں میں پھرتے تھے اور ان سے کہتے تھے: "گو آج تم کو بڑی اذیت پہنچی ہے، مگر دشمنوں کا تم سے بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اس کے فضل و کرم کے امیدوار رہو۔" اس رات چونکہ سرداران لشکر بہت تھکے ہوئے تھے، ابو عبیدہؓ نے پاسبانی کی ڈیوٹی اپنے ذمے لی۔ وہ رات کے وقت کیمپ کے گرد گشت کر رہے تھے کہ ان کو دو سوار اپنے آگے چلتے دکھائی دیئے۔ انہوں نے آواز دے کر پھیرا یا۔ جب ان کے نزدیک گئے، تو دیکھا کہ وہ دو سوار زبیر بن عوام اور ان کی بیوی اسماء بنت ابی بکرؓ ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے حیران ہو کر پوچھا: "اس وقت تم کدھر جا رہے ہو؟" زبیر نے کہا: "چونکہ آج اہل اسلام تھکے ماندے تھے اور بعض کی آنکھیں زخمی ہو گئی تھیں، مجھے خیال آیا کہ کہیں پاسبانی میں غفلت نہ کریں۔ اس لیے میں شکر اسلام کی نگہبانی کر رہا ہوں۔ میری بیوی نے بھی میرا ساتھ دیا ہے۔" ابو عبیدہؓ یہ سن کر بڑے خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "تم بھی آج اس لڑائی میں بہت تھک گئے ہو۔ جا کر آرام کرو۔ میں نگہبانی کرتا ہوں۔" زبیر نے کہا: "آرام کی ضرورت نہیں، مجھ

سے جن بہادروں کی ایک ایک آنکھ اس معرکے میں ضائع ہو گئی تھی، ان سے کوئی شخص آنکھ ضائع ہونے کی بابت پوچھتا، تو وہ بڑے فخر اور ناز سے کہتے کہ یہ قابل فخر تمغہ ہم کو جنگ یرموک میں نصیب ہوا تھا، جس سے زیادہ خطرناک جنگ اہل اسلام کو کبھی پیش نہ آئی تھی اور اللہ تعالیٰ

کو نگہبانی کرنے دیجئے، چنانچہ زبیرؓ بھی تمام رات اسلامی کمپ کے گرد و مح اپنی بیوی کے گشت کرتے رہے۔

جب باہان اپنے خیمے میں پہنچا، تو وہ سخت پشیمردہ خاطر تھا۔ اس نے قوریر اور جر حیر کو بلایا اور کہا: اب تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟ ہماری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اہل عرب کی جرات اور جسارت نے ہماری سب تدبیریں خاک میں ملا دیں۔ آج تیر اندازوں نے ان کو سخت گھبراہٹ میں ڈال دیا تھا اور مجھے امید تھی کہ آج فتح حاصل ہوگی، مگر یک نخت اسلامی لشکر تیروں کی کچھ پروانہ کر کے تیر اندازوں پر ٹوٹ پڑا اور ان کو تیر تیخ بے دریغ کر ڈالا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کل اہل عرب نے ہم پر حملہ کر دیا، تو ہمارا لشکر بھاگ نکلے گا، قوریر نے کہا: بہتر ہے کہ سپہ سالار لشکر اسلام سے کہلا بھیجے کہ چند دن لڑائی موقوف رکھو۔ اتنے میں ہمارا لشکر آرام کر لے گا اور لڑائی کے ریلے تیار ہو جائے گا۔

(تقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۵۸) نے ہم کو دشمنوں پر نمایاں فتح عطا فرمائی تھی۔ یہ آنکھ اس معرکے میں کام آئی تھی، جس نے اہل اسلام کے ریلے شام اور فلسطین کا دروازہ کھول دیا۔

۱۲۔ جنگ بیوک کا پانچواں دن

صبح ہونے سے پیشتر باہان نے بنی غسان میں سے ایک سمجھ دار آدمی کو ابو عبیدہ کے پاس بھیجا، جس نے یہ پیغام دیا: "لڑائی کا کوئی اعتبار نہیں، کبھی ادھر، کبھی اُدھر۔ دو چار دن اہل اسلام کو غلبہ حاصل ہوا ہے اس پر مغرور نہ ہو جانا، کیونکہ ابھی رومی لشکر کی تعداد کئی لاکھ ہے اور اس میں بڑے بڑے جنگجو موجود ہیں۔ انجام کار رومی لشکر کو فتح ہوگی۔ تم کب تک ان کے مقابلے پر اڑے رہو گے؟ لیکن باہان چاہتا ہے کہ کچھ دن لڑائی موقوف رکھو تاکہ اس عرصے میں ہم کوشش کریں کہ اہل عرب سے ہماری صلح ہو جائے۔ میرے اختیار میں جو کچھ تھا، میں نے کیا، وہ تم نے منظور نہیں کیا۔ اب بادشاہ کو لکھنا ہوں، شاید وہ مان جائے اور تمہیں منہ مانگی مراد مل جائے۔" جب ابو عبیدہ نے باہان کا پیغام سنا، تو خالد بن ولید کو بلایا اور کہا: "باہان نے چند روز لڑائی موقوف رکھنے کی درخواست کی ہے اس نیت سے کہ شاہ ہرقل کی اجازت لے کر وہ ہمارے حسب منشا صلح کر لے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی درخواست منظور کر لوں۔ اگر ہمارے منشا کے موافق صلح ہو جائے، تو اور کیا چاہیے؟" خالد بن ولید نے کہا: "اے امین الامت! اس سے پہلے بھی باہان نے سات دن لڑائی موقوف رکھنے

کا پیغام بھیجا تھا، جو آپ نے میرے اختلاف کے باوجود منظور کر لیا تھا۔ اس کا معاوضہ اس نے ہم کو یہ دیا کہ اچانک لشکر لے کر چڑھ آیا جب کہ ہم ہنگام لڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس وقت اگر آپ میرا کہنا مانتے، تو ہمارے حق میں بہت ہی اچھا ہوتا۔ میں ان لوگوں کی چالاکیوں سے خوب واقف ہوں۔ اب بھی اس نے کوئی واؤں کھیلنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ اس کے پیغام کو ہرگز منظور نہ کریں اور کہلا بھیجیں کہ لڑائی میں توقف نہیں ہو سکتا۔ ابو عبیدہ نے قاصد سے کہا: "باہان سے جا کر کہہ دے کہ پہلی دفعہ تو نے ہم سے فریب کیا تھا، اب ہم تیرے فریب میں نہیں آتے اور لڑائی میں توقف نہیں ڈال سکتے۔ ہم ابھی تیار ہو کر میدان میں آجائیں گے۔ وہ بھی لشکر آراستہ کر کے میدان میں آجائے۔ آئندہ اختیار ہے۔ مگر ہم اس لڑائی کا خاتمہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔"

بندر، مسیحی

جب باہان کا قاصد مایوس ہو کر واپس آیا اور حال سے آگاہ کیا، تو وہ سخت متروک ہوا اور کہنے لگا: "میں اہل عرب سے صلح کی امید رکھتا تھا، مگر وہ لڑائی اور خون ریزی پر ضد کرتے ہیں۔ اچھا، لشکر آراستہ کرو اور میدان میں چلو۔ نتیجہ جو کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔ آج میں خود لڑائی میں موجود رہوں گا اور آپ میدان جنگ میں نکلوں گا۔" جریر نے کہا: "ہمارے ہوتے آپ کیوں میدان جنگ میں نکلیں گے؟ پہلے میں میدان جنگ میں نکلوں گا۔ اور اہل عرب کے سپہ سالار کو جنگ کے لیے طلب کر دوں گا۔ اگر اس کو مار لیا، تو ہماری فتح ہو جائے گی۔ اب سرداروں میں لڑائی شروع ہونی چاہیے۔"

اس طرح لڑائی کا جلد فیصلہ ہو جائے گا، باہان نے کہا: اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہل عرب کے دو تین سردار مارے جائیں۔ خصوصاً خالد بن ولید۔ پھر تو ہم بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالیں گے۔ بس اہل عرب میں یہ دو تین ہی سردار ہیں، جو اپنی جرأت اور جسارت دکھا رہے ہیں، اور ہماری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ اس بات کا فیصلہ کر کے باہان نے لشکر کو میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔

ادھر ابو عبیدہ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد لشکر آراستہ کر کے میدانِ جنگ میں لے آئے۔ جریر سرتاپا آہن میں غرق ہو کر میدانِ جنگ میں آیا اور لڑکار کر کہا: میں رومی لشکر کا ایک نامی سردار ہوں، میرے مقابلے پر اہل عرب کا سپہ سالار آئے، کیونکہ میں کسی اپنی سردار سے مقابلہ نہیں کروں گا۔

امین الامت ابو عبیدہ نے، جو اپنا علم لیے ہوئے اپنے لشکر کے قلب میں تھے، جریر کا یہ کلام سنا، تو خالد بن ولید کو بلا کر کہا: اسے ابا سلیمان! رومی سردار نے مجھے مقابلے کے لیے طلب کیا ہے۔ یہ علم تم اپنے پاس رکھو۔ اگر میں صحیح سالم واپس آ گیا، تو اپنا علم لے لوں گا، ورنہ میری جگہ تم لشکرِ اسلام کے سپہ سالار ہو گے، جب تک امیر المومنین اس کے متعلق کوئی حکم نہ بھیجیں۔ خالد بن ولید نے کہا: اے امین الامت! آپ دنے رکھ رکھ کر اور شب بیداری کر کر کے بڑے نجیف و لاغر ہو رہے ہیں خصوصاً آج رات آپ لشکر کی نگہبانی کر رہے تھے، آپ اپنا علم اپنے پاس رکھیے

اور مجھے اجازت دیجیئے کہ میں اس رومی سردار کے مقابلے پر جاؤں۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: ”رومی سردار نے مجھے طلب کیا ہے، میرا فرض ہے کہ میں اس کے مقابلے پر جاؤں۔“ دیگر سرداروں نے بھی عرض کی: ”جب ہم لوگ موجود ہیں، تو آپ کیوں میدان جنگ میں جاتے ہیں؟“ سب کہنے لگے: ”پہلے ہم کو تصدیق اور قربان ہو لینے دیجئے، پھر آپ جو چاہیں، کریں۔“ ابو عبیدہؓ نے کہا: ”میں میدان جنگ میں جاتے سے رُک نہیں سکتا۔ جب فریق مخالف نے مجھے طلب کیا ہے، تو میرا فرض ہے کہ میں مقابلے پر جاؤں۔ اس لیے تم مجھے ہرگز نہ روکو۔ میں عزم کر چکا ہوں۔“ یہ جواب سن کر سب خاموش ہو گئے۔ خالد بن ولید نے علم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور ابو عبیدہؓ زرد پینے پور سے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔

جب ابو عبیدہ بن جراح جرجیر کے مقابل ہوئے تو جرجیر نے پوچھا: ”کیا اہل عرب کے سردار تمہیں ہوئے؟“ ابو عبیدہؓ نے کہا: ”اہل اسلام مجھے کو اپنا سردار سمجھتے ہیں اور تمہارے بلانے پر مقابلے کے لیے آیا ہوں۔“ دونوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک عرصے تک دونوں برابر لڑتے رہے۔ اہل اسلام ابو عبیدہ کی طرف سے بڑے فکرمند تھے اور ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے۔ جرجیر یہ دیکھ کر کہ اس کا حلیف اُس کے قابو میں نہیں آتا، اچانک گھوڑا پھیر کر میدان سے بھاگ نکلا۔ ابو عبیدہؓ نے تلوار کھینچتے ہوئے اس کا تعاقب کیا، تھوڑی دُور جا کر جرجیر نے اُلٹ کر ابو عبیدہؓ پر وار کیا۔ ابو عبیدہؓ نے وار خالی دیا اور اس زور سے ایک ہاتھ مارا کہ جرجیر کی زرد کاٹ کر اس کو گھٹائل کر گے گرا دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اشکر

اسلام نے بھی خوشی سے تکبیر بلند کی۔ ابو عبیدہؓ منظر و منصور اپنے لشکر میں آگے اور اپنا علم لے کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

باہان نے جب جریرؓ کو قتل ہوتے دیکھا، تو بہت گھبرایا اور کہا، "افسوس میرا دست و بازو میدان جنگ میں قتل ہو گیا۔ اب میں خود میدان میں نکلتا ہوں، اگر مارا گیا تو اس نردود سے نجات پاؤں گا۔ اگر بچ گیا، تو

بادشاہ کے انعام کا مستحق ہوں گا۔" اس پر ایک بہادر پہلوان باہان کے پاس آیا اور کہنے لگا: "آپ میدان میں نہ جائیے اور مجھے اجازت دیجیے، میں

جریر کا بدلہ اہل اسلام سے لوں گا۔" باہان نے کہا: "اچھا، تم بھی میدان میں جا کر قسمت آزمائی کر لو۔" اس پہلوان کا نام سرجیس تھا اور وہ جریر کا رشتے

دار تھا۔ جب وہ میدان میں نکلا، تو گھوڑے کو میدان میں چکر دے کر اپنی شہسواری کا ثبوت دینے لگا۔ اتنے میں لشکر اسلام میں سے مالک اشتر

نکلے اور سرجیس کے مقابل ہوئے۔ کچھ دیر تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر مالک اشتر نے یہ دیکھ کر کہ سرجیس کے جسم پر کوئی دار کارگر نہیں ہوتا، تاک

کر ران پر نیزہ مارا، مگر نیزہ سرجیس کے بجائے گھوڑے کی پسلیوں میں گھس گیا۔ گھوڑا منح سوار زمین پر گر پڑا۔ سرجیس اپنے گھوڑے کی زمین سے الگ

نہ ہوا تھا کہ مالک اشتر نے سبکدستی کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔

یہ حالت دیکھ کر باہان طیش میں آ گیا اور خود میدان جنگ میں نکلنے کا

ارادہ کیا۔ اس کے ماتحت سردار پھر اس کے پاس آ کر کہنے لگے کہ جب تک

ہم زندہ ہیں، تب تک آپ میدان میں نہ جائیں۔ باہان نے کہا: "میں یہ

مقابلہ دیکھ کر تنگ آ گیا ہوں اور اس کھیل کو ختم کرنا ہوں۔ میں لڑائی کو اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ یا مجھے فتح ہوئی یا شکست۔ اگر میں نے شکست کھائی تو بادشاہ سے سرخرو ہو جاؤں گا اور کہہ دوں گا کہ میں نے حتی المقدور کوشش کی، اپنی جان خطرے میں ڈالی، مگر عربوں کے سامنے ہماری کچھ پیش نہ گئی۔ اب تم سب اپنی جگہ پر پھیرے رہو اور مجھے میدان میں جانے دو۔" باہان کے ماتحت سردار یہ سن کر چپ ہو گئے۔ باہان مسلح ہو کر اور ایک وزنی عمود ہاتھ میں بیٹھے میدان میں نکلا۔ باہان بڑا تنومند اور بہادر جنگجو تھا اور اس کو یقین تھا کہ گواہل عرب منچھے ہیں اور تیغ و سناں کی لڑائی میں سبکدست ہیں، مگر میرے عمود کا داران میں سے کوئی نہ سنبھال سکے گا۔ مالک اشتر سر جبین کو قتل کر کے میدان میں لٹکار رہے تھے کہ باہان میدان میں پہنچ گیا۔ خالد بن ولید نے دور سے باہان کی سچ و سچ دیکھ کر پہچان لیا اور ابو عبیدہ سے کہا: "اب خود باہان میدان میں نکلا ہے۔ امید ہے کہ لڑائی کا جلد خاتمہ ہو جائے۔" اگر مالک اشتر میدان میں موجود نہ ہوتے، تو باہان کے مقابلے پر میں خود نکلتا۔" باہان نے میدان میں آتے ہی مالک سے پوچھا: "کیا تمہارا نام خالد ہے؟" مالک نے کہا: "نہیں، میرا نام مالک اشتر ہے۔" باہان نے کہا: "میرا ارادہ خالد سے مقابلہ کرنے کا تھا، مگر خیر، کوئی ہرج نہیں تمہیں قتل کر کے خالد کو طلب کر لوں گا۔" مالک نے کہا: "تمہاری آرزو نہ پوری ہوگی، کیونکہ تم میرے ہی ہاتھ سے زندہ نہ بچو گے۔" باہان نے کہا: "میں تمہارے لشکر کے تمام سرداروں کو چن چن کر قتل کروں گا۔ تم نے مجھ

کو سمجھا کیا ہے؟ لو، سنبھل جاؤ! لڑائی شروع ہوئی۔ کچھ دیر یکساں وار پڑتے رہے اور دونوں سنبھالتے رہے، مگر فریقین جلد ایک دوسرے کی طاقت اور زور کے قائل ہو گئے اور باہان نے موقع پا کر بڑے زور کے ساتھ عمود کا وار کیا۔ مالک نے اُسے ڈھال پر لیا، مگر ڈھال سے پھسل کر مالک کے خود پر پڑا۔ کوئی شبہ نہیں کہ اگر عمود پورے زور کے ساتھ مالک کے خود پر پڑتا، تو مالک کا سر پاش پاش ہو جاتا۔ مگر عمود کا زور ڈھال پر پڑنے سے کم ہو گیا تھا پھر بھی اس کی ضرب سے مالک کا خود ان کی آنکھ کے اوپر کی ہڈی میں گھس گیا اور ہڈی باہر نکل آئی۔ زخم سے خون جاری ہو گیا۔ باہان نے سمجھا کہ حریف قتل ہو گیا اور عنقریب گھوڑے سے گرا چاہتا ہے۔ ادھر مالک نے اللہ تعالیٰ سے دعائے نصرت مانگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ باہان مالک کے گرنے کا منتظر ہی تھا کہ مالک اسی زخمی حالت میں بجلی کی طرح گھوڑا دوڑا کر باہان پر ٹوٹ پڑے اور بڑے زور سے تلوار کا وار کیا۔ تلوار باہان کے دائیں شانے پر پڑی۔ زیادہ کارگر تو نہ ہوئی، مگر شانہ زخمی ہو گیا۔ باہان اپنے ہاتھ کو بیکار پا کر گھوڑا دوڑا کر اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ مالک اُسٹرا اپنے لشکر میں آگئے اور ان کا زخم باندھا گیا۔

خالد بن ولید نے جو باہان کو پیٹھ پھرتے دیکھا، تو ابو عبیدہؓ سے کہا: "اب وقت ہے، یکبارگی حملے کی اجازت دیجیے، آج یقیناً ہم فتح پائیں گے اور یہ بڑا لمبا کھیل ختم ہو جائے گا۔" ابو عبیدہؓ نے اسی وقت جنگ مغلوبہ کا حکم دے دیا۔ تمام لشکر اسلام اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا رومی لشکر پر ٹوٹ

پڑا اور رومیوں میں قتل کا بازار گرم کر دیا۔ رومی جھم کر لڑتے رہے، مگر عربی تلوار کا لقمہ ہونے جاتے تھے۔ شام تک سخت لڑائی ہوتی رہی۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا کہ رومیوں نے بھاگنا شروع کیا۔ اہل عرب نے ان کا پیچھا کیا۔ وہ دریائے یرموک، جس کو رومی لشکر نے اپنی حفاظت سمجھا تھا، اب ان کی ہلاکت کا گر طعنا ہو گیا۔ ہزار ہا رومی بھاگتے ہوئے دریا میں غرق ہو گئے۔ خالد بن ولید نے اپنے لشکر زحف سمیت باہان اور اس کے ہمراہیوں کا پیچھا کیا اور کچھ فاصلے پر ان کو جا لیا۔ باہان اس معرکہ میں قتل ہوا، اور اس کے کئی ہمراہی بھی بھاگتے ہوئے مارے گئے۔ باقی منتشر ہو کر اوجھڑا دھڑ بھاگ گئے۔

اہل عرب کو بڑی شاندار فتح حاصل ہوئی۔ اس تمام جنگ میں بقول کاسن ڈی پرسپول ایک لاکھ چالیس ہزار اور بقول واقدی ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل ہوئے، جو دریا میں غرق ہوئے، ان کا کوئی حساب نہیں، اور چالیس ہزار اہل اسلام کے ہاتھ اسیر ہوئے۔ لشکر اسلام میں زخمی تو بہت تھے، لیکن مقتولوں کی تعداد بقول کاسن ڈی پرسپول صرف تین ہزار اور بقول واقدی چار ہزار اور بقول مؤلف تاریخ عالم چار ہزار تیس تھی۔

۴۔ غالباً واقدی نے صرف ان رومی مقتولوں کا شمار لیا ہے، جو میدان جنگ میں بالمتقابل قتل ہوئے۔ ان کو شامل نہیں کیا، جو بھاگتے ہوئے پہاڑوں اور جنگلوں میں قتل ہوئے۔

رومیوں کا بے شمار مال و اسباب اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔ صرف باہان کا ساز و سامان ہی ساٹھ ہزار و بیارہ کا تھا۔ یہ جنگِ عظیم ماہِ رجب ۵۸ھ ہجری میں واقع ہوئی تھی اور اس نے ملکِ شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ جب ابو عبیدہؓ اپنے شہیدوں کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے اور مالِ غنیمت جمع ہو چکا، تو انہوں نے امیر المؤمنین کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھا:

"میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو رحمن و رحیم ہے۔ اللہ کا درود اس کے برگزیدہ نبی پر نازل ہو۔ یہ خط ابو عبیدہؓ عامر بن جراح کی طرف سے ہے۔ میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو نعمتیں اُس نے ہم پر نازل کیں، ان کا شکر ادا کرتا ہوں، خصوصاً اس نعمت کا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث فرمایا۔ میں آپ کو اس امر سے آگاہ کرتا ہوں کہ میں یرموک میں اُترا۔ باہان بھی میرے مقابل اُترا۔ مسلمانوں کو اس سے پہلے اتنی بڑی جماعت سے سابقہ نہیں پڑا۔ اُس جماعت کو شکست ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور اپنے فضل سے ان پر غالب کیا۔ ہم نے تقریباً ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل کر دیئے، چالیس ہزار گرفتار کر لیئے اور ہزاروں دریا میں ڈوب کرے۔ چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ میں نے مالِ غنیمت جمع کر کے اُس میں سے خمس نکال لیا۔ خمس اور مالِ غنیمت کے متعلق آپ کے حکم

کا منتظر ہوں۔ آپ پر اور تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

یہ خط لکھ کر ایک قاصد کے حوالے کیا اور لشکر کو دمشق کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ کیونکہ رومی مقتولوں کی کثرت کے باعث میدان یرموک کی ہوا خراب ہو گئی تھی۔ جس دن یرموک میں اہل اسلام کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی، اُس رات حضرت عمرؓ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مبارک میں تشریف رکھتے ہیں اور ان کے پاس حضرت ابوبکر صدیقؓ بیٹھے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سلام کیا اور کہا: "یا رسول اللہ! میں لشکر اسلام کے لیے بڑا متفکر ہوں، میرا دل اس طرف لگا رہتا ہے اور مجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ دشمن کی تعداد کئی لاکھ ہے اور اہل اسلام قلیل ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے عمر! تم کو بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔" اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "یہ آخرت کا گھر ہے، جس کی نعمتوں کو ہم نے ان لوگوں کے لیے (خاص) کر رکھا ہے، جو دنیا میں کسی طرح کی شے نہیں کرنا چاہتے اور نہ فساد (کے خواہاں ہیں) اور انجام (بخیر تو) پر مہر گاروں (ہی) کا ہے۔" حضرت عمرؓ نے صبح اٹھ کر یہ خواب اہل اسلام کو سنایا۔ سب سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: "اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام پر اپنا فضل و کرم کیا۔" چند دن بعد ابو عبیدہؓ کا قاصد خط لیے پہنچا۔ حضرت عمرؓ پڑھ کر بہت

خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر مسلمانوں کو خط سنایا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے میرا خواب سچا کر دکھایا۔ اس کے بعد قلم دوات لے کر ابو عبیدہؓ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بڑا رحمن و رحیم ہے۔ یہ

خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے ملک شام کے

گورنر کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں اس اللہ تعالیٰ کی

تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ میں اس بات سے

بہت خوش ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رومیوں کو

شکست اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ جب میرا خط پہنچے،

تو مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کرو اور حقدار کو اس کا حق دے

دو مسلمانوں اور ان کے کاموں کی نگہداشت کرو۔ جب تک

میرا حکم نہ پہنچے، اپنی جگہ پر مقیم رہو۔ تم پر اور تمہارے ساتھیوں

پر سلامتی اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔“

جب ابو عبیدہ کو یہ خط ملا، تو انہوں نے حسب دستور مال غنیمت میں

سے پانچواں حصہ مدینہ منورہ بھیج دیا اور باقی اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا

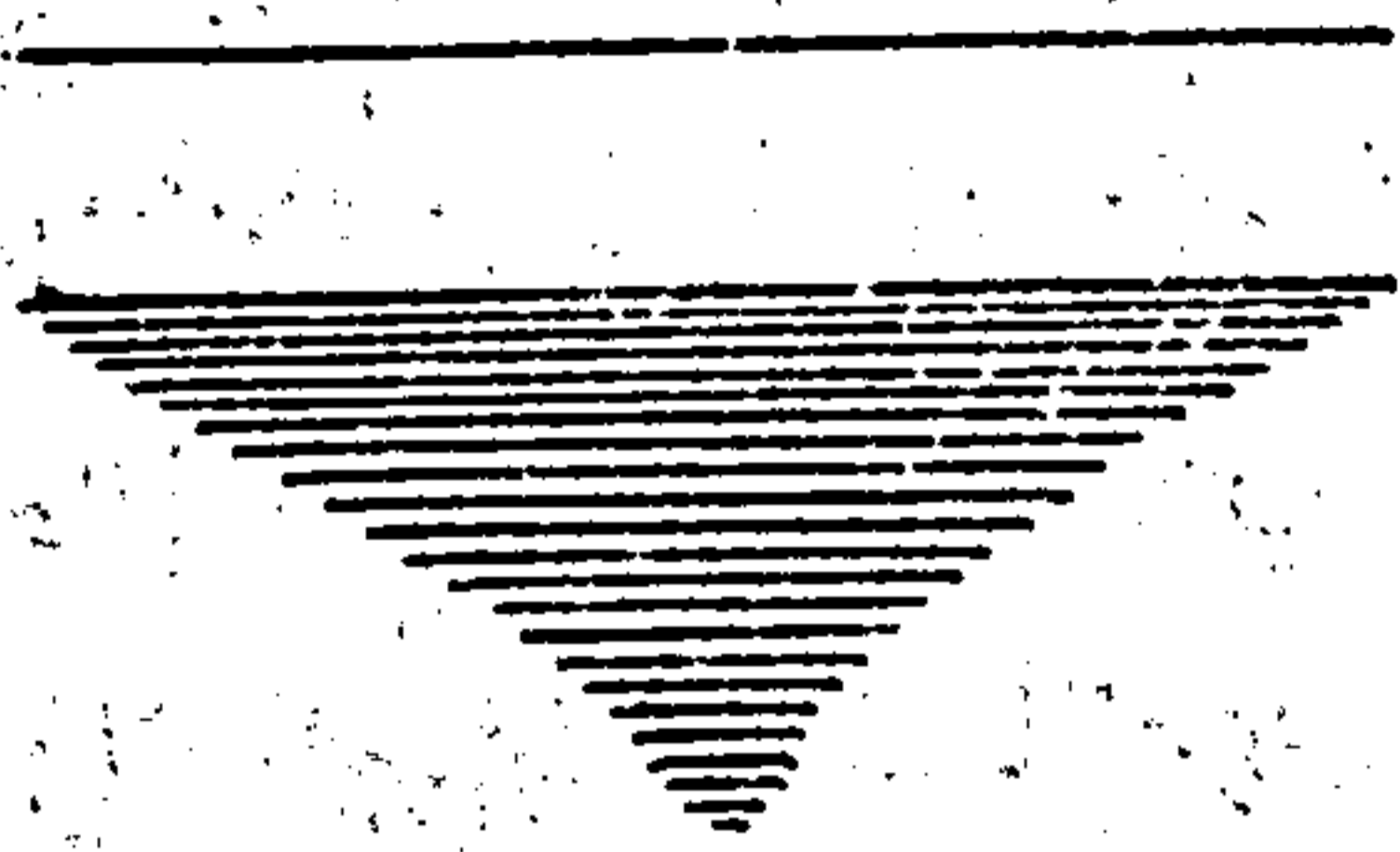
اور ایک ماہ تک حوالی دمشق میں مقام رکھا۔ ایک دن اپنے سرداروں کو

جمع کر کے ابو عبیدہ نے پوچھا: ”تم کیا صلاح دیتے ہو؟ آگے بڑھیں، یا

فلسطین کا قصد کریں؟“ سرداروں نے کہا: ”آگے بڑھنے کے بجائے

فلسطین کی طرف جانا چاہیے، کیونکہ جب تک فلسطین پر ہمارا قبضہ نہ ہو جائے، تب تک ملکِ شام میں قدم بڑھانا مناسب نہیں۔“ ابو عبیدہ نے کہا: فلسطین پر دو مقام بڑے مضبوط ہیں: بیت المقدس اور قیساریہ۔ دونوں میں سے پہلے کس پر چڑھائی کریں؟ سرداروں نے کہا: ”اس بارے میں خلیفہ ثانی کا حکم منگا لینا چاہیے۔ جو حکم آئے، اس پر عمل کیا جائے۔“ ابو عبیدہ نے یہ بات پسند کی اور خلیفہ ثانی کی خدمت میں عرض کر بھیجا: ”فلسطین میں دو مقام بڑے مضبوط اور مستحکم ہیں: ایک بیت المقدس، دوم قیساریہ قیساریہ میں قیصرِ روم کا بیٹا قسطنطین جرارِ لشکر کے ساتھ موجود ہے اور بیت المقدس میں بھی کثیر فوج حفاظت کے لیے متعین ہے۔ آپ مجھے حکم دیں کہ میں پہلے کس مقام پر چڑھائی کروں؟“ خلیفہ ثانی نے ابو عبیدہؓ کا خط پڑھا، تو حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ”میری رائے میں بیت المقدس کا پہلے فتح کرنا ضروری ہے، کیونکہ وہ بڑا ضروری مقام ہے۔ جب وہ فتح ہو جائے تو پھر قیساریہ پر حملہ کرنا چاہیے۔“ خلیفہ ثانی نے حضرت علیؓ کی رائے پسند کی اور اس کے بموجب ابو عبیدہؓ کو حکم بھیج دیا۔ ابو عبیدہؓ نے حکم پہنچتے ہی پانچ ہزار سوار پر بیزید بن ابی اسفیان کو سردار کر کے بیت المقدس کی طرف روانہ کیا۔ دوسرے دن شریحیل بن حسنہ کو پانچ ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ تیسرے دن مرقال بن ہاشم کو پانچ ہزار سوار کی جمعیت سے بیت المقدس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ چوتھے دن قیس بن ہبیرہ کو پانچ ہزار سوار کے دستے پر افسر کر کے بھیجا اور ان سب کو یکے بعد دیگرے تاکیاد۔

کر دی کہ بیت المقدس کے قریب جا کر الگ الگ مقام پر اتریں مطلب
 یہ تھا کہ ہر روز نیا لشکر وہاں پہنچے گا، تو دشمنوں پر رعب پڑے گا۔ ان
 سب کے بعد آپ مع باقی ماندہ لشکر، مال اسباب اور عورتوں کے ساتھ
 آہستہ قدم روانہ ہوئے۔



تاریخ اسلام، جلد ۲

فتح بیت المقدس

جنگ یرموک کی خیر بجلی کی طرح تمام اطراف میں پھیل گئی۔ جو شہر اہل اسلام نے اس جنگ سے پہلے فتح کیے تھے اور شاہی لشکر کی آمد پر پھر شاہ روم کے قبضے میں چلے گئے تھے، وہ اب شاہی لشکر کے شکست پانے پر خود بخود اہل اسلام کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔ مگر جو شہر ابھی شاہ روم کے قبضے میں تھے، وہ بدستور مقابلے پر اڑے ہوئے تھے، گو جنگ یرموک کے نتیجے نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی تھی اور ان کو بھی اندیشہ تھا کہ لشکر اسلام عنقریب ان پر چڑھائی کرے گا۔ اہل بیت المقدس بھی اس سے بے خبر نہ تھے۔ جب یزید بن ابی سفیان اپنے پانچ ہزار سوار لے کر بیت المقدس پہنچے، تو اہل شہر قلعہ بند ہو گئے۔ ان کو یہ جرات تو نہ پڑی کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کریں، مگر قلعے کو اچھی طرح محفوظ کر لیا۔ دوسرے دن شمر خلیل کا دستہ پہنچ گیا، تیسرے دن مرقال بن ہاشم، چوتھے دن قیس بن ہبیرہ، چاروں الگ الگ دروازوں پر اترنے اور ابو عبیدہ کا انتظار کرنے لگے۔ قلعے والوں نے بھی ان سے کوئی چھیڑنے کی اور چپ چاپ اپنی حفاظت میں لگے رہے۔ جب تین دن گزر گئے، تو یزید بن ابی سفیان کے ایک ہمراہی نے پوچھا: "بیت المقدس کے لوگ گونگے ہیں کہ بولتے ہی نہیں؟" ہرے ہیں

کہ سنتے نہیں؟ اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں؟ ہمیں ان کے مقابل اتر سے تین دن ہو گئے۔ انھوں نے پوچھا تک نہیں کہ تم کس طرح آئے ہو، کیا مطلب ہے۔ ان کا ایک آدمی بھی دکھائی نہیں دیا۔ انھوں نے ہماری ذرا پروا نہیں کی۔ اس طرح ہم کب تک کس مہر سی کی حالت میں پڑے رہیں گے؟ مناسب سمجھیے، تو ہمیں قلعے پر حملے کی اجازت دیجیے تاکہ ہم ان کو ہوش میں لائیں اور ان سے ہماری اہ و ستم تو کھل جائے۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا: ”مجھے امین الامت نے یہاں ڈیرا لگانے کا حکم دیا تھا، نہ کہ حملہ کرنے کا۔ ہاں، اگر اہل بیت المقدس میدان میں آجاتے، تو بڑی خوشی سے مقابلہ کرتے، لیکن اب چونکہ وہ محصور ہو گئے ہیں، اس لیے سپہ سالار کے حکم کے بغیر میں ان پر حملہ نہیں کر سکتا۔ جب وہ اس جگہ تشریف لے آئیں گے، تو جو حکم دیں گے، اس کی تعمیل کی جائے گی۔ ہاں، اس بات کا کوئی مضائقہ نہیں کہ کئی آدمی کو بھیج کر اہل قلعہ سے بات چیت کا سلسلہ چھیڑیں اور ان کا عندیہ معلوم کریں۔ شاید وہ صلح کے خواہشمند ہوں، کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اہل اسلام کی دہشت ڈال دی ہے، ورنہ وہ ضرور میدان میں نکل کر ہمارا مقابلہ کرتے۔“

یزید بن ابی سفیان نے ایک آدمی قلعے والوں کے پاس بھیجا۔ اس نے قلعے والوں کے پاس جا کر اہل بیت المقدس سے کہا کہ کوئی آدمی مجھے بات چیت کرنے کے لیے بھیجو۔ جب دونوں یک جا ہوئے، تو عرب نے کہا: ”اہل عرب نے تمہارے شہر پر چڑھائی کی ہے۔ بتاؤ، تمہارا کیا منشا ہے؟“

رومی نے کہا: ”تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟“ عرب نے کہا: ”اول تو ہم تم کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں تاکہ تم ہمارے بھائی بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سزاوار ہو جاؤ۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے، تو صلح کر لو اور ہمارے حفاظت میں آ جاؤ جیسا کہ اہل شام نے کیا ہے۔ اگر دونوں باتیں منظور نہیں، تو میدان میں نکل کر ہمارا مقابلہ کرو“ رومی نے جواب دیا: ”شاہ بہر قلع نے رومی فوج ایک بطریق (سرور) کے ماتحت بیت المقدس کی حفاظت کے لیے بھیجی ہے۔ اس کے علاوہ اہل شہر بھی مسلح ہیں اور فن جنگ میں ماہر۔ وہ نہ تو تمہارا اسلام قبول کرتے ہیں، نہ تمہاری حفاظت میں آتے ہیں اور نہ ابھی میدان میں نکلنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے قلعے کو اچھی طرح محفوظ کر لیا ہے۔ چاہے تم دس سال محاصرہ کیئے بڑے زہور، تم ان پر غالب نہ آ سکو گے۔ آخر تھک کر چلے جاؤ گے“ عرب نے کہا: ”یہ دھمکی ہم کو بہت قلعہ داروں نے دی ہے، مگر آخر تنگ آ کر انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔ ہم تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک اس شہر کو فتح نہ کریں، آگے نہیں بڑھیں گے۔ یہ کانٹا نکال ہی کر کہیں جائیں گے۔ کب تک مقابلے پر اڑے رہو گے؟“ رومی نے کہا: ”اچھا، دیکھا جائے گا۔ مگر یہ امید نہ رکھو کہ ہم اپنا شہر لو نہیں تمہارے حوالے کر دیتے“ اس پر گفتگو ختم ہوئی اور عرب نے واپس آ کر یزید بن ابی سفیان کو اس حال سے آگاہ کیا۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا: ”اگر وہ مقابلے پر آمادہ ہیں تو یہاں کیا تامل ہے؟ امین الامت آجائیں، تو لڑائی شروع کر دینگے“

دس دن بعد ابو عبیدہؓ مع لشکر اسلام آتے ہوئے دکھائی چاروں
 عربی سرداران کے استقبال کے لیے گئے۔ ابو عبیدہؓ کے دائیں طرف
 خالد بن ولید اور بائیں طرف عبدالرحمن بن ابی بکرؓ تھے۔ چاروں سرداروں
 نے ابو عبیدہؓ اور دیگر سرداروں سے مصافحہ کیا اور ایک دوسرے سے ہلکے
 بڑے خوش ہوئے اور اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ دشت و جبل
 گونج اٹھے۔ رومیوں نے جب یہ شور سنا، تو چند رومی جو قلعے کی دیوار سے
 اسلامی لشکر کی آمد کو دیکھ رہے تھے، دوڑتے ہوئے اپنے بطریق کے پاس
 گئے۔ بطریق نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔ انہوں نے کہا کہ اہل
 اسلام کا ایک اور لشکر آج پہنچا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سپہ سالار لشکر
 اسلام آگیا۔ اہل عرب نے اس خوشی میں آسمان سر پر اٹھایا ہے۔ بطریق
 نے کہا: عربی لشکر تو پہلے ہی یہاں بہت تھا، اب یہ اور بلا آپہنچی۔ خیر
 مضائقہ نہیں، جو پیش آئے گا، دیکھا جائے گا۔ یزید بن ابی سفیان نے
 ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی کہ اہل بیت المقدس صلح پر راضی نہیں، لہٰذا ان پر
 آمادہ ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: بہت بہتر، کل چار طرف سے قلعے پر حملہ
 کر دیں گے۔ دوسرے دن لشکر اسلام نے حملہ کیا، مگر ناکام واپس آئے
 اسی طرح کئی دن برابر حملے کرتے رہے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر خالد بن ولید
 نے کہا: ہمارے حملوں کا قلعے والوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ میری تجویز یہ ہے
 کہ چیدہ چیدہ تیر انداز متفرق ہو کر قلعے کے قریب جائیں اور ڈھالیں سر
 پر رکھ کر پیٹھ جائیں اور اس حالت میں قلعے والوں پر تیر چلائیں۔ اس

تجزیر کو ابو عبید نے پسند کیا اور اہل یمن میں سے ماہر تیر انداز میدان میں بھیجے گئے وہ تیر کی وار کا فاصلہ چھوڑ کر میدان میں ڈھالیں سر پر رکھے ہوئے بیٹھے گئے۔ ضرار بن ازور بھی نیزہ چھوڑ کر او تیر کمان بے کر میدان میں چلے گئے۔ جب اہل یمن نے اس طرح تیر چلانے شروع کیے، تو بہت سے رومی زخمی ہونے لگے۔ وہ اوپر سے پتھر اور تیر پھینکتے، مگر اہل یمن ڈھالوں کے باعث محفوظ رہتے۔ ضرار بن ازور نے قلعے کے بڑے برج پر، جہاں رومی علم بردار تھا، تاک کر تیر چلایا۔ تیر رومی علم بردار کے سینے پر بیٹھا اور وہ گھائل ہو کر گر پڑا۔ قلعے میں نالہ و بکا کا شور بلند ہوا اور اہل اسلام خوش ہوئے۔ اس طرح ہر روز لڑائی ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ کامل چار ماہ گزر گئے۔ اہل قلعہ اب تنگ آ گئے۔ ایک تو ہر روز ان کے سپاہی کچھ نہ کچھ زخمی ہوتے تھے، دوم اندر بیٹھے بیٹھے ان کے دل گھبرا گئے۔ آخر تنگ آ کر چند معزز آدمی اپنے بطریق کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اہل عرب ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے اور اب ہم ذبح آگئے۔ بہتر ہے کہ ان سے صلح کر لیں اور ان کی حفاظت میں آجائیں۔" بطریق یہ سن کر بیت المقدس کے قس اعظم کے پاس گیا اور کہا: "اہل بیت المقدس اہل عرب سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔" قس اعظم کہنے لگا: "اگر تم بیت المقدس کی حفاظت نہیں کر سکتے، تو بہتر ہے، صلح کر لو، مگر میری رائے ہے کہ اہل عرب کے خلیفہ کو یہاں بلا لو تاکہ اس سے ہم عہد و پیمان کر لیں اور قلعے کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں نہ دیں اس طرح اہل عرب ہم کو کوئی تکلیف نہیں دے سکیں گے اور ہمارے عبادت خانے ان کے ہاتھ سے محفوظ رہیں گے۔" بطریق نے کہا: "اہل عرب کی بابت ہم

نے سنا ہے کہ جب وہ کسی کو امان دیتے اور اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں، تو اہل شہر کے ساتھ نہایت نیک سلوک کرتے ہیں۔ کسی کے زن و بچہ کو تکلیف نہیں دیتے۔ کسی کی جائیداد اور مال اسباب کو نہیں چھڑتے۔ کسی کی زمین نہیں چھینتے اور جو عہد کر لیتے ہیں، اس کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں۔ عبادت خانوں کو مسمار نہیں کرتے، راہبوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دیتے اور اہل شہر کی مذہبی رسوم کی ادائیگی میں ہارج اور خلل انداز نہیں ہوتے۔ دمشق وغیرہ میں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اس لحاظ سے میں اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ صلح کے لیے ان کے خلیفہ کو تکلیف دی جائے۔ جو کچھ سپہ سالار اسلام کرے گا، اس کے سب پابند رہیں گے۔ "قسر اعظم نے کہا: یہ بیت المقدس ہے۔ تمام دنیا میں ممتاز و اشرف ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اہل عرب کا خلیفہ خود یہاں چل کر آئے۔ تم سپہ سالار اہل اسلام کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر ان کا خلیفہ خود آئے، تو ہم کنجیاں اس کے حوالے کر دیں گے۔ امید ہے کہ وہ مان جائے گا اور ضروری سمجھ کر خلیفہ کو بلانے کے لیے نخط لکھے گا۔" اس پر بطریق چند آدمی ہمراہ لے کر قلعے سے نکلا۔ لشکر اسلام کے قریب جا کر کہنے لگا: "میں صلح کے لیے آیا ہوں۔ اپنے سپہ سالار کو مجھ سے گفتگو کرنے کے

۱۔ یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ اہل بیت المقدس میں یہ روایت چلی آتی تھی

کہ بیت المقدس کو وہ بادشاہ فتح کرے گا، جس کا نام سے حرفی ہوگا۔ حضرت عمر کا

نام سے حرفی تھا، اس لیے قس اعظم حضرت عمر کی موجودگی پر اصرار کرتا تھا۔

ریلے بھیجو۔ ابو عبیدہؓ خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن ابی بکر سمیت رومی بطریق کے پاس آئے۔ رومی بطریق نے ابو عبیدہؓ سے مصافحہ کیا اور مزاج پرسی کے بعد کہا: اے برادرِ عربی! تم کو علم نہیں کہ یہ بیت المقدس ہے اور تمام دنیا میں اشرف سمجھا جاتا ہے۔ جو شخص بیت المقدس پر چڑھائی کرے گا، اور اس پر خدا کا غضب نازل ہوگا، کیونکہ یہ خدا کا مقدس گھر ہے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: اے برادرِ رومی! ہم بیت المقدس کی بزرگی اور شرافت کے قائل ہیں یہاں سے برگزیدہ نبیؐ نے معراج کی رات پہلے بیت المقدس کی زیارت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیت المقدس کا وارث بنایا ہے اور ہم اپنی وراثت لینے آئے ہیں۔ اس ریلے خدا کا غضب ہم پر نازل نہیں ہوگا، بلکہ ہم اس کی رحمت اور انعام کے مستحق ہوں گے۔ رومی بطریق یہ جواب سن کر ذنگ رہ گیا اور اس نے کہا: . . . ہم آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ بتائیے، آپ کی صلح کی شرائط کیا ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: سب سے پہلے تو ہم تمہیں دعوتِ اسلام دیتے ہیں۔ اگر تم اسلام قبول کر لو، تو ہمارا سلوک تمہارے ساتھ برادرانہ ہوگا۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے، تو ہماری حفاظت میں آ جاؤ، ہم تم سے حربہ لیں گے اور تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہونگے۔ رومی نے کہا: ہم اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہاں، دوسری شرط منظور کیے لیتے ہیں بشرطیکہ خود تمہارا خلیفہؓ یہاں آجائے۔ ہم اس کے ہاتھ میں قلعے کی کنجیاں دے دیں گے اور تمہاری حفاظت میں آجائیں گے۔ ابو عبیدہؓ نے خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن ابی بکر کی طرف دیکھا۔ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: اس

میں کوئی ہرج نہیں رہا آپ امیر المومنین کو خط لکھیے، وہ تشریف لے آئیں گے اور ہم سب بھی ان کی زیارت کا شرف حاصل کریں گے۔ ابو عبیدہؓ نے یہ بات منظور کر لی اور رومی بطریق کو نصیحت کر کے اپنے خیمے میں میں واپس آئے سب مسلمان یہ بات سن کر خوش ہوئے اور ابو عبیدہؓ کی خدمت میں عرض کی: "جلدی امیر المومنین کو خط لکھیے تاکہ بیت المقدس بھی فتح ہو جائے اور ہم بھی حضرت عمرؓ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔" ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مندرجہ خط لکھا۔

"میں رحمن و رحیم اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ابو عبیدہؓ عامر

بن جراح کی طرف سے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ میں اس اللہ کی

تشریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبی

پر درود بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد عرض ہے کہ ہم بیت المقدس

کے مقابلے پر اترے ہوئے ہیں۔ آج تک اہل بیت المقدس

سے برابر لڑتے رہے۔ سرزمین کی وجہ سے اہل اسلام نے بڑی

تکلیفیں اٹھائیں، مگر وہ صابر ہیں اور خدا کی مہربانی کے امیدوار۔

آج رومیوں کا واجب التعلیم بطریق میرے پاس آیا، اور

درخواست کی کہ ہمیں خوزیری پسند نہیں۔ آپ اپنے خلیفہ کو

بلا لیں تو ہم آپ کی حفاظت میں آجائیں گے۔ لہذا تم اس سے

کہ آپ تشریف لا کر ہماری امداد فرمائیں تاکہ بیت المقدس اللہ

تعالیٰ کے فضل سے آپ کے ہاتھ سے فتح ہو رہی ہے اور تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔

یہ خط لکھ کر ابو علیہ نے بصرہ بن مسروق کے حوالے کیا اور کہا: جلد خلیفہ ثانی کی خدمت میں لے جاؤ۔ "بصرہ فی الفور ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوئے اور بہت جلد مدینے پہنچ گئے۔ خلیفہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر خط پیش کیا۔ خلیفہ ثانی نے خط پڑھ کر حاضرین کو سنایا اور پوچھا کہ اس بارے میں تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔ حضرت عثمان بن عفان نے کہا: "اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو ذلیل کیا، ملک شام سے ان کو نکال دیا اور اہل اسلام کو ان پر غلبہ دیا۔ اب ہمارے ساتھیوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا ہے۔ اہل شہر کو تنگ کر دیا ہے۔ ہر روز دشمنوں کی ذلت، سستی، اور دہشت بڑھتی جاتی ہے۔ اگر آپ وہاں نہ جائیں گے، تو وہ سمجھ لیں گے کہ ان کی درخواست کو ہم نے خفیہ اور سبک جانا ہے۔ اس پر وہ ہمت ہار دیں گے اور ذلت گوارا کر کے ہمارے ساتھیوں سے امان مانگیں گے اور جزیہ ادا کریں گے۔" حضرت عمرؓ نے یہ رائے سن کر حضرت علیؓ کی طرف نظر کی حضرت علیؓ نے کہا: "اے امیر المؤمنین! میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا میری رائے یہ ہے کہ ان کی درخواست منظور کرنی چاہیے اور آپ کو بیت المقدس جانا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے جانے پر وہ شہر آپ کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا اور اہل اسلام تکلیف اور مشقت سے بچ رہیں گے۔ آپ کو دیکھ کر وہ بڑے خوش ہوں گے اور آپ بھی ان کا حال دیکھ آئیں گے اور ان کو

پند و نصیحت کر آئیں گے۔ علاوہ انہیں آپ جتنے قدم اس کارِ خیر میں چلیں گے ہر قدم کا آپ کو ثواب حاصل ہوگا۔ اگر آپ نہیں جائیں گے، تو مسلمان دل شکستہ ہوں گے اور ممکن ہے کہ دشمن ناراض ہو کر قلعہ بند رہیں اور لڑائی جاری رکھیں۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے "حضرت عمرؓ یہ رائے سن کر خوش ہوئے اور کہنے لگے: "اے ابا الحسن! آپ کی رائے نہایت پسندیدہ ہے۔ میں آپ کی رائے پر عمل کروں گا" اس پر حضرت عمرؓ نے میسرہ بن مسروق کو حکم دیا کہ تم واپس جا کر ابو عبیدہؓ کو اطلاع دو کہ میں عنقریب ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میسرہ بن مسروق یہ سن کر خوش ہوئے اور بیت المقدس کی راہ لی۔ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس جانے کی تیاری کی، مگر وہ تیاری کیا تھی؟ ایک تختی میں کھجوریں بھر لیں اور ایک میں سنو، ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک کاسہ لکڑی کا ہمراہ لیا اور اپنے مضبوط سرخ اونٹ پر سوار ہو کر صرف ایک غلام ساتھ لے، بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ عرب و شام کے اس بادشاہ نے، جس کے نام سے

حضرت عمرؓ نے جس ساوگی اور بے تکلفی کے ساتھ یہ سفر طے کیا، وہ متکبر اور مغرور بادشاہوں کے شیخی سے بھرے ہوئے کروڑوں سے زیادہ پر شوکت اور پر جلال تھا۔ یہ شام و فارس کا فاتح صرف ایک اونٹ ہمراہ لیکر روانہ ہوا، جس پر ایک تختی ستوکی، ایک تختی کھجوروں کی، ایک برتن لکڑی کا، اور ایک مشکیزہ پانی کا تھا۔

طاقتور قسیر و کسری کا نپتے تھے، بلا کسی شان و شوکت اور بغیر کسی باڈی گارڈ کے معمولی مسافروں کی طرح سفر اختیار کیا۔ صحابہؓ نے کہا: ”کچھ آدمی حفاظت کے لیے ہمراہ لیتے جائیے۔“ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی: ”اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے (کہو کہ جو کچھ خدا نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، اس کے سوا (کوئی اور) مصیبت تو ہم کو پہنچ سکتی نہیں۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ بس اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔“ یہ آیت سن کر سب خاموش ہو گئے۔ حضرت عمرؓ مدینے میں حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے اللہ کا نام لے کر مدینے سے رخصت ہوئے۔ ابو عبیدہؓ کو جب میسرہ بن مسروق نے حضرت عمرؓ کا پیغام دیا، تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور چند سواروں کو کمپ سے ایک منزل پر خلیفہ ثانیؓ کی خبر لانے کے لیے متعین کر دیا۔

حضرت عمرؓ ہر منزل پر نصف راستہ اونٹ پر سوار ہوتے اور نصف راستہ اپنے غلام کو سوار کر کے پیادہ چلتے تھے۔ جب کھانے کا وقت آتا، کاسہ نکال کر اس میں منقہ بھرتے اور اوپر کھجوریں چن کر غلام کے ساتھ مل کر کھاتے۔ جب راستہ طے کرتے ہوئے شام کے وقت آخری منزل پر پہنچے، تو عرب سوار، جو ابو عبیدہؓ نے وہاں متعین کر رکھے تھے، حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت عمرؓ نے لشکر اسلام کی خیریت پوچھی۔ انھوں نے کہا: ”سب بخیر و عافیت ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے۔ امید ہے کہ آپ کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہو جائے گا۔ ہمیں اجازت دیجیے کہ امین الامت کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دیں۔“

عرب سوار اسی وقت اسلامی کمپ کی طرف تیز رفتار کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سب نے حضرت عمرؓ کا استقبال کرنے کی خواہش کی، مگر ابو عبیدہؓ نے منع کیا اور آپ چند سردار ہمراہ لے کر آدھی رات کو خلیفہ ثانیؓ کے استقبال کو چلے۔ صبح ہونے کے قریب تھی کہ ابو عبیدہؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ اور ان کے ہمراہی سرداروں پر بڑی شفقت کی اور اس کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ جب کمپ کی طرف چلے، تو ابو عبیدہؓ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کا لباس پھٹا ہوا ہے اور پیوند لگے ہوئے ہیں۔ اگر آپ لباس تبدیل کر لیں اور بجائے اونٹ کے گھوڑے پر سوار ہو جائیں تو اس سے ہماری شوکت بڑھے گی اور دشمنوں پر مہبت چھائے گی۔ فی الحقیقت اہل اسلام کے غیور، مقتدر اور ذی نشان بادشاہ کے پیراہن میں اس وقت چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ نے بنظر شفقت ابو عبیدہؓ کی عرض منظور کر لی لباس تبدیل کر کے ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہوئے۔ گھوڑا نہایت ہی خوش خرام اور چالاک تھا۔ حضرت عمرؓ اس کی سبک رفتاری سے بڑے خوش ہوئے۔ مگر گھوڑی دوڑ جا کر گھوڑے سے اتر پڑے اور کہنے لگے: "لاؤ، میرا بوسیدہ پیراہن اور اونٹ، قریب تھا کہ اس لباس اور گھوڑے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا، کیونکہ اس پر سوار ہوتے ہی میرے دل میں کیر پیدا ہو گیا اور مجھے یاد آ گیا کہ رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی کیر داخل ہو جائے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان پیدا ہو جائے، وہ دوزخ میں نہیں پڑے گا۔"

میں اس لباس اور گھوڑے سے باز آیا، میرے بیٹے اپنا لباس اور اپنا اونٹ ہی کافی ہے۔ رہی ہیبت، سو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، ظاہری شان پر منحصر نہیں۔ آپ نے اسی وقت نیا لباس اتارا، اپنا پوشیدہ لباس پہن لیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا: "میرے بدن میں آگ لگ گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس سے نجات دی۔ جب قریب پہنچے، تو شکر اسلام میں اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے، جن کو سن کر اہل قلعہ تعجب کرنے لگے۔ رومی بطریق نے کہا: "شکر عرب میں خوشی کے نعرے کیوں بلند ہو رہے ہیں؟" مخبر فی الفور خبر لائے کہ اہل عرب کا بادشاہ کمپ میں آیا ہے اور اس کو دیکھ کر اہل اسلام خوشی منا رہے ہیں۔ خلیفہ ثانی کے بیٹے ایک خیمہ کھڑا کر دیا گیا اور آپ نے بیت المقدس کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: "اے اللہ، تو ہمیں فتح عظیم عنایت فرما اور اپنے فضل سے غلبہ عطا کر۔" پھر آپ نے اپنے خیمے میں آرام فرمایا۔ صبح ہوئی تو آپ نے نماز صبح پڑھائی اور اس کے بعد مندرجہ ذیل تقریر کی:

"ہر طرح کی تعریف اس خدا ہی کو زیبا ہے، جو لائق تعریف، قوی اور بزرگ ہے اور جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے بزرگی دی۔ ہم سے گراہی دور کی، ہمیں متفرق ہو جانے کے بعد متحد کیا اور دشمنی کے بعد ہمارے دلوں میں محبت پیدا کی۔"

اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ اور اس کی ثنا کہو تاکہ وہ ہمیں مزید

نعمتیں عطا فرمائے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم شکر ادا کرو گے، تو میں (اپنی نعمتیں) زیادہ کروں گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی، وہ راہِ راست پر ہے اور جس کو اس نے گمراہ کیا اُسے کوئی راہِ راست پر نہیں لاسکتا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تمہیں پرہیزگاری اور اس خدائے بزرگ و برتر کے خوف کی ہدایت کرتا ہوں جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور اُس کے سوا ہر چیز کافی ہے۔ وہ ایسا خدا ہے کہ اس کی اطاعت و بندگی میں اُس کے دوست فائدہ پاتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے اس کے دشمن بد نصیب ہو جاتے ہیں۔ اسے لوگو! تم اپنے مال کی زکوٰۃ دو تاکہ تمہارے نفس پاک ہو جائیں اور تم لوگوں سے اس (زکوٰۃ) کے معاوضے اور شکرِ بے کے خواہاں نہ ہو۔ جس بات کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے، اُسے سمجھو، کیونکہ عاقل و دانا وہ شخص ہے، جو اپنے دین پر قائم رہا اور نیک بخت وہ ہے، جس نے دوسرے کے ذریعے بے کاموں سے آگاہ ہو کر نصیحت قبول کی۔ جو کام پہلے نہ تھے، وہ بدعت ہیں۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کرو، اس لیے کہ نبی کے طریقے پر چلنا بدعت میں کوشش اور رائے زنی کرنے سے بہتر ہے۔ تم قرآن پڑھنا اختیار کرو تمہیں اس سے تسکین، آرام اور نیکی کے ساتھ تمہندی حاصل ہوگی۔ اسے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں ایسے

کھڑے ہوئے تھے۔ جیسے میں تم لوگوں میں کھڑا ہوں اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میرے اصحاب کی پیروی کرو اور پھر ان لوگوں کی جو اصحاب سے زمانے میں قریب ہیں اور پھر ان لوگوں کی جو ان سے زمانے میں قریب ہیں پھر چھوٹ پھیل جائیگا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ گواہی دیں گے جن سے گواہی کی خواہش نہ کی جائے گی اور وہ لوگ قسم کھانے لگیں گے، جن سے قسم کی فرمائش نہیں کی جائے گی۔ جو شخص بہشت کا طالب ہے، اسے جماعت میں شامل رہنا چاہیے، اس بیٹے کہ جماعت سے جدائی شیطان کی طرف سے ہے۔ ناز کے پابند ہو۔“

اس تقریب سے فراغت پا کر حضرت عمرؓ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور ابو عبیدہؓ انھیں مختلف لڑائیوں کے حالات سنانے لگے۔ حضرت عمرؓ خاموش سنتے رہے۔ اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے ایک ایچی قلعے والوں کے پاس بھیجا اور خلیفہ ثانی کی تشریف آوری کی اطلاع دی خبر پاتے ہی بیت المقدس کا قس اعظم، رومی فوج کا بطریق اور بیت المقدس کا حاکم اپنے ماتحت سرداروں سمیت حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ عرب کا شہنشاہ بچپن پرانے کپڑے پہنے زمین پر بے تکلف بیٹھا ہے۔ چہرے پر نور میں رہا ہے۔ حضرت عمرؓ بڑی خندہ پیشانی اور ہر بانی سے پیش آئے۔ وہ لوگ شاہ عرب کی ساواگی بے انسی اور خلق سے بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے: ہم آپ کی حفاظت میں آنا بخوشی منظور کرتے ہیں۔ شہر کے دروازے ہم نے کھول دیے۔ آپ ہر بانی فرما کر ہمارے شہر میں رونق افروز ہوں۔ حضرت عمرؓ سرداروں سمیت شہر میں

داخل ہوئے اور اس فتح پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ قس اعظم حضرت عمرؓ کو خاص طور سے کلیسا کے اندر لے گیا۔ اتنے میں نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ حضرت عمرؓ اپنے ہمراہیوں کو لے کر کلیسا کے باہر نکل آئے اور بیٹھیوں پر نماز ادا کی۔ جب نماز پڑھ چکے، تو قس اعظم نے کہا: آپ نے کلیسا ہی میں نماز کیوں نہ پڑھ لی؟ وہ بھی تو خدا کا گھر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر میں کلیسا کے اندر نماز پڑھتا، تو اہل اسلام میری پیروی کرنے کے بہتے وہاں نماز پڑھنے جایا کرتے اور تمہاری عبادت میں ہار ج ہوتے۔ میں نہیں پسند کرتا کہ اہل اسلام تمہارے عبادت خانوں میں داخل انداز ہوں۔ تم اپنے عبادت خانوں میں کھلے بندوں اپنے دین کے طریق پر عبادت کیا کرو۔ اہل اسلام

سے یہ ٹال لیشن (روادری) صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے، ورنہ اس سے چند سال پیشتر جب اہل ایران نے یروشلم فتح کیا تھا، تو قس اعظم کو صلیب اعظم سمیت گرفتار کر کے لے گئے تھے اور پھر جب شاہ ہرقل نے ایرانیوں پر غلبہ پایا، تو ایرانیوں کے قدیمی آتش کدے کو منہدم کر کے خاک میں ملا دیا تھا۔ جب پہلی صلیبی جنگ میں اہل یورپ نے چند سال کے لیے یروشلم فتح کیا، تو ستر ہزار منہتے مسلمان یروشلم میں قتل کیے، یہاں تک کہ مسجد عرفا میں مسلمانوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک پہنچتا تھا، جس کو یورپین بڑے قہر سے بیان کرتے تھے۔ پھر پچاس سال کے بعد جب سلطان صلاح الدین نے یروشلم کا محاصرہ کیا، تو قسم کھائی، کہ

میں سے کوئی تمہارا پُرسانِ حال بھی نہ ہوگا۔ اہل اسلام کے لیے ایک عالیجہ مسجد تعمیر کرا دی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے اسی وقت مسجد کا نقشہ دے دیا، جو اب تک مسجدِ عمرؓ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہلی مسجد ہے، جو علاقہ شام و فلسطین میں تعمیر ہوئی اور اسلامی صنعت کا ایک اعلیٰ نمونہ سمجھی گئی۔ یہ مسجد اسی زمین میں تعمیر کی گئی، جس پر کسی وقت حضرت سلیمانؑ کی ہیکل کھڑی تھی۔ اب وہ زمین خس و خاشاک کا ڈھیر تھی۔ خود قس اعظم نے وہ زمین مسجد کے لیے تجویز کی، جو حضرت عمرؓ نے منظور فرمائی اور پہلے اپنے ہاتھ سے خس و خاشاک ڈور رکھنے۔ پھر لشکریوں نے ایک دم تمام زمین کو ہموار کر دیا اور حضرت عمرؓ کے تجویز کردہ نقشے کے مطابق تعمیر شروع ہوئی۔ قس اعظم اور حاکم بیت المقدس نے حضرت عمرؓ کے فزوکش ہونے کے لیے قلعے کے اندر ایک عالیشانِ محل آراستہ کر رکھا تھا اور حضرت عمرؓ سے استدعا کی کہ اس محل میں رونق افروز ہوں، مگر حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور فرمایا: میں جب تک یہاں ہوں، اپنے خیمے ہی میں رات بسر کیا کروں گا۔ یہ سن کر سب کے سب عیش عرش کرا بیٹھے اور حضرت عمرؓ کی فزوتنی اور بے نفسی کی بے اختیار تعریف کرنے

عیسائیوں کا خون بھی اسی طرح بہاؤں گا، جس طرح اہل یورپ نے مسجدِ نبویؐ میں مسلمانوں کا بہایا تھا۔ مگر جب یروشلم فتح ہوا، تو اس نیک دل اور فیاض سلطان نے اپنی قسم توڑ کر دشمنوں کو امان دی اور کسی کا خون نہ بہایا بلکہ قیدیوں کو اپنے پاس سے زاوراہ دے کر آزاد کر دیا۔

لگے۔ حضرت عمرؓ نے قسطنطین اعظم کو یہ تحریری سند لکھ کر دی کہ مسلمان ان کے کلیہ میں صبرگزر دخل نہ دیں گے، بلکہ ان سیرطھیوں پر بھی، جہاں حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی تھی، کسی قسم کی مداخلت نہ کریں گے۔ حضرت عمرؓ دس دن تک بیت المقدس میں رہے، اپنے سرداروں اور سپاہیوں کو سادی زندگی بسر کرنے کی تاکید فرمائی اور لوگوں کو، جو لٹھی لباس پہنے ہوئے تھے، سخت تنہد کی اور چلنے سے پیشتر عمر بن عاص کو دس ہزار سپاہی دے کر ساحل سمندر کے شہر اور قلعے فتح کرنے پر مامور کیا اور ابو عبیدہؓ کو باقی لشکر کے ہمراہ شام کا شمالی حصہ، یعنی حلب، انطاکیہ وغیرہ فتح کرنے کا حکم صادر فرمایا اور آپ اہل لشکر سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

ایک روایت ہے کہ جب حضرت عمر بیت المقدس تشریف لائے، تو بعض صحابی، جو شام کے شہروں میں مسکن گزین تھے، یہ سن کر حضرت عمرؓ سے ملنے آئے۔ ان میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ حضرت بلالؓ کو دیکھ کر اہل لشکر نے درخواست کی کہ آپ حضرت بلالؓ سے کہیں کہ وہ آج صبح کی نماز کے وقت اذان دیں۔ حضرت عمرؓ کے فرمان پر بلالؓ نے اذان دی۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کی آواز بلند ہوئی، تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وقت یاد آگیا، وہ بابرکت سماں سب کی آنکھوں میں پھر گیا۔ جدائی کے صدمے سے سب کے دل بھر آئے اور وقت کا عالم طاری ہوا۔ سب کے سب خوب دل کھول کر روئے اور آنسوؤں کی جھڑی سے اپنے سینے دھو کر اور بھی صاف شفاف اور منور کر لیے۔

۱۴۔ جنگ حلب

امین الامت ابو عبیدہ بن جراح سپہ سالار لشکر اسلام خلیفہ ثانی کے نام کے مطابق علاقہ فلسطین میں عمرو بن عاص اور یزید بن ابی سفیان کو پوز کر قنسرن پہنچے۔ اہل قنسرن نے صلح کی تجدید کی اور اہل اسلام کی حفاظت میں آگے۔ قنسرن اور اس کے گرد و نواح میں بخوبی تسلط بنا کر عس و غیرہ کو از سر نو مطیع و متقاد کر کے ابو عبیدہ نے حلب پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ حلب کا حاکم و رئیس اس وقت یوقنا تھا۔ یوقنا کے باپ نے حلب پر قبضہ کر لیا تھا اور قیصر روم نے بھی اس کو حلب کا رئیس تسلیم کر لیا تھا۔ اس نے اپنا علاقہ ایک طرف پہاڑ کی گھاٹیوں اور دوسری طرف دریائے فرات تک وسیع کر لیا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام یوقنا اور دوسرے کا یوحنا تھا۔ شاہ کی طبیعت کا میلان حصول علم کی طرف بہت تھا۔ یوقنا سپہ گری اور فن جنگ سیکھنے زیادہ مشتاق تھا۔ یوحنا اپنے وقت کا بڑا عالم، فاضل و بڑا رہبر بن گیا اور یوقنا فن جنگ میں کامل ماہر ہوا۔ باپ کے مرنے پر یوقنا ریاست کی گدی پر بیٹھا۔ وہ بڑا چالاک و ہوشیار شجاع تھا۔ رعایا پر اس کا بڑا رعب تھا اور اس پاس کے حکام اس سے خوف کھاتے تھے۔ یوقنا نے اہل عرب کی کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا۔ وہ اپنی ریاست کے انتظام میں مشغول رہا، لیکن اہل عرب کی طرف

سے غافل بھی نہ تھا۔ اُس نے اپنی حفاظت کا تمام خواہ انتظام کر رکھا تھا، اور اس امید میں تھا کہ اگر اہل عرب حلب کا رخ کریں گے، تو منہ کی کھاٹینگے۔ جنگ یرموک اور فتح بیت المقدس کی خبریں اس کو پہنچ گئی تھیں، مگر وہ یہ خبریں سن کر مطلق نہ گھبرایا۔ جب اُس نے سنا کہ قنسرین پر اہل اسلام کا از سر نو قبضہ ہو گیا، تو اُس نے لشکر اسلام میں اپنے جاسوس بھیج دیئے تاکہ اُس کو اہل عرب کی نقل و حرکت کی اطلاع ملتی رہے اور اگر وہ حلب کا رخ کریں، تو ان کے مقابلے کے لیے ہمہ تن تیار ہو جائے۔ حلب کا شہر قلعہ حلب سے الگ تھا، لیکن محاصرے کے وقت اہل شہر قلعے میں چنے جایا کرتے تھے اور مال اسباب بھی ہمراہ لے جاتے تھے۔ قلعہ بڑا وسیع تھا۔ اس میں ہزاروں آدمیوں کی گنجائش تھی۔ یہ قلعہ بقول آرتھر گلہن تمام شام کے قلعوں سے زیادہ مضبوط تھا۔ ابو عبیدہؓ نے حلب پر چڑھائی کے ارادے سے ایک ہزار سوار منتخب کیئے اور ان پر کوٹ بن ضمیرہ کو، جو بڑے دلور جنگجو تھے، سردار مقرر کر کے کہا: تم مقدمۃ الجیش کے طور پر حلب کی طرف بڑھو۔ ہم سب تمہارے پیچھے آجائیں گے۔ لیکن جب تک ہم پہنچ نہ جائیں، لڑائی شروع نہ کرنا۔ ہاں اگر دشمن مقابل ہو جائے، تو پھر میرے حکم کا انتظار نہ کرنا۔ ہم بھی عنقریب پہنچ جائیں گے۔ ابو عبیدہ کو خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دلوں میں اہل عرب کی دہشت ڈال دی ہے۔ حاکم حلب میدان میں نکل کر مقابلہ کرنیکی جرأت نہ کرے گا، مگر ان کو یوقنا کی چالاکی اور دلاوری کا علم نہ تھا۔

کعب بن ضمرو اپنے کیمپ سے روانہ ہی ہوئے تھے کہ یوقنا کے جاسوس اس کے پاس پہنچے اور اطلاع دی کہ اہل عرب کا ایک دستہ حلب کی طرف کوچ کیا چاہتا ہے۔ یوقنا نے پوچھا کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔ جاسوس نے کہا کہ اس دستے میں ایک ہزار جوان ہوں گے، مگر باقی لشکر بھی جلد آئے گا۔ یوقنا نے اسی وقت اپنے بھائی یوحنا کو بلایا اور اس سے کہا: "اہل عرب نے حلب کا قصد کیا ہے۔ کیا مشورہ دیتے ہو؟" یوحنا نے، جو بڑا نیک دل اور حلیم تھا، کہا: "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اہل عرب نے شام کے دیگر شہروں اور قلعوں کو کتنی جلدی فتح کر لیا۔ یرموک میں شاہ ہرقل کی ٹڈی دل فوج کو قتل کر کے فاش شکست دی۔ باہان امنی اور برجیر جیسے نامور بہادروں کو قتل کیا۔ بیت المقدس جیسے مضبوط مقام کو آسانی سے فتح کر لیا۔ ان عربوں کے سامنے کوئی نہیں ٹھیر سکتا۔ جوان کے مقابل ہوتا ہے، منہ کی کھانا ہے تمام شہروں نے انان طلب کی اور ان کی حفاظت میں آگے۔ میرے بھائی! تیرے پاس شاہ ہرقل سے زیادہ فوج نہیں۔ تیرا قلعہ بیت المقدس کے قلعے سے زیادہ مضبوط نہیں۔ تیرے ریلے یہی بہتر ہے کہ اہل عرب سے مصالحت کر کے اور ان کی حفاظت میں آجائے۔" یوقنا اپنے بھائی کو یہ کلام سن کر خشمناک ہوا اور کہنے لگا: "تو بچپن ہی سے بزدل ہے۔ اسی واسطے راہب بن گیا، ورنہ ایک جنگجو کا بیٹا سپہ گری کیوں نہ سیکھتا تاکہ اس وقت میرا دست بازو بنتا۔ تیرا دل کمزور ہے اور زاہوں کے دل ہمیشہ کمزور ہوتے ہیں۔ مگر میرا دل کمزور نہیں اور میں عربوں سے خوف نہیں کھاتا۔ یہ علاقہ میری ملکیت

ہے۔ اور میں اس علاقے کا رئیس ہوں۔ میں اپنی ریاست کے لیے عربوں کا
 بیان توڑ مقابلہ کروں گا اور اپنی چالاکیوں سے ان کو مصیبت میں ڈالوں گا
 تو کس منہ سے یہ صلاح دیتا ہے کہ میں اپنی ریاست اہل عرب کے حوالے
 کر دوں؟ تجھے علم نہیں کہ میرے باپ نے کس بہت اور شجاعت سے
 یہ ریاست بنائی تھی؟ میں اپنے باپ کا نالائق خلف نہیں کہ اس کی محنت
 کی کمائی کو یونہی برباد کر دوں۔ تو دیکھے گا کہ میں ان عربوں کے ساتھ کیسا
 سلوک کرتا ہوں۔“

یوحنا مسکرا کر کہنے لگا: ”میرے بھائی! تیری گفتگو سے مجھے یقین ہوتا ہے

کہ تیرے سر پر موت سوار ہے اور تو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والا ہے۔
 میں نے تو تیری بہتری کے لحاظ سے یہ مشورہ دیا تھا کہ تو بھی بچ جائے اور
 تیری فوج بھی قتل نہ ہو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اہل عرب کا مقابلہ کرنے کی
 تجھ میں طاقت نہیں اور اس کے سوا کہ تو ذلیل و خوار ہو اور کوئی نتیجہ نہ کلیگا
 میری صلاح مان اور اہل عرب سے پر خاش نہ کر۔ صلح میں جو فائدے ہیں
 وہ جنگ میں نہیں۔ اہل عرب جنگ میں تو شیر میں، مگر صلح میں حلیم ہیں اور
 تجھے ان کے ہاتھ سے اذیت نہ پہنچے گی۔“ یوحنا نے کہا: ”اپنی صلاح اپنے
 پاس رکھو۔ مجھے اس بات کی ضرورت نہیں۔ مجھے علم ہے کہ اب اہل عرب
 کی تعداد اتنی نہیں جتنی یرموک میں تھی۔ ان کے نامی سردار فلسطین میں رہ
 گئے۔ میں اس لشکر کو شکست دے کر شام کی حد سے نکال دوں گا اور انھوں
 نے جتنے شہر فتح کیے ہیں، ان سب پر قبضہ کر لوں گا۔ پھر میں شام کا بادشاہ

بن کر اپنے باپ کا نام روشن کروں گا۔ شاہ ہرقل میرا مزاحم نہ ہوگا، بلکہ مجھ سے خوف کھائے گا اور سمجھے گا کہ جس بلا کو وہ اپنا ساز اور لگا کر ہی روکنہ کر سکا، اس کو میں نے آسانی سے دفع کر دیا۔ تمام بادشاہوں میں میرا نام عزت سے لیا جائے گا، میری توقیر اور تہ بہت بڑھ جائے گا۔" یوحنا نے کہا: "اگر تیری تنہا آچکی ہے، تو اس کا کیا علاج ہے اچھا میں رخصت ہوتا ہوں۔ تو بادشاہ بن لے۔ میں آئندہ تجھے نیک صلاح نہ دوں گا، جب تک کہ تو میری راستی پر عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہو جائے۔" یوحنا یہ کہہ کر اپنے گھر چلا گیا اور یوحنا نے اپنے ایک بطریق کو، جس کا نام کراکلس تھا، ایک ہزار جوان دے کر کہا: "تم شہر حلب کی حفاظت کرو اور جس قدر جوان شہر میں لڑنے کے قابل ہیں، مال اسباب سمیت ان کو قلعے میں بھیج دو۔ جو ضعیف اور کمزور ہیں، ان کو بدستور شہر میں رہنے دو اور ان کی حفاظت کرو۔" پھر دوسرے سردار کو قلعے کی حفاظت پر تعین کر کے دس ہزار منتخب سوار اپنے ہمراہ لے کر اور قلعے سے چھ میل کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔ پانچ ہزار سوار تو کہیں گاہ میں چھپا دیئے اور پانچ ہزار آراستہ ترکے اہل عرب کا انتظار کرنے لگا۔ تجویز اس کی یہ تھی کہ اہل عرب کے پیش رو بیتے کو راستہ ہی میں گھیر لے اور اس سے پیشتر کہ باقی ماندہ لشکر پہنچے، اس دستانے کو قتل یا اسیر کر لے۔ اس سے اہل عرب کے دل میں اس کی ہدایت بھیجے جائے گی۔

قتولی دیر میں لشکرِ اسلام کا علم دکھائی دیا۔ خبر، جو لشکرِ اسلام کے آگے آرہے تھے، راستے میں دشمن کا لشکر دیکھ کر اٹھے پاؤں واپس پھرے اور

کعب بن ضمیرہ کو اطلاع دی کہ دشمن ان کا راستہ روکے کھڑے ہیں۔ کعب
 وہیں ٹھہر گئے۔ در اہل حلب کی جرأت پر حیران ہوئے۔ پھر انہوں نے مخبروں
 سے پوچھا کہ دشمن کی تعداد قیاساً کتنی ہوگی۔ مخبروں نے کہا کہ تقریباً پانچ ہزار
 ہوں گے۔ کعب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: "معاذ اللہ تو چنداں مشکل نہیں۔
 ہمارے ایک آدمی کے مقابل پانچ دشمن ہیں۔ بات ہی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ
 نے سپاہِ انصاریہ کو غالب فرمائے گا۔" کعب کے ہمراہی پورے مسلح تھے۔ اب
 اہل عرب کے پاس ساداتِ عرب کی کوئی کمی نہ تھی۔ خود کعب دوزخ میں پہنچ
 تھے۔ کعب کے ہمراہیوں نے کہا: "پھر دیر کیا ہے؟ حملے کا حکم دیجئے۔" کعب
 نے ان کی صفیں آراستہ کر کے ان کو بڑھنے کا حکم دیا۔ دونوں لشکر باہم ملے اور
 تلوار چینی لگی۔ یوقنا اور اس کے ہمراہی بڑی جوان مردی سے لڑے۔
 مگر مقابل ان کے عرب کے شیر تھے، جو موت کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ کچھ دیر
 لڑائی بڑے زور سے ہوتی رہی۔ آخر یوقنا کے ہمراہی بے وصلہ ہونے لگے۔
 اہل اسلام کو فتح کی امید ہو گئی۔ اتنے میں یوقنا کے پانچ ہزار جوان اہل اسلام
 کے عقب پر ٹوٹ پڑے۔ اہل اسلام اس نئی بلا کو دیکھ کر فی الفور دو حصے ہو
 گئے۔ نصف تو یوقنا کے مقابل ہو گئے اور نصف نے نئے حملہ آوروں کی طرف
 رخ پھیر لیا اور قلعے کی صورت بن کر دونوں طرف مقابلہ کرنے لگے۔ اہل اسلام
 کے بازو تلوار چلاتے چلاتے تھک گئے، مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ دشمن
 دونوں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے تھے۔ کسی طرف نکل جانے کی راہ نہ
 تھی۔ اس لیے وہ اور بھی بے باک اور نڈر ہو کر لڑنے لگے۔ شام تک

لاٹنی ہوتی لیکن یوقنانے ہر چند ان کو مغلوب کرنے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا۔ کعب بن ضمیر بڑے شیر مرد تھے۔ بڑی جواں مردی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ ان کو دیکھ کر ان کے ہمراہی بھی مردانگی کی داد دیتے رہے۔ انہیں یہ بھی اُمید تھی کہ عنقریب ابو عبیدہؓ مع لشکرِ اسلام ان کی امداد کو پہنچ جائیں گے، مگر شام تک ان کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا۔ یوقنانے جب دیکھا کہ اُس کی اُمید بر نہ آئی اور جس بات کو اُس نے آسان سمجھا تھا تھا، وہ بڑی مشکل ثابت ہوئی اور لڑائی طول کھینچتی جاتی ہے، تو اُسے اندیشہ ہوا کہ کہیں بقیہ لشکرِ اسلام اچانک پہنچ کر تاریکی میں اس کو گھیر نہ لے۔ اُس نے فی الفور واپسی کا حکم دیا۔ اُس کے ہمراہی، جو موت کے پنجے میں پھنسے ہوئے تھے، حکم سنتے ہی پسپا ہو گئے اور اہل اسلام کو بھی مشکل سے نجات ملی۔

اس لڑائی میں کعب بن ضمیر کے ایک سوسترہ آدمی شہید ہوئے، جن میں چودہ سر کر رہے تھے۔ کعب ان کو مقتول دیکھ کر بڑے ملول ہوئے۔ ان کے ہمراہیوں نے کہا: یہ خوش نصیب لوگ تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا رتبہ بخشا۔ اور ہم اس فتح پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ آپ رنجیدہ کیوں ہوتے ہیں؟ کعب نے کہا: ایں الامت نے مجھے اس گلے کا پامبان مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اس میں سے ایک سوسترہ آدمی گم ہو گئے، اب میں ان کو کیا جواب دوں گا؟ ہمراہیوں نے کہا: آپ نے آج بڑی جاں بازی دکھائی ہے اور آپ کو لڑتے دیکھ کر ہماری بہت و جرات بڑھتی رہی۔ ابو عبیدہؓ آج کی کارروائی سن کر بے خوش ہوں گے۔ مگر تعجب ہے کہ وہ ابھی تک نہیں پہنچے۔ ورنہ

ہم دشمنوں میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑتے۔ ہمارے تو ایک سو ستترہ آدمی تھے۔
 ہوئے، مگر میدانِ جنگ کی طرف تو دیکھیے، دشمن کتنے مرے پڑے ہیں۔ میدان
 ان کے مردوں سے پٹا پڑا ہے۔ کعب نے لشکر کو وہیں اترنے کا حکم دیا اور کہا
 ”جب تک این الامت نہ پہنچ جائیں، اس سے آگے بڑھنا مناسب نہیں۔“
 مگر وہ تعجب کرتے تھے کہ لشکرِ اسلام ابھی تک کیوں نہیں پہنچا۔ وجہ یہ ہوئی کہ
 جس وقت ابو عبیدہؓ نے کعبؓ کو حلب کی طرف روانہ کیا، اسی وقت چند آدمی
 ابو عبیدہؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ ابو عبیدہؓ نے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ انہوں نے
 کہا: ”ہم حلب کے تاجر اور رئیس ہیں اور آپ سے صلح کرنے آئے ہیں۔“ ابو
 عبیدہؓ نے کہا: ”ہم تم سے کس طرح مصالحت کر سکتے ہیں جب کہ تمہارا حاکم
 لڑائی کا مصمم ارادہ رکھتا ہے اور اپنے قلعے کو اچھی طرح محفوظ کر رہا ہے؟“ انہوں
 نے کہا: ”یہ درست ہے کہ ہمارا حاکم یوقنا آپ سے لڑنا چاہتا ہے، مگر ہمیں
 یقین ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہوگا۔ اس لیے ہم اس سے
 خفیہ آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ سے مصالحت کر لیں اور اپنے لیے
 امان طلب کریں۔“ ابو عبیدہؓ نے کہا: ”جب تک تمہارا حاکم یوقنا لڑائی کا ارادہ
 فتح نہ کرے، تب تک ہم تم سے مصالحت نہ کریں گے۔“ یہ سن کر اہلِ حلب
 گھبرائے اور کہنے لگے: ”اے سردار! اگر آپ ہمیں امان دینگے، تو ہم آپ کو بڑی
 امداد دیں گے۔ ہمارا شہر قلعے سے باہر ہے۔ یوقنا اور اس کی فوج قلعے میں ہے
 ہم آپ کی حفاظت میں آجائیں گے اور سامانِ رسد وغیرہ آپ کے لشکر کے
 لیے مہیا کرتے رہیں گے۔ یوقنا کی طاقت اس طرح کمزور ہو جائے گی اور آخر کار

وہ ناوم ہو کر آپ سے صلح کا خواہاں ہو گا۔ اگر آپ ہم سے صلح نہ کریں گے اور ہمیں یایوس کریں گے، تو ہم قلعے میں چلے جائیں گے، شہر کو اجاڑ کر دیں گے اور آپ کو رسد وغیرہ کی تکلیف ہوگی۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے باقی ماندہ سرداروں سے مشورہ کیا۔ ایک نے کہا: "میری رائے میں صلح نہیں کرنی چاہیے۔ مجھے تو اس میں کچھ فریب نظر آتا ہے۔ یہ لوگ اپنے سردار کے سکھائے ہوئے آئے ہیں۔ اُدھر وہ مقابلے پر تیار ہے، اُدھر یہ صلح کرنے آگئے ہیں۔ جب ہم ان سے عہد کر لیں گے، تو یہ لوگ ہماری طرف سے بے خوف ہو جائیں گے اور وہ اپنے حاکم کو ہمارے خلاف امداد دیتے رہیں گے اور ہماری جاسوسی کر کے دشمن کو ہمارے حالات کی خبر دیتے رہیں گے۔ آپ ان کو صاف جواب دے دیں، ورنہ ہمیں پشیمان ہونا پڑے گا۔" ابو عبیدہ نے کہا: "میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ میں انہیں یایوس کروں۔ جب یہ صلح کی درخواست کرتے ہیں، تو ہمیں منظور کر لینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نرمی پسند کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ ہم سے دغا فریب کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے گا۔ یہ سُن کر سب سردار خاموش ہو رہے۔ ابو عبیدہؓ نے اہل حلب سے پوچھا: "کیا تم اتنا کر سکتے ہو کہ ہمیں اپنے حاکم کے خلاف امداد دو اور ہمارے ساتھ شریک ہو کر اس سے لڑو؟" اہل حلب نے کہا: "اس بات کا ہم اقرار نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم اپنے حاکم سے نفرت کھاتے ہیں۔ وہ بڑا جلاوٹ ہے۔ اگر اس کو علم ہو گیا کہ ہم نے آپ سے صلح کر لی ہے، تو معلوم نہیں، ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ ہم صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کو رسد وغیرہ کی امداد دیتے رہیں۔"

ہم لڑائی میں مطلق

دخل نہیں دینگے اور نہ جاسوسی ہی کریں گے۔ جب آپ قلعہ فتح کر لیں گے، تو پھر آپ جو کچھ حکم دینگے، ہم بلا تامل اس کی تعمیل کریں گے۔“ ابو عبیدہ نے کہا: ”ہم تم سے صلح تو کیے لیتے ہیں، لیکن تم نے صلح کی کسی شرط کی خلاف ورزی کی، تو پھر ہم اپنے عہد کے پابند نہیں رہیں گے اور قلعہ فتح کرنے کے بعد جو سلوک چاہیں گے، کریں گے۔“ اہل حلب نے اس بات کو مان لیا اور ابو عبیدہ نے ان کو صلح کی دستاویز لکھ دی اور رخصت ہونے کو تھے کہ ابو عبیدہ نے کہا: ”بھڑوا میں تمہارے ساتھ کچھ سپاہی کر دوں، جو تمہیں اپنی نگرانی میں شہر تک پہنچا دیں، کیونکہ اب تم ہماری حفاظت میں آگئے ہو۔“ انہوں نے کہا: ”ہمیں حفاظت کی ضرورت نہیں، ہم چپکے سے آئے تھے اور چپکے ہی سے چلے جائیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یو قنا یا اس کے سرداروں کو اس بات کا علم ہو۔“ ابو عبیدہ نے انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اس اثنا میں دن تقریباً گزر گیا۔ لشکر اسلام نے کوچ نہ کیا اور رات کو وہیں آرام کیا۔ مگر ابو عبیدہ رات بھر بے قرار رہے، کیونکہ انہیں اپنے پیش رو دستے کی بڑی فکر تھی۔ وہ دل میں کہتے تھے کہ اگر حاکم حلب نے ان کو قلیل دیکھ کر حملہ کر دیا، تو ان بے چاروں کا کیا حشر ہوگا۔ صبح ہوئی، تو پہلے ابو عبیدہ نے اہل اسلام کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خالد بن ولید سے کہا: ”اے اباسلیمان! میں رات بھر بے قرار رہا، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کعب اور اس کے ہمراہی دشمن کے ہاتھ سے ہلاک نہ ہو گئے ہوں۔“ خالد بن نے کہا: ”مجھے بھی رات بھر یہی

تشویش رہی۔ میری رائے میں آپ لشکرِ کربلا کو کوچ کرنے کا حکم دیں۔ ابو عبیدہؓ نے اسی وقت کوچ کا حکم دیا اور تھوڑے عرصے میں خالد بن ولید اپنا علم لے کر ہوئے لشکر کے آگے روانہ ہوئے اور ابو عبیدہؓ لشکر کے پیچھے۔ جب کعبؓ اور ان کے ہمراہیوں نے لشکرِ اسلام کا علم دیکھا، تو بہت ہی خوش ہوئے اور کعبؓ نے آگے بڑھ کر خالد بن ولید کا استقبال کیا اور لڑائی کے حال سے آگاہ کیا۔ ابو عبیدہؓ بھی اتنے میں پہنچ گئے اور لڑائی کا حال سن کر کعبؓ کی تعریف کی اور کہا: "مرحبا! جزاک اللہ! مسلمان شہیدوں کے مدیے افسوس کیا۔ خالد بن ولید نے کہا: "بے شک ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ کعبؓ اور ان کے ہمراہی دشمنوں کے ہاتھ سے بچ رہے، ورنہ ان کی ہلاکت میں کیا شبہ رہ گیا تھا؟ ابو عبیدہؓ نے کہا: "میرا دل مجھے ملامت کر رہا ہے کہ میں نے اہل اسلام کی ہمدانیت نہیں کی اور محض میری غفلت کی وجہ سے اتنے مسلمان دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا حکم ملتا نہیں۔ ان لوگوں کا وقت پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس جاں نثاری کا اجرِ عظیم دے گا۔" خالد بن ولید نے کہا: "اب ہمیں ٹھہرنا نہیں چاہیے، بلکہ جلد شہر میں پہنچ جانا چاہیے کیونکہ وہ لوگ ہماری حفاظت میں آچکے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یقیناً ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرے اور ہماری غفلت کی وجہ سے وہ لوگ اس کے ہاتھ سے ایذا پائیں۔" جب حوزینِ علب شہر میں پہنچے، تو انہیں معلوم ہوا کہ یقیناً شہر سے نوجوان آدمی قلعے میں گئے، کزیر اور غمیضوں کو چھوڑ کر ایک ہزار سپاہی

ان کی حفاظت پر مقرر کر گیا اور آپ اب اہل عرب کے پیش رو دسنے سے شکست کھا کر قلعے میں واپس آ گیا ہے۔ وہ دل میں خوش تھے کہ ہم وقت پر اہل عرب سے صلح کر آئے اور شہر والوں کو بھی اس حال سے اطلاع دی۔ وہ سب خوش ہوئے اور آنا فنا یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ کسی نے کراکلس کے کان تک بھی پہنچا دی۔ کراکلس یہ سن کر گھبرایا اور دوڑا دوڑا ایتھنا کے پاس پہنچا۔ یوقنا سخت غصے میں آیا اور کہا: جن اشخاص نے اہل عرب سے صلح کی ہے۔ ان سب کو تزییح کر دوں گا۔ یہ کہتے ہی لشکر لے کر نکلا اور شہر حلب کو گھیر لیا۔ اہل شہر سہم گئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ یوقنا نے کہا: میں تمہیں اس شرط پر معاف کرتا ہوں کہ جتنے آدمی اہل عرب کے لشکر میں گئے تھے، وہ سب کے سب میرے حوالے کر دو تاکہ میں انہیں قتل کروں اور تم میرے ساتھ ہو کر اہل عرب کا مقابلہ کرو۔ اور صلح کا عہد، جو ان سے کیا ہے، توڑ دو۔ اہل حلب نے کہا: ہم کمزور آدمی ہیں اور لڑنا نہیں جانتے۔ ہم جاتے ہی ہلاک ہو جائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے ہلاک کر دو۔ مگر انا سمجھ لو کہ ہم اہل عرب کی حفاظت میں اچکے ہیں۔ اگر ہم کو قتل کر دو گے، تو اہل عرب ہمارا بدلہ ضرور لیں گے۔

یوقنا سخت غصے میں آیا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو، جو اہل عرب کے پاس گئے تھے، تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ اگر نہ آئیں، تو جہاں پاؤ، قتل کرو۔ لشکر میں گھس گئے اور ناکردہ لوگوں کو شبہ میں پکڑ پکڑ کر قتل کرنے لگے۔ تمام شہر میں ماتم کی آواز بلند ہوئی۔ یوقنا یہ حال سن کر یوقنا کے پاس آیا اور

کہنے لگا: "اے بھائی! اپنے شہریوں پر کیوں غصہ اتار رہے ہو اور اپنی رعایا کو
 کیوں قتل کرتے ہو؟ خدا سے ڈرو اور نرمی اختیار کرو۔ تم نے کیوں ظلم پر مگر
 باندھی ہے؟ ظالم کا انجام اچھا نہیں ہوا کرتا۔" یوقنا نے کہا: "ان لوگوں نے
 میرے ساتھ دغا کی اور مجھ سے خفیہ اہل عرب سے مل گئے اور ان سے صلح کر
 آئے۔" یوقنا نے کہا: "اپنی بہتری کے لیے جو کچھ انھوں نے کیا، اچھا کیا اس
 میں تیرا ہرج کیا ہے؟ تجھے شکست ہوگی، تو یہ لوگ امن میں رہیں گے۔"
 یوقنا نے کہا: "معلوم ہوتا ہے، یہ سب تیری شرارت ہے اور تو ہی ان لوگوں
 کو میرے خلاف اکٹھا ہے۔ پہلے میں تیرا کام تمام کر لوں، پھر ان سے
 سمجھوں گا۔" اس نے تلوار کھینچ کر یوقنا کا سر کاٹ کر الگ کر دیا اور لشکریوں
 کو حکم دیا کہ اہل شہر کو قتل کرنا شروع کریں۔ یہ حکم اس کے منہ سے نکل ہی تھا
 کہ لشکر اسلام شہر کے قریب پہنچ گیا اور اہل حلب کی آہ و زاری کا شور سن کر
 خالد نے کہا: "یقیناً ہماری حفاظت میں آئے ہوئے لوگوں پر ظلم کیا جا
 رہا ہے۔ مسلمانو! دوڑو! اسی وقت خالد اور ان کے ہمراہیوں نے گھوڑوں
 سر پرٹ چھوڑ دیے اور بجلی کی طرح یوقنا کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ یوقنا تو ان
 کو آتے دیکھ کر پہلے ہی قلعے کی طرف بھاگ گیا تھا، پھر اس کے ہمراہی بھی
 سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے۔ جنھوں نے قلعے کا رخ کیا وہ تو بچ نکلے۔ جو جنگل
 کی طرف بھاگے، قتل ہو گئے۔ اہل حلب میں سے تین سو آدمی قتل کیے گئے
 تھے، مگر ان کے ہمدانے میں خالد بن ولید نے یوقنا کے دو ہزار سپاہی
 ہلاک کر دیے۔ اہل حلب بڑے شکرگزار ہوئے اور اپنے نجات دہندوں

کے پہلے سے بھی زیادہ مخلص و فرمانبردار بن گئے اور لشکرِ اسلام کو ہر طرح کی امداد دینے پر تیار ہو گئے، کیونکہ اب ان کو یوقنا کا کچھ خوف نہیں رہا تھا، لشکرِ اسلام ان کی حفاظت کے لیے موجود تھا۔ یوقنا سے ان کو سخت عداوت ہو گئی تھی اگر اس کا کوئی ہمراہی ان کے قابو میں آ جاتا، تو فی الفور گرفتار کر کے لشکرِ اسلام میں پہنچا دیتے اور اپنی وفاداری اور پابندی عہد کا ثبوت دیتے۔

ابو عبیدہ نے خالد بن ولید سے کہا: "اے اباسیلیمان! شہرِ حلب اور اس کا علاقہ تو ہمارے قبضے میں آ گیا۔ لیکن جب تک یوقنا کا ٹھکانا کھٹکتا رہے اور اس کا قلعہ فتح نہیں ہوتا، ہم مطمئن نہیں ہو سکتے اور نہ کسی اور طرف جاسکتے ہیں۔ پھر اب قلعہ فتح کرنے کی کیا تجویز کرنی چاہیے؟" خالد بن ولید نے شہرِ حلب کے چند معزز اور سال خوردہ آدمیوں کو بلایا اور ان سے پوچھا: "کیا تمہیں کوئی ایسا پوشیدہ راستہ معلوم ہے جس سے ہم قلعہ کے اندر پہنچ سکیں؟ انہوں نے کہا: "ہمیں کوئی ایسا راستہ نہیں معلوم۔" خالد نے کہا: "دیکھو، ہم نے تمہارے ساتھ بڑا نیک سلوک کیا ہے اور تمہیں موت کے پنجے سے چھڑایا ہے، مجھ سے نہ چھپاؤ۔" انہوں نے کہا: "آپ ہماری بات کا یقین کریں، ہمیں مطلق علم نہیں۔ ہم آپ سے ہرگز کوئی بات چھپانی نہیں چاہتے، آپ ہم پر پورا بھروسہ اور اعتماد کریں، ہم آپ کے ساتھ کبھی بیوفائی نہ کریں گے۔" یہ سن کر خالد نے انہیں رخصت کر دیا اور ابو عبیدہ نے کہا کہ میری رائے میں یہی مناسب ہو گا کہ ہم قلعے اور شہر کے بیچ میں اپنا کیمپ لگا دیں اور قلعے کے چاروں طرف فوج متعین کر کے تمام راستے بند کر دیں،

اور اہل قلعہ کا بیرونی دنیا سے تعلق قطع کر دیں۔ جب وہ تنگ آجائیں گے تو صلح کریں گے۔ ابو عبیدہؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور قلعے کے تمام دروازے روک بیٹھے۔

ختم شد

شیخ مبارک علی تاج کتب لہور، دار لہور نے عالمگیری لیس لہور میں باہتمام حافظ محمد عالم پٹھان شائع کیا۔

جنگ یرموک کا ایک واقعہ

صف بستے تھے عرب کے جوانان تیغ بند

مختی منتظرِ حنا کی عروسِ زمینِ شام

اک نو جوانِ صورتِ سیاب مضطرب

اگر ہو اُمیدِ عساکر سے ہم کلام

”اے بو عبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے

بیریز ہو گیا میرے عبر و سکوں کا جام

بیتاب ہو رہا ہوں شریقِ رسولؐ میں!

اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

جاتا ہوں میں حضورِ رسالتِ پناہ میں

لے جاؤں گا خوشی سے، اگر ہو کوئی پیام“

یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُر نغم ہوئی وہ آنکھ
 جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
 بولا امیر فوج کہ: "وہ نوجواں ہے تو!
 پیروں پہ تیرے عشق کا واجباً احترام
 پوری کرے خدائے محمد تیری مراد
 گناہِ بد تیری محبت کا ہے مقام!
 پیچھے جو بارگاہِ رسولِ امیں میں تو!

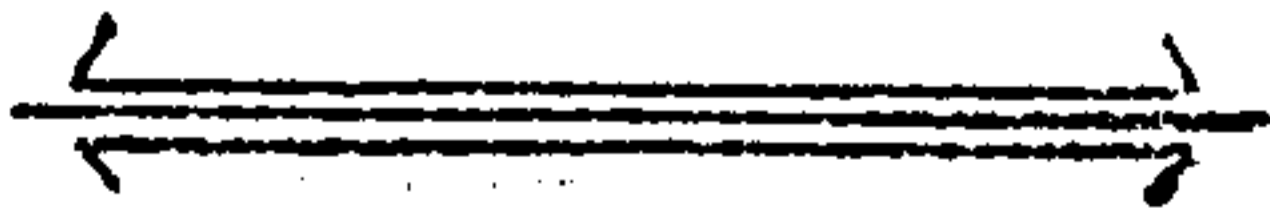
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام:

ہم پر کرم کیا ہے خدائے خیر نے
 پورے ہوئے، جو وعادے کیے تھے حضور نے

اقبال

کس

(پانچواں)



جملہ حقوق محفوظ

برتر از اندیشہ و سو و زیاں ہے زندگی
سے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی (اقبال)

تاریخ اسلام

1750

Islam

Date

جلد ۲

تالیف

غلام قادر فصیح

مکتبہ فصیح لاہور

۱۹۷۴ء

قیمت: ۲۰/-

شعبہ